دار العلوم حقانیہ کی علم افروز روح پرور فضاء میں

شیخ الحدیث مولانا

شیر علی شاہ المدنی مدظلہ

کی درس گاہ میں

ترتیب وتدوین

سعید الحق جدون

موتمر المصنفین

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نُحيّي زعيمَ الشيوخِ العظامِ
بجفونَ الجميعِ لِقَدمٍ سبيل

فأهلاً وَسهلاً بقمقامٍ مجهرِ
فُيوضُ اللبيبِ لَنا سَلْسَبيل

ہم مشائخ کے عظیم قائد (شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی مدظلہ) کو سلام کرتے ہیں، سب کی پلکیں سردارِ عظیم کیلئے فرشِ راہ ہیں۔

وقت کی بڑی عبقری شخصیت خوش آمدید، اس عظیم دانشمند کے فیوض ہمارے لئے جنت کا پرنالہ ہیں۔

دار العلوم حقانیہ کی علم افروز روح پرور فضاء میں

مولانا شیر علی شاہ صاحب کی درس گاہ میں

دورانِ درس شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ سے سنے ہوئے گراں قدر ارشادات، دلچسپ واقعات، قابلِ قدر معلومات، مفید علمی توجیہات، روح پرور مناقشات، پُر اثر مواعظ ونصائح، بلادِ عرب میں بیتے لمحات کے تاثرات، علمی دنیا میں تجربات ومشاہدات کا نچوڑ، اکابر کے حالات وافکار، مجاہدین اسلام کا شاندار کردار اور لازوال قربانیوں کی عبرت انگیز داستانوں کے علاوہ دیگر اہم موضوعات کا حسین اور معلوماتی مرقع!

ترتیب وتدوین

مولانا سعید الحق جدون

فاضل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

موتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نام کتاب :

شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ المدنی کی درسگاہ میں

ترتیب وتدوین :

مولانا سعید الحق جدون

گاؤں منگل چائی، ڈاکخانہ چھنی صوابی

0342-2265083

کمپوزنگ:

بابر حنیف

سن طباعت

طبع اول: جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ/مئی ۲۰۱۲ء

طبع ثانی: جمادی الاول ۱۴۳۵ھ/ اپریل ۲۰۱۴ء

ناشر:

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اسٹاکسٹ:

مکتبہ ایوان شریعت، دارالعلوم حقانیہ

حرفِ دعا

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدنی مدظلہ

استاذ حدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

الحمد لله و کفیٰ و سلام علی عباده الذین اصطفی

امابعد! پچھلے سولہ سال سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں جامع الترمذی اور بخاری جلد ثانی کا درس بندہ کے سپرد ہے۔ دارالعلوم حقانیہ میں چودہ پندرہ سو طلباء دورہ حدیث میں پڑھتے ہیں۔ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اکثر طلباء میں قوتِ تحریر کی کمی ہوا کرتی ہے۔ وہ درسگاہ میں بیٹھ کر استاد کی تقریر لکھنے سے عاجز ہوتے ہیں جبکہ بعض طلباء میں اسباق کی تقریر ضبط کرنے کا معمول حسب سابق برقرار ہے۔ وہ اساتذہ کے درسی افادات کو قلمبند کرتے ہیں۔ بعض اوقات اگر تقریر مکمل ضبط نہ ہو سکے تو کم از کم اسکا خلاصہ ضبط کر لیتے ہیں۔

محترم و مکرم مولانا سعید الحق جدون صاحب فاضل دارالعلوم حقانیہ نے دوران درس راقم الحروف کی بعض باتیں قلمبند کر لی تھیں، اب ان کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ موصوف نے نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ بندہ کے بہت سی یادداشتیں اور اسباق کی تقریر سے متعلقہ باتیں یکجا کر کے انہیں ایک مربوط کتابی شکل دے دی۔

اب انہوں نے مجھے یہ اوراق تقریظی کلمات لکھنے کیلئے دیدیئے۔ میں حیران ہوں کہ اپنے رطب و یابس باتوں کے بارے میں کیا لکھوں؟ تدریس کے دوران بسا اوقات

اساتذہ طلبہ کی تنشیط اذہان اور تفریح قلوب کے لئے ظرائف وفکاهات اور کبھی کبھار الغاز ومعمیات بیان کردیتے ہیں۔ تصنیف اور تدریس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تصنیف کا دائرہ محدود ہوتا ہے جس میں پورے تدبر وتفکر سے کام لیا جاتا ہے اطناب وایجاز دونوں سے احتراز کیا جاتا ہے تدریس کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اس میں بعض باتیں ایسی نکل جاتی ہیں جو قابل اشاعت نہیں ہوتیں۔ اس لئے قارئین یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ بندہ کے درسی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ مولانا موصوف نے یہ درسی تقاریر لفظ بہ لفظ مرتب نہیں کئے بلکہ ان تقاریر سے بعض چیدہ چیدہ باتیں ضبط کر کے مرتب کیا ہے۔

محترم مولانا سعید الحق صاحب نے حسن ظن کی بناء پر پوری محنت سے یہ تصنیفی کام سرانجام دیا ہے میں نے اس تالیف کو من البدایہ الی النھایہ بالاستیعاب مطالعہ کرلیا ہے۔ اور دوران مطالعہ نظر ثانی کرتے ہوئے مناسب ترامیم واضافے کئے۔ ماشاء اللہ مولانا موصوف نے پوری امانت ودیانت سے کام لیا ہے۔ اور نہایت محنت ولگن سے یہ کام کیا ہے۔ اس کے پیش نظر مجھے یہ اطمینان ہے کہ یہ کتاب قابل اشاعت ہے۔ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ان کی اس زرین تالیف کو شرف پذیرائی عطا فرما کر دارین کی سعادتوں سے سرفرازی نصیب فرماوے۔

واللہ من وراء القصد وھو یتقبل جھود المحسنین وصلی اللہ تعالیٰ علی اشرف رسلہ و خاتم انبیائہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ : شیر علی شاہ کان اللہ لہ

خادم اھل العلم بجامعۃ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۰۵/رجادی الثانی ۱۴۳۳ھ

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

پیش لفظ

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا **سمیع الحق** صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ پاکستان

الحمدلحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ امابعد:

محبی خلیلی ومخلصی حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب' حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کے اولین تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت کی خصوصی تربیت میں رہے۔ سفر وحضر میں رفاقت وخدمت کا شرف حاصل کرتے رہے۔ حقانیہ کی اعلیٰ تدریس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم وتعلم کا طویل موقعہ عطا فرمایا جو دراصل قیام مدینہ کی تمنا اور خواہش کی تکمیل کا ایک وسیلہ بنا۔ آپ نے حسن بصریؒ کی تفسیری روایات پر ڈاکٹریٹ کیا۔ قیام مدینہ کے بعد دوبارہ دارالعلوم حقانیہ میں حدیث وتفسیر کی اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم وعمل عربی زبان پر عبور اور تحریر وتقریر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اور میرے لئے اس ہمدم دیرینہ کی رفاقت ملاقات مسیحا وخضر کے برابر ہے اور بچپن سے ہمارے اور ان کے درمیان ذہنی یگانگت محبت اور رفاقت کا سلسلہ قائم ہے۔

آپ کا درس تحقیق وتدقیق علمی موشگافیوں ادبی نکتہ آفرینیوں اور لطائف وظرائف کی بذلہ سنجیوں کا ایک حسین مرصع ہوتا ہے اس لئے باذوق حضرات اس سے حظ وافر اٹھاتے ہیں۔ اور ان نکات اور زرین ارشادات کو اکثر طلبہ قلم بند بھی کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی

ایک زرین کڑی ہے۔

ہمارے محترم فاضل مولانا حافظ سعید الحق حقانی ایک صاحب ذوق اور مطالعہ و کتب بینی کے رسیا خوش نصیب ہیں۔ اس سے پہلے بھی آپ کی کئی علمی اور ادبی و تحقیقی کتابیں منظر عام پر آ ئی ہیں۔ جن پر اہل علم حضرات نے خراج تحسین سے نوازا ہے۔ امید ہے حسب معمول اس کتاب کا بھی علمی دنیا میں بھرپور استقبال کیا جائے گا۔

مرتب کتاب نے انتہائی محنت شاقہ سے حضرت مولانا مدظلہ کے ملفوظات مرتب کئے۔ اور اس کے بعد یہ جمع کردہ ملفوظات صاحب ملفوظات کے حوالہ کئے تاکہ آپ اس پر نظر ڈالیں اور جو مواضع قابل اصلاح ہوں ان کی تصحیح فرمادیں۔ اور ساتھ ساتھ اس میں مناسب ترمیم و اضافہ کی بھی آپ سے التجا کی گئی۔ چنانچہ حضرت الشیخ نے انتہائی امعان نظر سے یہ ملفوظات مطالعہ کئے اور اس میں کافی حد تک اضافہ کیا۔ اور مرتب کتاب کو اسکے متعلق مزید مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ چنانچہ اب اس قیمتی جواہر پارے کی حیثیت ایسی ہے گویا یہ حضرت الشیخ مدظلہ کی اپنی تصنیف و تالیف ہے۔ راقم نے بعض مقامات کا مطالعہ کیا' اس میں عجیب و غریب متنوع موضوعات پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔

مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس دریثمین اور علق نفیس سے علماء' طلباء' دانشور حضرات اور ہر طبقہ کے لوگ یکساں طور سے مستفیض ہوں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بہترین علمی کاوش کو قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

(مولانا) سمیع الحق (صاحب مدظلہ العالی)

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۴ مئی ۲۰۱۲

اعتراف

علامہ مفتی رضاء الحق مدظلہ العالی

رئیس دارالافتاء دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ

الحمدلله والصلوة والسلام علی رسول الله وعلی آله وصحبه ومن والده وبعد

بندہ عاجز نے مولانا سعید الحق جدون کی کتاب "مولانا شیر علی شاہ صاحب کی درسگاہ میں" پڑھی۔ جس میں مولانا موصوف نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا شیر علی شاہ حفظہ اللہ تعالیٰ کے درسی افادات کے چیدہ چیدہ جواہر پارے کتاب کے سلک میں پروئے ہیں، اور ایک حسین گلدستہ کی شکل میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

مولانا سعید الحق جدون کے میدان قلم وقرطاس میں خدمات قابل داد ہیں۔ اس نوعمری میں موصوف کی کئی کتابیں منظر پر عام پر آئی ہیں۔ مختلف رسائل وجرائد میں موصوف کی دلنشین تحریرات سے قارئین وقت بوقت مستفید ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب درس وتدریس، تقریر وبیان کے میدان کارزار کے مردمرد میدان میں اللہ تعالیٰ نے موصوف کو دین کی اہم خدمات کے لئے منتخب فرمایا۔ اور اب تک وہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مختلف عربی ممالک کا سفر بھی فرما چکے ہیں اور مدینہ منورہ کے جامعہ میں بھی مدت دراز رہ چکے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔

مولانا سعید الحق جدون کی یہ کتاب اپنے اس عظیم استاد کی زبان سے سنے ہوئے ارشادات، بزرگوں کے واقعات اور علمی نکات پر مشتمل ہے۔ قارئین اس سے خوب استفادہ کر رہے ہیں۔ اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہوا۔ اب دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول بنا دے۔ اور مؤلف موصوف کے علم وقلم میں مزید ترقی عطا فرما دے۔

(مفتی) رضاء الحق عفی عنہ

حالاً وارد شاہ منصور صوابی

اظہارِ حقیقت

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ
ڈائریکٹر الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ پاکستان

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ دامت برکاتہم ہمارے ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے دامن فیض وبرکت سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے اور اب ان فیوض وبرکات سے تشنگان علم کو سیراب کرنے میں مسلسل مصروف ہیں' اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر واسلاف کے فیوض کو عام کرنا اور علماء وطلباء کی دینی واخلاقی تربیت کا اہتمام ان کا خصوصی ذوق ہے جو ان کے درس وتدریس کے علاوہ ان کے عمومی بیانات اور مجالس کا بھی اہم حصہ ہوتا ہے۔

مولانا سعید الحق جدون' ڈاکٹر صاحب کے باذوق شاگرد ہیں' جو اپنے اساتذہ کے فیوض کو عام کرنے میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں' انہوں نے ڈاکٹر صاحب محترم کے اسی نوعیت کے ارشادات وتاثرات کو جمع کر کے علماء وطلبہ کیلئے راہنمائی کا ایک اچھا ذخیرہ مرتب کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ انکی اس محنت کو قبول کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کی راہنمائی کا ذریعہ بنائیں اور حضرت ڈاکٹر صاحب محترم کو صحت وعافیت کیساتھ اہل علم وطلب کی راہنمائی کرتے رہنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین

دیباچہ

مفسر قرآن، شیخ الحدیث، حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کے نام سے کون واقف نہیں، وہ دارالعلوم حقانیہ کے ان مقبول ترین اساتذہ میں سے ہیں جو بیک وقت منقولات کے بھی ماہر ہیں اور معقولات میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حظِ وافر عطا فرمایا ہے، ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم، جدید وقدیم کے ساتھ دینوی امور اور معاملات سے حیران کن حد تک آگاہ ہیں۔ تحریر کیساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقریر کا ملکہ بھی عطا کر رکھا ہے۔ آپکی ہر تقریر اور ہر درس کئی کتب پر بھاری ہوتا ہے۔ ہر درس اور ہر تقریر کے دوران جب آپ بولتے اور امہات الکتب سے حوالہ پیش کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ علم کا موسوعہ کھل گیا۔ یہ محض مبالغہ آرائی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت شیخ صاحب اس دور کے کوئی رسمی عالم یا محدث نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ کی سیرت وصورت کی عملی تصویر اور "اذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللّٰه" کے اصل مصداق ہیں۔

ویسے تو آپ کے مختلف میدانوں میں متنوع کارنامے ہیں لیکن آپ کا عظیم اور نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ عرصہ دراز سے ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں مسندِ حدیث کے عظیم محدث ہونے کی حیثیت سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت اور درس وتدریس میں مصروف ہیں۔ ترمذی جلد اول اور بخاری جلد ثانی آپ ہی پڑھا رہے ہیں، آسان، عام فہم اور بہترین اسلوبِ تدریس کی وجہ سے آپ طالبانِ حدیث کے مرجع بنے ہوئے ہیں اور ملک وبیرون ملک سے ہر سال

سینکڑوں تشنگانِ علومِ نبوت آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے آپ کے علوم ومعارف سے مستفیض ہورہے ہیں۔

یہ بات میرے لئے باعثِ سعادت بھی ہے اور باعثِ خوشی بھی، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کو ڈاکٹر صاحب کے علوم ومعارف سے مستفیض ہونے والے کاروان میں شمولیت کی سعادت بخشی۔ حضرت کے ساتھ اس تلمذانہ نسبت جیسی عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں، کم ہے۔

دورانِ درس جب آپ عصر حاضر کے نت نئے مسائل پر بولتے ہیں تو مفکرِ اسلام مفتی محمودؒ کی یاد آنے لگتی ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب کا تذکرہ کرتے تو آنکھوں میں آنسو کی قطار اور چہرے پر غم کے آثار سے حسن بصریؒ کی صفت رقاق نظر آتی، فقہ وفتاویٰ کے میدان میں غوطہ زن ہوتے تو مفتی اعظم مفتی عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ کی فقاہت معلوم ہوتی، احادیث کی علمی اور فنی باریکیوں پر جب کلام کرتے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے وارث معلوم ہوتے، تفسیری بحثوں میں شروع ہوتے تو امام المفسرین مولانا احمد علی لاہوریؒ کے جانشین معلوم ہوتے، جہادی امور پر جب اظہارِ خیال فرماتے تو مجاہد کبیر امیر المومنین ملا عمر حفظہ اللہ کے جذبۂ جہاد کی عکاسی کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ آپ جس موضوع پر بحث کرتے تو اس کے جملہ پہلوؤں پر بحرِ بیکراں کی طرح رواں رہتے تھے، اور مشکل سے مشکل، طویل سے طویل اور دقیق مباحث کو منٹوں میں سمیٹ کر اس انداز سے حل فرماتے کہ ذہین وغبی ہر طرح کے طالب علم یکساں مستفید ہوتے۔ بلا مبالغہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا اندازہ ان طلبہ کو ضرور ہوگا جنہوں نے حضرت کے دروس میں شرکت کی ہے۔

درس کے پہلے دن سے حضرت نے تمام طلبہ کی توجہ لکھنے کی طرف مبذول کرتے

ہوئے فرمایا:

"مشہور قول ہے "اَلْعِلْمُ صَیْدٌ وَالْکِتَابَۃُ قَیْدٌ" (علم شکار ہے اور لکھنا اسکو قید کرنا ہے) مطلب یہ ہے کہ علم کو محفوظ کرنے کا بہترین طریقہ لکھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ اور اکابر واسلاف کا یہ معمول تھا کہ اپنے اساتذہ کے امالی' درسی افادات اور علمی نکات کو قلم بند کر کے محفوظ کر لیتے' دنیا کی کئی لائبریریوں میں یہی مخطوطے موجود ہیں' صرف یہ نہیں کہ خود لکھتے بلکہ اپنے شاگردوں کو باقاعدہ اساتذہ کے درسی افادات لکھنے کا حکم دیتے تھے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے مجھے اور محترم مولانا سمیع الحق صاحب کو بقیۃ السلف' شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں تفسیر پڑھنے کے لئے بھیجا' اور تاکید فرمائی کہ حضرت لاہوریؒ کے جملہ ارشادات وفرمودات کو حرف بحرف لکھ دیا کریں اور ان کے جملہ مجالس سے استفادہ کریں۔ چنانچہ یکم رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کو دورہ تفسیر شروع ہوا' ہم نے حضرت لاہوریؒ کی نورانی درسگاہ میں تفسیر قرآن پڑھنے کے لئے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق" کے فرمان کے مطابق ابتدائے درس سے پورے اہتمام اور پابندی کے ساتھ درس قرآن قلمبند کرنے لگے۔ الحمدللہ میں نے حضرت لاہوریؒ کے درس کو ننانوے فیصد لکھ لیا تھا۔

واقعہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اساتذہ کے ارشادات وفرمودات' درسی افادات اور علمی توجیہات کو قلمبند کرلیں' بوقت ضرورت یہی چیزیں آپ کے کام آئیں گی۔"

چنانچہ اس وقت سے راقم نے حضرت کے جملہ افادات لکھنے کا ارادہ کیا، لیکن تمام درسی افادات کا احاطہ کرنا اس وجہ سے مشکل تھا کہ اس کیلئے زیادہ سے زیادہ وقت درکار تھا اور دورۂ حدیث کے سال فراغت کا موقع بہت کم ملتا ہے اس لئے راقم صرف خاص خاص باتیں، اکابر واسلاف کی تاریخ، علمی نکات، پُر اثر مواعظ ونصائح، سبق آموز مشاہدات، دلچسپ واقعات، قابل قدر معلومات، مجاہدین اسلام کا شاندار کردار اور لازوال قربانیوں کی

داستانوں کو ایک ڈائری میں قلمبند کرتا رہا۔ بالآخر یوں یہ مجموعہ تیار ہو گیا جو در حقیقت حضرت شیخ صاحب کے گرانقدر ارشادات اور املائی افادات کی تلخیص ہے۔

فراغت کے بعد کبھی کبھار جب یہ ڈائری مطالعہ کرتا، تو دل میں یہ خیال ضرور گزرتا کہ یہ ایک تلخیصی امانت ہے، اور حق یہی ہے کہ حضرت کے ان افکار عالیہ کو دوسروں تک پہنچایا جائے، چنانچہ اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بارہا کوشش کی گئی لیکن ہر بار حوصلے اس وجہ سے پست ہوتے کہ اس کام میں کہیں کمی زیادتی نہ ہو جائے مگر حضرت کے ساتھ سچی نسبت کی وجہ سے بندہ اپنے ضمیر کو اس پر بھی مطمئن نہ کر سکا، جس کی کئی وجوہات ہیں، جن میں سے دو کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں، پہلی یہ کہ حضرت کی تلمذانہ نسبت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، قائدِ ملت مفتی محمودؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے اساطین علم سے تھا۔ ان حضرات کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے بہت سے تاریخی واقعات، سبق آموز مشاہدات، علمی و عملی واقعات، کارآمد اقوال اور اکابر کی سیرت و سوانح کا کافی ذخیرہ حضرت کے پاس امانت ہے، اکابر کی ان یادداشتوں کو اصاغر تک منتقل کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ حضرت جیسی عظیم شخصیت کے گراں قدر اور زرین ارشادات کو محفوظ کرنا اور ان کو منصۂ شہود پر لانا ان کے شاگردوں کی ایک ذمہ داری بنتی ہے۔

اسی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے راقم نے استاد محترم کے ان گراں قدر ارشادات کو کمپوز کر کے ان کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ حضرت نے ضعف و کمزوری، پیرانہ سالی اور بے پناہ

مصروفیات کے باوجود نہ صرف یہ کہ ایک دفعہ کتاب اول سے آخر تک پڑھی بلکہ دوسری مرتبہ بھی کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا اور دونوں بار ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے کی تصحیح کر کے بعض مقامات پر کافی اضافے فرمائے۔ حضرت کے یہی اضافے آپ کتاب میں جا بجا بریکٹس [ ] کے اندر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ملفوظاتِ اکابر امت کا اثاثہ ہے، اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ علماء و صلحاء کے ملفوظات نے وہ کام کر دکھایا جو عصر حاضر کے قلم کاروں کے بھاری لٹریچر سے ممکن نہ ہوا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات، ہزارہا زندگیوں کو اسلام کی حقیقت سے آشنا کرنے کا مؤثر درس دے رہے ہیں۔ زبدۃ المحدثین حضرت علامہ شاہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور دیگر درجنوں عبقری شخصیات کے ارشادات و ملفوظات سے ہزاروں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ ملفوظات کا یہ سلسلہ اہل علم اور مشائخ سے استفادے کا آسان ذریعہ ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ سے کسی نے پوچھا حضرت! اگر کوئی شخص کثرت مشاغل کی وجہ سے علماء و صلحاء کی خدمت اور صحبت میں حاضر نہ ہو سکے اور افادے و استفادے کی کوئی خاص صورت ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہیے کہ وہ اس سعادت سے محروم نہ رہے؟ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا "ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ بلند پایہ علمی شخصیات کے احوال اور مواعظ و نصائح پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کرے، یہ علم ایسا ہی ہے جیسے وہ بہ نفس نفیس ان مبارک ہستیوں کی پُر نور مجالس میں شریک رہے۔

حضرت شیخ صاحب کے احباب اور تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے اور ہر ایک کو ہر وقت ان کی صحبت میں حاضر ہونا مشکل ہے اس لئے میری بھی یہی تمنا تھی کہ شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ حفظہ اللہ کے ان ارشادات و ملفوظات سے زیادہ سے زیادہ حلقہ احباب مستفید ہو سکیں۔ آج الحمدللہ میری یہ تمنا اور خواہش حقیقت کا روپ دھار کر آپ کے

ہاتھوں میں ہے۔ یہ دراصل ہماری حضرت شیخ صاحب سے سچی نسبت کا منہ بولتا ثبوت ہے، ورنہ ہم اس قابل نہیں کہ حضرت کی ذات پر قلم اٹھائیں، مولانا ابوالکلام آزاد کی موت پر منعقدہ سیمینار میں کسی نے خوب کہا تھا کہ "ابوالکلام آزاد پر لکھنے کے لیے ایک اور ابوالکلام آزاد کی ضرورت ہے" بالکل اسی طرح حضرت شیخ حفظہ اللہ جیسی شخصیت پر لکھنے کے لیے حضرت جیسی ہستی کی ضرورت ہے۔ ہم ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں تو صرف عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔

راقم کو اپنی کم علمی اور کم فہمی کا اعتراف ضرور ہے اس وجہ سے اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس کی نسبت میرے شیخ کے بجائے میری طرف کریں وہ غلطی مجھ سے ہوگی۔ قوی امید ہے کہ حضرت کے تلامذہ اور متعلقین خود بھی اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اپنے حلقہ احباب کو بھی اس کے مطالعے کی دعوت دیں گے۔

اللھم أجعل أعمالنا خالصة لوجھك الكريم

سعید الحق جدون

۲۷ رجمادی الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۹ رمئی ۲۰۱۲

شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ مدظلہ
کی حیات وخدمات کا ایک مختصر خاکہ

نام: سید شیر علی شاہ　　ولدیت: مولانا سید قدرت شاہ

ولادت: ۱۱ر شعبان ۱۹۲۰ء　　جائے پیدائش: اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

تعلیم:

(۱) درس نظامی، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۳۶۶ھ)

(۲) دورہ تفسیر، شیرانوالہ گیٹ لاہور (۱۳۷۸ھ)

(۳) ایم اے، کلیہ شرعیہ، اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ (۱۴۰۳ھ)

(۴) پی ایچ ڈی، اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ (گولڈ میڈلسٹ) ۱۹۸۸ء

تدریس:

۱۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۳۶۶ھ۔۱۳۸۴ھ)

۲۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس قرآن (ڈھائی سال)

۳۔ دار العلوم کراچی (ایک سال)

۴۔ احسن العلوم کراچی (ایک سال)

۵۔ منبع العلوم میران شاہ (دو سال)

۶۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۹۹۶ء تا حال)

تصانیف:

۱۔ مكانة اللحية في الاسلام　　۲. تفسیر سورہ کہف (ایک جلد)

۳. تفسیر حسن بصری (پانچ جلد)　　۴. زبدة القرآن

۵. زاد المنتھٰی

نقشۂ سند

شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہ العالی

میری علمی اور مطالعاتی زندگی

[شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کا انٹرویو]

میری ابتدائی تعلیم روایتی انداز میں میرے گھر میں ہوئی۔ میرے والد ماجد مولانا قدرت شاہ صاحب سے میں نے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر انہوں نے مجھے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے قائم کردہ مدرسہ انجمن تعلیم القرآن میں داخل کروایا۔ جہاں مولانا قاضی حبیب الرحمٰن صاحب، فاضل دیوبند سے نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، مولانا سید بادشاہ گل صاحب بانی جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک سے بدیع المیزان اور ترکیب کافیہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے تحریر سنبط پڑھی۔

۱۹۴۶-۴۷ء میں جب ہندوستان کی سیاست نے پلٹا کھایا اور انگریز بھاگنے پر مجبور ہوئے تو ہندوستان ہندوستانیوں کے لئے رہ گیا اور مسلمانوں نے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ ان کا مطالبہ منظور ہوا۔ اس مطالبے اور تجویز کے مطابق ہندوستان تقسیم ہوا۔ پاکستان عالم وجود میں آیا۔ تقسیم سے آبادی کی تبدیلی کا واقعہ پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں مسلم آبادی نے ہندوستان چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت کی اور ہندو بھارت کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی اثناء میں ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے۔ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے، جس کے نتیجے میں دو فرقوں میں ناخوشگوار حالات پیدا ہوئے۔

تقسیم ہند کے وقت ہم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے کافیہ پڑھ رہے

تھے۔ اکوڑہ خٹک کے ہندو اور سکھ باشندوں کو ہندوستان پہنچانے کے لیے سرکاری طور پر بندوبست کیا گیا۔ یہاں ان کے گھروں پر لوگوں نے ہلہ بول دیا۔ اوران کے گھروں اور دکانوں سے سامان لوٹ کر اپنے گھروں کو لے جارہے تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کررونے لگے اور فرمایا کہ یہ لوگ انتہائی ظلم کر رہے ہیں"۔ حضرت تو ایک دور اندیش انسان تھے۔ ان کی نگاہیں مسلمانان ہند کی طرف متوجہ تھیں کہ یہاں پاکستان میں لوگ ان ہندو اور سکھوں پر ظلم وستم کرتے ہیں، تو وہاں ہندوستان میں وہ لوگ اس کے بدلے میں مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کریں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہاں ہندوستان میں مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنے۔ مسلمانوں کی عورتوں پر سکھوں نے قبضہ کیا۔ جن میں سے بہت سی عورتیں آج بھی اس ملک کی آزادی کی خاطر سکھوں اور ہندوؤں کی ملکیت میں ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد یہاں کے مسلمان دیوبند کے مدارس سے کٹ گئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ چونکہ دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے اس لئے ان کو بھی دوبارہ وہاں جانے میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ چنانچہ یہاں شدت سے محسوس کیا جانے لگا کہ پاکستان میں ایسے مدارس ہوں جس سے یہ کمی پوری ہوسکے جو تقسیم ہند سے واقع ہوئی ہے۔ اسی احساس نے ۱۹۴۸ء میں انجمن تعلیم القرآن کو دارالعلوم حقانیہ کے سانچے میں ڈال دیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ نے دیوبند کی تدریس کی بجائے یہاں درس حدیث شروع کیا۔ ظاہر بات تھی کہ طلبا پاکستان اور افغانستان سے ہندوستان نہیں جاسکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اکوڑہ خٹک کا رخ کیا اور بہت جلد یہاں کافی تعداد ہوگئی۔ آج الحمدللہ اکوڑہ

خٹک میں دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد چودہ پندرہ سو ہوا کرتی ہے۔ دنیا کے کسی مدرسہ میں دورہ حدیث کے طلباء کی اتنی کثیر تعداد نہیں ہے' موجودہ وقت میں یہ خصوصیت صرف دارالعلوم حقانیہ کو حاصل ہے کہ یہ حضرت شیخ صاحب کے اخلاص کی برکت اور دعاؤں کا ثمر ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے جب یہاں دورہ حدیث شروع کیا تو فنون کی تکمیل کے بعد میں نے یہاں دورہ حدیث میں داخلہ لیا۔ دورہ حدیث میں بخاری شریف' ترمذی اور سنن ابی داؤد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے اور باقی کتابیں حضرت مولانا عبدالغفور سواتی رحمہ اللہ سے پڑھیں' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اپنی تدریسی' تبلیغی' سیاسی اور جہادی خدمات کی وجہ سے معروف ہیں۔ لیکن شیخ الحدیث مولانا عبدالغفور صاحب بھی علمی دنیا میں علم و عمل کے مینار نور تھے' ایسی علمی شخصیات اور پاک دل و پاکباز لوگوں کے لئے فلک برسوں ترستا ہے۔ تب اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگ علامہ اقبال کے اس شعر کے اصل مصداق ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دورہ حدیث کے کچھ اسباق جامعہ اشرفیہ میں:

اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور میں علم و عمل کے بڑے بڑے جبال علم و معرفت تھے۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور بخاری شریف کی کتاب الایمان' کتاب العلم اور سنن ترمذی کی کتاب الطھارۃ شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلویؒ سے پڑھی۔

شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلویؒ کے سامنے میں نے بخاری شریف کی

عبارت پڑھی تو حضرت کاندھلویؒ نے حکم صادر فرمایا کہ آج کے بعد مستقل عبارت مولوی شیر علی شاہ پڑھیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد میں خود عبارت پڑھتا تھا۔

اور ابو داؤد کا کچھ حصہ زبدۃ العارفین حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی دارالعلوم اشرفیہ سے پڑھا۔ مفتی صاحب ایک ممتاز عالم دین اور کہنہ مشق مدرس تھے اور روزانہ اپنے درس میں طلباء کی توجہ تقویٰ اور اعمال صالحہ کی طرف مبذول فرمایا کرتے تھے۔ آپ حضرت کاندھلویؒ کے درس بخاری شریف اور درس ترمذی شریف میں تین تین گھنٹے دیوار کو ٹیک لگائے ہوئے جلوہ افروز ہوتے تھے۔

دورہ تفسیر:

۱۳۷۸ھ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے مجھے اور مولانا سمیع الحق صاحب کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں تفسیر کے لئے جانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حسب حکم ہم حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے ہاں گئے حضرت لاہوریؒ ایک عظیم مفسر اور ولی کامل تھے۔ علوم القرآن کے امام تھے۔ انہوں نے جو درس دیا' میں وہ درس قلم بند کرتا رہا۔ کیونکہ جاتے وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے تاکید فرمائی تھی کہ حضرت لاہوریؒ کے جملہ ارشادات و فرمودات حرف بحرف لکھ دیا کریں۔ الحمدللہ بندہ نے تقریباً ۹۰ فیصد درس قرآن کو ضبط کر لیا تھا۔

درس سے فارغ ہوتے ہی بندہ مسجد کے صحن میں پٹھان طلباء کو حضرتؒ کا تمام درس پشتو زبان میں پڑھاتا تھا۔ کبھی کبھار حضرتؒ اپنی درسگاہ سے اپنے کمرے تشریف لے جاتے تو ہمارے قریب کھڑے ہو جاتے تھے ہم جب حضرتؒ کو دیکھتے تو ادب و احترام کی وجہ سے کھڑے ہو جاتے' حضرت فرماتے کہ بیٹھ جاؤ میں تمہارا درس پشتو میں سنتا ہوں۔

حضرت لاہوریؒ پٹھان طلبا پر حد درجہ مہربان تھے' فرماتے تھے: کہ یہ مجاہد ہیں زبدۃ القرآن کے نام سے حضرتؒ کے وہی درسی افادات اور امالی سے ایک حصہ بندہ نے کتابی شکل میں طبع کیا ہے۔

حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں دورہ تفسیر:

اس کے بعد بندہ امام الاولیاء شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کی خدمت اقدس میں دورہ تفسیر پڑھنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت درخواستیؒ چونکہ حافظ الحدیث تھے وہ تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث پر زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے اور آیات سے متعدد مسائل کا استنباط فرمایا کرتے تھے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلے کا پروگرام:

میں معمولاً شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام آئے ہوئے مکاتیب کے جوابات تحریر کرتا تھا۔ میرے اس سفر مدینہ طیبہ کا ذریعہ لاہور کے حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم بنے تھے' جو شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کے فرزند تھے۔ اور مولانا سمیع الحق سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ انہوں نے مولانا سمیع الحق کو پیشکش کی کہ آپ مجھے اپنے ادارے سے دو مستعد افراد کے نام دے دیں جنہیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھیجا جائے۔ میں ایک عرصہ سے مدینہ جانے اور وہاں کسی طرح اقامت کا درد دل میں لئے تھا۔ اس سے قبل میں خشکی اور بحری راہوں کی خاک چھانتے ہوئے اردن کے شہر عقبہ' ایلہ وغیرہ سے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کی زیارت کر چکا تھا۔ مگر وہاں داخلہ اور قیام کی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مولانا سمیع الحق کو یہ آفر ہوئی تو ایک دن مولانا سمیع الحق نے مجھے بتایا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ والوں نے معلمین کے دو ماہی شارٹ کورس کے لئے دو مدرسین کے نام حقانیہ سے طلب

کئے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ میرا نام بھی اس میں بھیجا جائے۔ کچھ دنوں بعد رمضان ۱۹۷۲ء کی بات ہے کہ میں دفتر اہتمام آیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ، ناظم صاحب مولانا سلطان محمودؒ کے ساتھ ڈاک ملاحظہ کرنے کے لئے تشریف فرما تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت نے جامعہ اسلامیہ سے آئے ہوئے خط کو ایک سائیڈ پر رکھا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ حضرتؒ چاہتے ہیں کہ میری نظروں میں نہ آئے۔

حضرت ایک تو طویل تدریسی زندگی کے بعد اس عمر میں میری طالب علمی کو دیگر اہم خدمات کے مقابلے میں مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اور دوسرا وہ نہیں چاہتے تھے کہ دارالعلوم حقانیہ کے کسی بھی کام میں خلل پڑ جائے۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے چاہا تو مدینہ منورہ حج اور زیارات کے مواقع ملتے رہیں گے۔ شاید مولانا سمیع الحق نے میری بات حضرت شیخ الحدیثؒ کو پہنچائی تھی میں حاضر ہوا تو مختلف مکاتیب کے جوابات تحریر کئے۔ در آخر میں نے خود حضرت سے عرض کیا کہ جی وہ جامعہ اسلامیہ والوں کو بھی کوئی جواب دینا ہوگا اس پر انہوں نے ناظم صاحب کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ہاں وہ خط نکالو وہ خط جب میں نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ خط ہمیں بیس دنوں میں لاہور سے جامعہ اسلامیہ کے مستشار ثقافی کے دفتر سے پہنچا۔ ان دنوں پنجاب میں سیلاب آئے تھے شاید اسی وجہ سے وہ خط لیٹ پہنچا۔ میں نے خط پڑھ کر عرض کیا کہ جی اس کے لئے تو میں اور مولانا انوار الحق صاحب موزوں رہیں گے۔ اس پر مولانا صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا کہ ہاں تم تو ہر جگہ کے لئے تیار بیٹھے ہو۔ اور فرمایا ادھر مولانا مفتی فرید صاحب بھی حج کے لئے گئے ہیں اور تم بھی جاؤ تو طلباء کو چھٹی دے دو۔ میں نے ڈرتے ہوئے عرض کیا کہ جی دو مہینے ہی کی تو بات ہے اس بہانے ہم دونوں حج اور عمرہ ادا کر لیں گے۔ مولانا صاحب کچھ توقف کے بعد مان

گئے۔ اور کہا کہ خط کا جواب لکھو۔ میں نے حضرت سے کہا کہ جی یہ خط کافی لیٹ ہو چکا ہے۔ جواب کے بجائے فون پر بات کرنی چاہئے۔ مولانا صاحب نے اس بات کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میری طرف سے فون ملا کر بات کرو۔

اُس زمانے میں ڈائریکٹ ڈائلنگ کی سہولت نہ تھی۔ ایکسچینج کے توسط سے نمبر ملائے جاتے تھے۔ میں نے اکوڑہ ایکسچینج ملاتے ہوئے لائن مین امیر علی قریشی مرحوم سے کہا کہ لاہور کا یہ نمبر ملایئے تو اس نے ادھر سے جواب دیتے ہوئے کہا باچاجی آپ کو پتہ نہیں کہ سیلاب آئے ہیں لائنیں خراب ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ قریشی صاحب مدینہ منورہ کا کام ہے اگر ہو گیا تو تمہارے لئے وہاں جا کر دعا کریں گے۔ اس پر لائن مین نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو کراچی کے لائن سے آپ کو ملا دیتا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ باتیں میری طرف سے کریں۔ اس طرح ٹیلی فون مل گیا میں نے بجائے اردو کے عربی میں مدیر مکتب کے بارے میں کہا کہ أَبْغِي الشَّيْخَ خَالِدَ الْحَمْدَانَ، تو وہاں متعلقہ شخص نے مدیر مکتب کو فون تھمایا۔ جب اسے پتہ چلا کہ جامعہ حقانیہ کا مدیر بول رہا ہے تو اس نے بڑی توجہ اور محبت کے ساتھ سلام اور دعا کی۔ اور فرمانے لگے كَيْفَ حَالُكَ يَا مَعَالِي الشَّيْخِ میں نے کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَلَامَةٍ نَسْأَلُ اللهَ صِحَّتَكُمْ وَسَلَامَتَكُمْ پھر اس نے خود ہی کہا کہ ابھی تک آپ کی طرف سے دو نام نہیں آئے۔ میں نے ان کو دو نام دیئے ایک اپنا نام اور دوسرا مولانا انوار الحق صاحب کا نام۔ انہوں نے کہا کہ اُن کے جملہ سندات اور ضروری کاغذات حکومت کے مستند ادارے سے اٹسٹیڈ ہونے چاہئیں۔

چنانچہ ٹیلی فون پر بات کرنے کے بعد میں نے اپنے اور مولانا انوار الحق کے اسناد اٹھائے اور نوشہرہ میں اودتھ کمشنر سے اٹیسٹ کروائے۔ واپس آ کر مولانا انوار الحق سے کل

لاہور جانے کا پروگرام طے کرنا چاہا تو اس نے بتایا کہ میں کل ہی تو لاہور سے آیا ہوں لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ میرے اسناد بھی ساتھ لے جا کر جمع کروادیں' انہوں نے مجھے اپنا بریف کیس بھی دیا کہ اس میں اسناد رکھئے اس طرح محفوظ رہیں گے۔

اُس زمانے میں ہماری غربت کا یہ عالم تھا کہ میرے پاس بریف کیس تک نہ تھا۔ اگلے دن میں لاہور پہنچا وہاں اسی دن مدیر مکتب شیخ خالد الحمدان نے ہمارا انٹرویو اور امتحان لیا۔ میرا انٹرویو لینے کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کا سلیکشن تو ہو گیا آپ کا دوسرا ساتھی کدھر ہے اور کیوں نہیں آیا میں نے ان سے کہا کہ وہ مدرسہ کے کام میں مصروف تھے اس لئے نہ آسکے۔ اس پر انہوں نے پوچھا کہ اس کی عربی کیسی ہے تو میں نے جواب میں کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ اچھا بولتا ہے۔ اب انہوں نے مطمئن ہو کر مولانا انوار الحق کی سلیکشن بھی کروادی۔ اور مجھے بتایا کہ آپ لوگ دو تین دن تک لاہور ہی میں رہیں اس دوران آپ لوگوں کے جانے کے انتظامات ویزہ اور ٹکٹوں وغیرہ کا بندوبست ہو جائے گا آپ کو یہیں سے کراچی بھیجا جائے گا۔

اس پر میں نے مدیر مکتب سے کہا کہ میں نے تفسیر شروع کر رکھی ہے جتنے دنوں تک ہمارے جانے کا پروگرام تشکیل پاتا ہے اتنے دن تک میں تفسیر پڑھا لوں گا۔ اس دوران ہمارے مدرسے کا نمائندہ روزانہ آپ کے دفتر سے رابطہ میں رہے گا۔ سو انہوں نے اجازت دے دی۔ بعد میں میں نے اپنے کسی شاگرد کی ڈیوٹی لگائی' جو ان دنوں وہیں تھا کہلوایا کہ اس دفتر سے رابطہ میں رہیں۔ میں نے واپس آکر دو تین نئے جوڑے سلوائے۔ مولانا انوار الحق کو بھی میں نے تیاری کرنے کا کہا۔ کچھ دنوں کے بعد ہمارا شیڈول اس طرح مرتب ہوا کہ براستہ کراچی سعودی ائیر لائن سے ہمیں جانا ہے۔ مولانا انوار الحق کو شیڈول

سے آگاہی دی' تو انہوں نے بعض ذاتی گھریلو اور مدرسے کی ذمہ داریوں کی بنیاد پر نہ جانے کا فیصلہ کیا۔

میں پروگرام کے مطابق لاہور دفتر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے دوسرے ساتھی کے بارے میں پوچھا میں نے ان سے بہانہ کیا کہ وہ بیمار ہے اس پر انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارا طالب علم ہے ان کو لادو تا کہ اس کا علاج کروائیں۔ آخر میں نے انہیں کھل کر واضح طور پر بتایا کہ وہ نہیں جا سکتے۔ اب انہوں نے متبادل مانگا میں نے دار العلوم حقانیہ کے فاضل مولانا عبد القہار کا نام پیش کیا جو انہوں نے قبول کیا تاہم اس کے پاس پاسپورٹ نہ تھا اور وہ مقررہ مدت کے اندر پاسپورٹ نہ پیش کر سکا۔ ہمارے ایک دوسرے ساتھی سید اصغر علی شاہ صاحب نے بھی مجھ سے کافی اصرار کیا کہ میرا نام متبادل طور پر دیا جائے لیکن میں نے انہیں سمجھایا کہ متبادل کے لئے حقانیہ کا فارغ التحصیل اور حامل سند ہونا شرط ہے۔ بہر صورت اسطرح دوسری سیٹ ضائع ہوگئی۔

مدینہ منورہ کی روانگی:

مجھے رمضان کے آخری عشرے میں کراچی بھیجا گیا جہاں دو تین دن میں اپنے ایک مخلص دوست حضرت مولانا عبد اللہ کاکاخیل مرحوم کے ساتھ مقیم رہا۔ عید کے ایام قریب تھے' مجھے اس نے عید پاکستان میں گزارنے کا مشورہ دیا لیکن میں نے اسے کہا کہ جیسے بھی ہو میں پاکستان سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچنا چاہتا ہوں۔ میرا شوق اور جذبہ بڑے عروج پر تھا اس لئے کہ اس سے قبل میں بری راستے سے حرمین شریف بڑے مصائب اور تکالیف کاٹ کر پہنچا تھا۔ کراچی میں سعودی ائیر لائن والوں نے مجھے براستہ ریاض ٹکٹ دیا۔ ریاض سے آگے جدہ مجھے دو دن بعد جانا تھا۔

کراچی سے جب میں جہاز میں سوار ہوا تو میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک عرب بیٹھا تھا۔ جس نے میرے ساتھ گفتگو کی اور میرے سفر کی نوعیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اسے اپنے جانے کا مقصد بیان کیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ کراچی میں اس نے ایک مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ بڑا زبردست مقرر تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ تھے۔ اس نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ وہ وزارت پٹرولیم میں آفیسر ہے۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ میرا ٹکٹ ریاض کا ہے۔ ریاض سے قبل جہاز دمام میں اترے گا۔ آپ اگر میرا ٹکٹ ریاض کے بجائے جدہ کردیں تو نہایت مشکور رہوں گا۔ اس نے کہا کہ "اَبشِر" یہ کونسی مشکل بات ہے۔

دمام ائیر پورٹ پر اتر کر اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا کہا اس کے استقبال کے لئے کافی افسران اور خدام آئے تھے۔ وہ مجھے سعودی ائیر لائن کے دفتر لے گئے۔ جہاں معلوم ہوا کہ دمام سے جدہ کیلئے دو گھنٹے کے بعد فلائٹ ہے۔ اس نے اپنے اثر رسوخ سے میری فلائٹ بجائے ریاض کے جدہ کردی۔ میں نے دمام کے ایئر پورٹ کی مسجد میں غسل کر کے احرام پہنا' اور دو رکعت نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کی۔ اور ذکر واذکار میں مصروف رہا' اذان فجر کے وقت جدہ پہنچا اس وقت جدہ کا پرانا ایئر پورٹ جدہ کے قریب تھا۔ ایئر پورٹ کے متعلقہ امور سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو لوگ فجر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ میں نے بھی ایک جگہ جائے نماز بچھا کر نماز پڑھی۔ پھر مکہ معظمہ پہنچ کر مناسک عمرہ ادا کئے اور عازم مدینہ ہوا۔ زیارت سے فراغت پر جامعہ پہنچا۔

جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الشریعۃ میں داخلہ:

مَیں پاکستان سے جانے والے ساتھیوں میں سے جامعہ اسلامیہ پہنچنے والا پہلا فرد تھا۔ وہاں پہنچ کر مدیر القبول والتَّسجِیل نے مجھے کہا کہ تمہاری عمر مقرر کردہ حد سے متجاوز ہے۔ اور میرے کاغذات پر اس نے لکھا سِنُّہٗ قَدْ تَجَاوَزَ مِنَ السِّنِّ الْمُحَدَّدِ للالتحاق اس پر میں نے رئیس الجامعہ معالی الشیخ عبدالعزیز بن باز سے رابطہ کیا تو اس نے میری درخواست پر لکھا یُسَامَحُ بِأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ اس کے بعد جب میں مدیر داخلہ کے پاس گیا تو اس نے مجھے لغت عربی میں داخل کرانا چاہا۔ میں نے اس کے ساتھ اس بات پر تکرار کیا کہ ہم تو الحمدللہ عربی پر اتنا عبور رکھتے ہیں کہ اپنے بلاد میں طلباء کو پڑھاتے ہیں۔

اس دوران ہماری یہ باتیں وہاں قریب بیٹھے جامعہ اسلامیہ کے استاد شیخ مجذوب جو شام کا رہنا والا عالم اور شاعر تھا سن رہا تھا۔ اس نے ہمارے بیچ آ کر مدیر کو سمجھایا کہ یہ طالب علم صحیح کہہ رہا ہے اس کی باتوں سے تمہیں عربی میں اس کی مہارت معلوم نہیں ہو رہی؟ اس طرح مجھے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ مل گیا۔ اور بعد میں میری وجہ سے دیگر پاکستان سے آنے والے آٹھ افراد کو بھی کلیۃ الشریعہ میں داخلہ دلوایا گیا۔ ہمارے ساتھیوں میں صرف ایک طالب علم مولوی بشیر احمد صاحب جو آج کل اسلام آباد سے ''نداء الاسلام'' نامی رسالہ نکالتا ہے نے کلیہ الدعوۃ واصول الدین میں داخلہ لیا۔

اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں کلیۃ شرعیۃ اور کلیہ الدعوہ واصول الدین دو کلیات ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر کلیات نہ تھے۔ کلیۃ الشریعہ میں چار برس تک پڑھنے کے بعد اس کی تکمیل ہوئی۔ تو پھر جامعہ والوں نے ہمیں واپس بھیجنا چاہا۔

ماجستیر میں داخلہ:

اس دوران جامعہ میں ماجستیر شروع ہوا۔ اس کے داخلے کے لے نوٹس بورڈ پر شیڈول جاری ہوا۔اس زمانے میں مولانا مصطفیٰ حسن صاحبؒ جو دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ میں سے تھے وہ بھی وہیں پڑھتے تھے۔میں نے انہیں کہا کہ کیوں نہ ہم بھی ماجستیر میں داخلے کیلئے اپنے نام بھیجیں۔لیکن اس نے میری بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ ماجستیر میں صرف سعودیوں کوداخلہ دیا جاتا ہے ۔میں نے کہا کہ درخواست دینے میں کیا حرج ہے۔لیکن باوجود اس کے وہ نہ مانا۔میں نے اپنی طرف سے درخواست لکھ کر جمع کی۔ایک ہفتے بعد اعلان ہوا کہ ماجستیر میں داخلے کے لئے شفوی امتحان فلاں تاریخ کو ہوگا۔مقررہ دن پر میرا امتحان بھی لیا گیا۔

میرے ممتحن نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے تفسیر میں کیا پڑھا ہے؟ اس کا مطلب جامعہ کے کلیۃ الشریعہ میں پڑھنے کے اعتبار سے تھا میں اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔میں نے اسے جواباً کہا تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی ہے۔وہ اس جواب پر بڑا خوش ہوا۔اس نے مجھ سے سوال کیا کہ وَیَدْرَؤُعَنْهَا الْعَذَاب کا کیا معنی ہے۔میں نے جواب میں یدفع عنها العذاب کہا۔اور مزید وضاحت کے لئے حدیث بیان کی کہ اِدْرَءُوا الحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُم پھر اس نے دوسرا سوال کیا کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً امر کا صیغہ ہے اور امر کا معنی ہے قَوْلُ القَائِلِ لِلْمُخَاطَبِ عَلٰى سَبِيْلِ الاِسْتِعْلَاءِ اِفْعَلْ ، یہاں تو انسان اللہ سے کم تر، عاجز و مخلوق ہے۔تو پھر امر کا معنی کس طرح صحیح ہوگا۔میں نے اسے جواب دیا کہ امر کے سولہ معانی ہیں۔بہر صورت اس طرح میرا امتحان مکمل ہوا۔

بعد میں مولانا مصطفیٰ حسن نے مجھ سے امتحان کے بارے میں پوچھا میں نے

اسے ساری صورتحال سے آگاہی دی۔ کچھ دنوں بعد ماجستیر کے داخلے میں کامیاب طلباء کی فہرست آویزاں ہوئی پاکستان سے گئے ہوئے ہمارے ۹/افراد کی جماعت میں سے صرف میرا داخلہ ہوا۔ ماجستیر میں ہمارا وظیفہ بھی بڑھ گیا۔ ہم ماجستیر میں پڑھ رہے تھے کہ اس دوران جامعہ میں دکتورا بھی شروع ہوگیا۔ جب ہم نے ماجستیر کی تکمیل کی تو میں نے دیکھا کہ جامعہ اسلامیہ کے غیر ملکی طلباء کے کاؤنٹر پر میرا پاسپورٹ رکھا ہوا ہے۔

میں نے جب واپسی کا تصور کیا تو غم اور خفگی کی کوئی حد نہ رہی۔ شیخ عبداللہ العقلا اس زمانے میں وکیل شؤن الحرمین تھے اس کے ساتھ میری شناسائی اور ربط و تعلق اس وجہ سے کافی پرانی تھی کہ میں دوران حج وعمرہ حرم شریف میں پاکستان و ہندوستان سے آئے ہوئے حجاج کو مناسک حج بیان کرتا تھا۔ میں اور دیگر ماجستیر مکمل کرنے والے غیر ملکی طلباء جن کے بارے میں خروج کا فیصلہ ہوا تھا' اس کے پاس گئے اور انہیں اپنی خواہش سے آگاہ کیا کہ ہم یہاں سے دکتورا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ہمارے بلاد میں اس ترتیب سے اسباق اور دکتورا نہیں ہوتے۔ انہوں نے جامعہ اسلامیہ کے رئیس سے ہماری سفارش کی جو انہوں نے قبول کی۔ اور ہمیں دکتورا کے داخلہ امتحان میں بٹھایا گیا۔ جن آٹھ غیر ملکی طلباء کی سفارش وکیل شؤن حرمین نے کی تھی ان میں چار کامیاب ہوئے جن میں ایک میں بھی تھا۔ اس طرح چار سال دکتورا میں لگے۔

دکتورا کے رسالہ تفسیر حسن بصری کا مناقشہ:

جب میں نے دکتورا کا رسالہ تفسیر حسن بصری مکمل کیا تو جامعہ نے میرے مناقشے کیلئے دکتور ربیع ہادی مدخلی کو مقرر کیا۔ موصوف کو میں پاکستان کے دورے پر آنے کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی حیات میں دارالعلوم حقانیہ بھی لایا تھا۔ میں نے اپنا رسالہ اس کے پاس جمع کیا۔

جامعہ کا دستور یہ تھا کہ جب رسالے کی تکمیل ہو جاتی تو طالب علم پر وظیفہ بھی بند کر دیا جاتا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد رمضان کے مہینے میں حرم شریف میں میرے فضیلۃ الشیخ دکتور عبدالعزیز عثمان مشرف نے مجھے اطلاع دی کہ دکتور ربیع ہادی مدخلی نے آپ کے رسالے کے مناقشے سے انکار کیا۔ میں اس پر بڑا خفا ہوا کہ اتنا عرصہ میرا رسالہ عبث روکا گیا اگر انکار کرنا ہی تھا تو ابتداء سے کر دیتے۔ میں اسی وقت حاجی انعام اللہ آف شبقدر مقیم مدینہ کو ساتھ لے کر ان کی مسجد جو بیر عثمان کے قریب تھی گیا۔ عصر کی نماز میں نے اس کی امامت میں پڑھی۔ میں نماز کے بعد اس کے گھر گیا۔ ملاقات کے بعد میں نے اس سے اپنے رسالہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ فِیْ صَالِحِكَ اَنْ لَّا اُنَاقِش رِسَالَتَكَ، (آپکی بہتری اسی میں ہے کہ آپکے مقالے کا مناقش میں نہ بنوں) مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اسے کہا کہ آپ مجھے یہ لکھ کر دے۔ اس نے رئیس جامعہ کے نام لکھ کر دیا اِنِّیْ لَا اُنَاقِشُ رِسَالَۃَ الشَّیْخ شِیْرعَلِی شَاہ وَاِنِّیْ مُسْتَعِدٌ لِاَیِّ رِسَالَۃٍ اُخْرٰی، (میں شیخ شیر علی شاہ کے مقالے کا مناقشہ نہیں کرتا اور اس کے علاوہ کسی بھی مقالے کے مناقشے کیلئے تیار ہوں) میں صبح رئیس کے پاس یہ تحریر لے کے گیا تو وہ مجھ پر الٹا غصہ ہو کر برسا اس نے کہا کہ تم بار بار اس کے گھر جاتے ہو اس لئے اس نے تمہارے رسالہ کے مناقشہ سے انکار کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ واللہ میں دو دفعہ کے علاوہ اس کے گھر گیا ہی نہیں ہوں۔ پہلی دفعہ رسالہ جمع کرنے کیلئے اور آخری دفعہ کل رسالۃ واپس لینے کیلئے۔

رئیس نے مجھے کہا کہ اگلے جلسے میں ہم آپ کا رسالہ کسی دوسرے استاد کو دیں گے۔ پھر میرے رسالہ کا مناقش حماد سلامی بجیری مقرر کئے گئے' جو مصر کے رہنے والے تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ پہلے میری آنکھوں کا آپریشن ہوگا اس کے بعد جب ٹھیک ہو جاؤں گا تو پھر تمہارے رسالے کو دیکھوں گا۔ اسکے بعد مناقشہ ہوگا۔ تقریباً ڈیڑھ سال اسی

میں گزرا۔ اس کا مناقشہ بھی ہر اعتبار سے سخت اور مشکل تھا۔ سارا مناقشہ کیسٹوں میں محفوظ ہے۔ ہر ہر بات کی وہ جڑ ڈھونڈتا اور اعتراضات کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں بھی کامیابی سے نوازا۔ اور میں پہلی پوزیشن کے ساتھ کامیاب ہوا۔ جبکہ دکتور عمر یوسف کمال جس نے تفسیر حسن بصری کا پہلا حصہ مکمل کیا ہے جو آج کل حرم مدینہ منورہ میں مؤذن ہے اس نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔

دکتورا کی تکمیل کے بعد تدریسی سلسلہ:

دکتورا کی تکمیل کے بعد شیخ احمد زہرانی جو شؤن الدعوہ کے مدیر تھے' نے ہماری تعیناتی وزارت عدل میں کروادی۔ وہاں ہمارا کام ترجمانی کرنا تھا۔ اس ملازمت میں ہمیں مشاہرہ بھی کافی ملتا۔ لیکن میں مطمئن نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ ساری علمی تگ و دو ہم نے ترجمان بننے کیلئے تو نہ کی تھی۔ اسی وجہ سے ہمیں کئی دن تک نیند بھی نہیں آئی۔ آخر شیخ زہرانی کے پاس ہم دوبارہ گئے تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہاں پر خوش نہیں تو پھر آپ کو پاکستان کے کسی دینی مدرسے میں تدریس کیلئے بطور مبعوث بھیجا جائے گا۔ میں اس پر بڑا خوش ہوا۔

میں نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے دارالعلوم حقانیہ بھیجا جائے۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ ہم اسی طرح آپ کو نہیں بھیج سکتے[1] لَا نُرْسِلُ مَبْعُوْثَنَا اِلَّا بِالطَّلَبْ ہمارے پاس پاکستان کی فائل ہے اس کو منگوا کر دیکھتے ہیں کہ کن کن مدارس نے ہم سے اساتذہ طلب کئے ہیں۔ فائل منگوائی گئی تو اس میں پاکستان کے دو مدارس دارالعلوم کراچی اور جامعہ ابی بکر کراچی کی طرف سے طلب آئی تھی۔ انہوں نے مجھے ان دو میں سے کوئی ایک منتخب کرنے کا اختیار دیا۔ میں نے دارالعلوم کراچی کو ترجیح دی۔ اس طرح مجھے پاکستان میں تعینات کر کے بھیجا گیا۔

---

[1] ہم کسی کے طلب کیے بغیر اپنے مبعوث نہیں بھیجتے۔

یہاں جب واپس آیا تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً) کو خبر ہوئی تو وہ بڑے خفا اور ناراض ہوئے۔ بعد میں میں نے ان کو ساری صورتحال تفصیل سے بتائی کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنی طرف سے خود حقانیہ کیلئے درخواست لکھ کر جمع کرتا۔ انہوں نے پھر مطمئن ہو کر فرمایا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے مانگوں گا کہ تمہیں حقانیہ لے آئے۔ دارالعلوم کراچی میں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شیخ احمد زہرانی پاکستان کے دورے پر کراچی آیا تو اس نے میرے نام رقعہ بھیجا کہ فلاں جگہ آ کر مجھ سے ملو میں ملاقات کیلئے اپنے ہمراہ حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان کو بھی لے کر گیا۔ اس نے شیخ زہرانی کو کافی تحفے تحائف دیئے اور ساتھ ہی اس سے درخواست کی کہ مجھے جامعہ احسن العلوم میں تعینات کرے۔ دارالعلوم کراچی میں کافی شیوخ ہیں ہمارا مدرسہ احسن العلوم اس اعتبار سے یتیم ہے۔ انکی ہمارے ہاں کافی ضرورت ہے۔ شیخ زہرانی نے جاتے ہی میرا تبادلہ جامعہ احسن العلوم کراچی کر دیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مرض وفات میں مولانا منصور الرحمان صاحب (جو شیخ الحدیث مولانا زرولی خان صاحب کے خصوصی رفقاء میں سے ہیں) انکی عیادت کیلئے ہسپتال گئے تو انہوں نے میرے بارے میں ان سے تفصیلی پوچھا کہ کون کونسی کتابیں پڑھاتا ہے اور پھر اس مجلس میں فرمایا کہ ہم بھی اللہ سے مانگیں گے کہ شیر علی شاہ حقانیہ واپس آئے' کچھ عرصہ بعد سعودی سفیر کے اثر ورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے مولانا جلال الدین حقانی نے منبع العلوم میرانشاہ میں میری تعیناتی کروائی۔ آخرکار شوال ۱۴۱۷ھ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی کوششوں سے دارالعلوم حقانیہ میری واپسی ہوئی۔ یقیناً یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے منہ کا گفتہ تھا جو سچ بن کر سامنے آیا۔

ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

(اس انٹرویو کے کچھ اقتباسات ماہنامہ الحق سے لئے گئے ہیں)

طالبان علوم نبوت سے چند گزارشات

تعلیمی سال کی ابتداء ہے، آج کے درس میں ہم علم کی اہمیت اور فضیلت پر بحث کرتے ہوئے حدیث کے طالب علم کی آداب پر روشنی ڈالیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" (کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے علم والوں کو بلند درجات والا کہا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے، "يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" (اللہ تعالیٰ تم میں سے اہلِ ایمان کو اور ان لوگوں کو جن کو علم سے نوازا گیا درجات بلند فرماتا ہے۔)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے، کہ وہ کونسا علم ہے جس کی وجہ سے ہمیں یہ فضیلت حاصل ہوگی؟ وہ علم قرآن وحدیث کا علم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي (الموطا ۲/ ۹۹ حدیث، ۱۵۹٤) (میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب اور میری سنت)

آج ہماری بدقسمتی ہے، کہ ہم گناہوں کی وجہ سے اصل علم سے محروم رہ گئے ہیں، حالانکہ بھلائی اس میں ہے کہ ہم دین کو سمجھ لیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ" (صحیح مسلم۔ ۱۰۳۷) (جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ

عطا فرمادیتا ہے)

بہر حال علم کی فضیلت اور اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو علم کے لئے گھروں سے نکلتے ہیں۔ آپ خوش قسمت لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس شر اور فساد کے دور میں دین کی نشر و اشاعت کے لئے قبول کیا، آپ تو دورۂ حدیث کے طلباء ہیں، آپ کو آداب اور اصول کے تحت زندگی گزارنی ہے، حدیث کے طالب علم کو جن آداب کا لحاظ رکھنا چاہئے، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اخلاص نیت:

طالب علم کی نیت صحیح ہونی چاہیے، علم حاصل کرنے میں کوئی فاسد نیت، دنیاوی غرض نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "ہر عمل کا بدلہ نیت پر موقوف ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو" ایک جگہ ارشاد ہے، "کہ بہت سے اعمال بظاہر شکل وصورت میں دنیوی امور سے مشابہ ہوتے ہیں لیکن حسنِ نیت کی وجہ سے وہ اعمال آخرت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور بہت سے اعمال اپنی ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے اعمالِ آخرت کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن نیت کی خرابی کی وجہ سے دنیاوی اعمال میں شمار ہوتے ہیں" ایک اور جگہ ارشاد ہے، "کہ علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ علماء پر فخر کرو، جہلاء سے بحث کرو اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کیلئے دوزخ ہے"۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، "کہ جس نے علم اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے سیکھا اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیے" عزیز طالب علمو! ان ارشادات پر غور کریں کہ اگر علم کا مقصد دنیوی اغراض ومقاصد ہو یا فخر وریاکاری ہو تو پھر بھی علم ظاہری شکل وصورت میں عمل آخرت ہے لیکن نیت کی خرابی کی وجہ سے دنیاوی اعمال میں شمار ہوگا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنے کیلئے اور اپنی آخرت درست کرنے کیلئے علم دین حاصل کرنا چاہیے۔

۲۔ بری باتوں سے اجتناب کرنا:

درس کے دوران باتوں سے گریز کرنا چاہیے۔امام مالکؒ درس کے دوران تیز آواز پر غصہ ہوتے تھے اور فرماتے تھے، ”لَاتَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِي “ (بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر) یعنی احادیث پیغمبر علیہ السلام کی موجودگی کی منزل پر ہیں، احادیث کے سامنے تیز آواز سے بات نہ کریں جو طالبعلم دارالحدیث میں بلند آواز سے باتیں کرتا ہے دوسرے ساتھیوں کو چاہیے کہ اس کو منع کریں، دارالحدیث میں آتے وقت موبائل بند رکھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ قرب قیامت میں گانے بجانے عام ہونگے یہی وجہ ہے کہ آج موبائل میں بجنے والے ساز اور گانے سے نہ مساجد محفوظ ہیں اور نہ مدارس۔

طالب علم کو چاہیے کہ وہ جھوٹ ،غیبت، بہتان اور فضول گفتگو سے اپنے آپ کو بچائے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جو طالب علم گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا اللہ تعالی اس کو تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا کرتے ہیں، یا وہ عین جوانی میں مرجاتا ہے، یا پھر وہ باوجود فضل وکمال کے ایسی جگہوں میں مارا مارا پھرتا ہے جہاں اس کا علم ضائع ہوجاتا ہے، اور اس علم کی اشاعت نہیں کرپاتا یا کسی رئیس کی خدمت میں ذلتیں برداشت کرتا ہے۔

۳۔ اساتذہ کا ادب واحترام:

علم کے ساتھ ادب سیکھنا چاہیے، عبدالرحمٰن بن قاسمؒ فرماتے ہیں ”کہ میں بیس ۲۰ سال تک امام مالکؒ کی خدمت میں رہا ان میں اٹھارہ سال ادب اور اخلاق کی تعلیم میں

خرچ ہوئے اور دو سال علم کی تحصیل میں،" اساتذہ ومشائخ کا ادب واحترام کرنا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ جس سے تعلیم حاصل کرو اس سے خاکساری برتو، امام احمد بن حنبلؒ ادب کی وجہ سے اپنے استاد کا نام نہ لیتے تھے، بلکہ ان کا ذکر ان کی کنیت سے کرتے تھے، امام ربیع فرماتے ہیں کہ ادب کی وجہ سے مجھے اپنے استاد امام شافعیؒ کے سامنے کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں، کہ "میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اگر وہ چاہے مجھے بیچ دے اور اگر چاہے آزاد کردے یا غلام بنالے"

کتابوں کا احترام کرنا چاہیے۔ تفسیر پر احادیث کی اور احادیث پر فنون کی کتابیں نہ رکھیں، تفسیر وحدیث کی کتابوں کو بغیر طہارت نہ چھوئیں، امام حلوائیؒ فرماتے ہیں کہ "ہم نے اس علم کو تعظیم کے ذریعے حاصل کیا، مبادا کاغذ بھی بغیر وضو کے ہاتھ میں نہیں لیا" جب اللہ کا نام لیتے ہیں تو اس کے ساتھ، جل ذکرہ، جل جلالہ، سبحانہ وتعالیٰ وغیرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابیؓ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ اور تابعین وتبع تابعین یا اولیاء کرام کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پڑھیں۔

۴۔ خدمت:

طالبعلم کو چاہیے کہ وہ اساتذہ کرام اور ساتھیوں کی خدمت کرے، جو لوگ خدمت کرتے ہیں وہ علم پاتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ بادشاہوں کے بچے اہل علم حضرات کی خدمت میں رہتے تھے، خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے اپنے بیٹے کو حضرت اصمعیؒ کے پاس علم حاصل کرنے کیلئے بھیجا، ایک مرتبہ ہارون الرشید گئے تو دیکھا کہ شہزادہ ان کو وضو کروا رہا ہے، وہ پانی ڈالتا جارہا ہے اور حضرت اصمعیؒ اعضاء دھو رہے ہیں، ہارون الرشیدؒ نے اصمعیؒ سے

کہا کہ میں نے آپکے پاس علم وادب کے لئے بھیجا تھا، آپ کیا ادب سکھا رہے ہیں، اس کو یوں حکم کیوں نہیں دیتے کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے دوسرے ہاتھ سے آپ کا پیر دھوئے۔

جو طالبعلم اپنے استاد کی خدمت کرتا ہے اللہ پاک اسکو دینی ودنیاوی ترقی عطا فرماتے ہیں، وہ بڑے بڑے اہل علم جن کے علم ومعرفت پر زمین وآسمان فخر کرتے ہیں ان کو جو کچھ ملا استاد کی خدمت سے ملا ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ، امام ابویوسفؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر ائمہ کرام کی خدمت کے سینکڑوں واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۵۔ محنت:

طالب کو چاہیے کہ وہ محنت کرے، بغیر محنت کے عالم بننا جنون ہے ایک بزرگ کا مقولہ ہے: "العلم لا یعطیك بعضه حتى تعطيه كلك" (علم تم کو اپنا تھوڑا حصہ اس وقت تک نہیں دے گا جب تک کہ تم اپنے آپ کو پورا علم کے حوالہ نہ کرو گے)

ایک شاعر نے خوب کہا ہے..... ؎

بقدر الكد تكتسب المعالي ومن طلب العلى سهر الليالي

تم بلند مقام پر اپنی کوشش کے مطابق پہنچو گے اور جو بھی بلند مقام کی خواہش رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ راتوں کو جاگے۔

۶۔ مطالعہ:

رات کو مطالعہ کرنا چاہیے، ہمارے اکابر کے علمی شغف کا یہ حال تھا کہ دنیوی کاموں سے بالکل بے پرواہ تھے۔ امام محمدؒ کا مطالعہ میں اس قدر انہماک تھا کہ اگر کوئی ان کو سلام کرتا تو انہماک اور بے خبری میں جواب دینے کے بجائے اس کو دعا کرنے لگتے۔ امام محمدؒ کی اہلیہ فرماتی ہے: "میں نے کبھی امام صاحب کو مطالعہ کے وقت بولتے ہوئے نہیں

دیکھا" مطالعہ کے بعد جلد سونا چاہیے اور صبح سویرے اٹھے اور تہجد پڑھنے کو معمول بنانا چاہیے حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ طالب علم پر تہجد پڑھنا واجب ہے۔

۷۔ سیرت وصورت کی درستگی:

سیرتاً وصورتاً نمونہ اسلاف بننا چاہیے، پگڑی طالب علم کا تاج ہے، ایک دفعہ علماء کا ایک وفد قندھار گیا میں بھی ان کے ساتھ تھا ان میں اکثر علماء کے سروں پر پگڑیاں نہ تھیں۔ چنانچہ وہاں کے لوگوں نے اس وفد سے متعلق یہ تاثر پیش کیا کہ یہ علماء نہیں بلکہ عوام کا وفد ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ علماء نہیں بلکہ عوام ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ان کے سروں پر پگڑیاں نہیں ہیں، جبکہ علماء تو پگڑیاں باندھتے ہیں، مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وفد میں تھے، واپس آکر مفتی صاحب نے پگڑی باندھنا شروع کیا۔ بہر حال پگڑی علماء اور طلباء کی علامت ہے اس لیے پگڑی باندھ لیا کریں۔

۸۔ عمل:

جو علوم آپ پڑھتے ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے، علم نمک کے برابر جبکہ عمل آٹے کے برابر ہونا چاہیے۔ عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں" کہ علم کیلئے پہلے حسن نیت پھر عمل اور اس کے بعد اس کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ عمل کے بغیر صرف علم معلومات ہیں، یہود کے علماء سے متعلق قرآن میں فرمایا گیا" لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ " (کاش وہ جانتے) ان کے علم کا نہ جاننے سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بے عمل تھے اور علم بلا عمل انسان پر وبال ہے۔

۹۔ لب ولہجہ کی اصلاح:

علماء کرام اور ائمہ کرام کے متعلق گستاخی سے بچیں، آج کل تو لوگ بڑے بڑے محدثین وعلماء کرام اور ائمہ دین پر انگلی اٹھاتے ہیں اور ان کے خلاف باتیں کرتے ہیں، حالانکہ خود قرآن کا لفظی ترجمہ بھی نہیں کرسکتے ہیں، بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کو بہت برا بھلا کہتے ہیں۔ علماء کرام اور ائمہ دین کو گالیاں نہ دیں اگر کسی عالم سے علمی اختلاف ہو تو علمی

انداز میں رد کرنا چاہیے، استدلال سے اپنے مدعٰی کو ثابت کرنا چاہیے، گالی گلوچ اور توہین آمیز رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

۱۰۔ عربی بول چال:

مشہور مقولہ ہے: " اَلْعِلْمُ صَیْدٌ " وَالْکِتَابَۃُ قَیْدٌ " علم شکار ہے اور لکھنا اس کو قید کرنا ہے لہذا علم کو لکھنے سے قید کریں اور لکھنے کیلئے خوشخطی سیکھ لیں، جو بھی عالم کچھ لکھتا ہے اور خط خراب ہو تو بہت برا لگتا ہے۔

طالب علم کو چاہیے کہ وہ عربی تلفظ صحیح کرنے کی کوشش کرے۔ عالم کیلئے ضروری ہے کہ عربی زبان بول سکتا ہو، جب میں جامعہ اسلامیہ میں تھا تو ایک پاکستانی محدث وہاں آئے وہ بہت بڑے محدث تھے، تقریباً ۲۰ سال بخاری شریف پڑھاتے رہے، میں نے ان کو جامعہ اسلامیہ کے رئیس سے ملایا اور ان کا تعارف کرایا کہ یہ دیوبندی عالم ہیں بڑے پائے کے محدث ہیں، علوم دینیہ کی ترویج میں ان کی بہت خدمات ہیں، رئیس الجامعہ نے علماء دیوبند کی بہت زیادہ تعریف کی اور ان کی خدمات کو سراہا، میں نے اس محدث کو اشارۃً کہا کہ آپ رئیس الجامعہ کا شکریہ ادا کریں تو انہوں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد مجھے کہا " شیر علی شاہ جواب دو " رئیس الجامعہ نے پوچھا کہ " حضرت شیخ کیا کہتے ہیں " میں نے کہا کہ ہمارے علماء اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں اعراب کی غلطی نہ ہو جائے پھر میں نے رئیس الجامعہ کا شکریہ ادا کیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ علماء اور طلباء کیلئے عربی بول چال نہایت اہم ہے اس لیے ایک کمرے میں رہنے والے طلباء کو عربی میں کلام کرنا چاہیے تا کہ عربی بولنے کی استعداد ان میں بیدار ہو جائے اور کم از کم اپنا تعارف تو عربی میں کر سکے۔

☆ ☆ ☆

امام ترمذیؒ کا بہترین اسلوب

امام ترمذیؒ کی کتاب جامع الترمذی احناف کے لئے بہترین اسلحہ ہے اس کتاب میں انھوں نے انتہائی خوبصورت اسلوب اختیار کیا ہے۔ یہ علمی فوائد کی حامل عمدہ ترتیب سے مزین اور بہت کم تکرار والی بہترین کتاب ہے۔ احناف کے استدلالات کے لئے بہت عمدہ اور مفید کتاب ہے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ہمارے ایک ساتھی نے ہمیں دعوت دی۔ ہم ان کے دولت کدے پر حاضر ہوئے، کھانا کھانے کے بعد انہوں نے قرأت خلف الامام کا مسئلہ چھیڑا، علماء کو انھوں نے پہلے سے بلوایا تھا، مجھ سے پوچھا، کہ "قرأت خلف الامام پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے"؟ میں نے کہا، "میں یہاں دعوت کے لئے آیا، مسائل چھیڑنے کے لئے نہیں آیا ہوں"۔ لیکن انھوں نے کافی اصرار کیا اور کہنے لگا کہ احناف کی کوئی نماز درست نہیں ہے۔ حدیث میں ہے لَا صَلَاۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ صلاۃ نکرہ ہے اور سیاق نفی میں ہے جس میں عموم ہے کہ سورت فاتحہ کے بغیر کوئی نماز (درست) نہیں۔

میں نے کہا بھائی یہ حدیث منفرد اور امام کے بارے میں ہے جو شخص تنہا نماز پڑھے اسکو فاتحہ پڑھنا چاہیے یا امام ہو اسکو فاتحہ پڑھنا چاہیے۔ امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہیگا اس لیے کہ قرآن مجید کا حکم اسکی طرف متوجہ ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوا، اور قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لِمَنْ خَلْفَہٗ، اور ایک حدیث میں اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔ لیکن

وہ مولوی بار بار لَا صَلَاۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ والی روایت کو پیش کرتا رہا۔

میں نے کہا خدا کے بندے یہ حدیث منفرد اور امام کے بارے میں ہے، وہ نہیں مان رہا تھا تو میں نے کہا، کہ "آپ کے پاس ترمذی ہے" انھوں نے ہاں میں جواب دیا، میں نے کہا کہ "لائیں"۔ چنانچہ انھوں نے ترمذی کی کتاب لائی، میں نے کتاب کھولی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی الْقِرَأَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ میں ہے۔

وأمّا أحمدُ بنُ حنبلٍ فقالَ معنَى قولِ النبيِّ ﷺ لا صَلَاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اِذَا کَانَ وَحْدَہٗ وَاحْتَجَّ بِحَدِیْثِ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ حَیْثُ قَالَ مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا أَنْ یَّکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ أَحْمَدُ فَھٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ تَاوَّلَ قَوْلَ النَّبِی ﷺ لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْبِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ أَنَّ ھٰذَا اذَا کَانَ وَحْدَہٗ

یعنی امام احمد حنبل فرماتے ہیں کہ لاصلوۃ والی روایت اس شخص کے بارے میں ہے جو اکیلے نماز پڑھتا ہے وہ لازمی طور پر فاتحہ پڑھے گا اور امام احمد نے حضرت جابرؓ کی روایت کو بطور دلیل پیش کیا کہ حضرت جابر بھی اس حدیث کو منفرد کے بارے میں کہتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی

آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مقتدی تو امام کی قراءت سنے گا

اور خاموش رہیگا۔

اس عبارت پڑھنے کے بعد میں ان ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا، اور کہا ''دیکھیں امام احمد اور جابر کہتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کی بات مان لوں یا امام احمد کی؟'' تمام ساتھی حیران رہ گئے۔

واقعہ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے استدلال کے لئے ترمذی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا مطالعہ ضرور کریں، اس سے غافل نہ ہو جائیں۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب میں انتہائی خوبصورت منہج اختیار کیا ہے، اس منہج اور اسلوب کی چند امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) حدیث نقل کرنے کے بعد ''وَفِی الْبَابِ عَنْ فُلَانٍ'' کے الفاظ سے حدیث کے باقی طرق کو انتہائی لطیف انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

(۲) حدیث پر اہل علم کے عمل کی وضاحت کرتے ہیں۔

(۳) حدیث کے راویوں کے مقام و مرتبے کے لحاظ سے حدیث کے قبول یا رد ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔

(۴) فقہاء کا اختلاف اور طریقہ ہائے استدلال بیان فرماتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

قتیبہ بن سعیدؒ کے مزار کی چار دیواری

قتیبہ بن سعیدؒ امام ترمذیؒ کے استاد ہیں، خراسان کے محدث ہیں، اور امام مالکؒ کے شاگرد ہیں ابن ماجہ کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے ان کی روایتیں نقل کی ہیں، ثقہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں پہلی روایت ان سے نقل کی ہے، قتیبہ بن سعیدؒ بغلان کے رہنے والے تھے، بغلان افغانستان کا ایک علاقہ ہے۔ بغلان میں آپ کا مزار ہے۔

طالبان کی حکومت میں جب میں نے آپ کے مزار پر حاضری دی تو آپ کی قبر پر شیعوں نے چادر بچھائی تھی جس پر بارہ اماموں کے نام لکھے ہوئے تھے، چنانچہ میں نے اس علاقے کے گورنر کو حکم دیا، جو میرا شاگرد تھا کہ فوراً یہ چادر ہٹا دیں، وہ چادر میرے سامنے ہٹائی گئی [میں نے کہا کہ یہاں دیوار پر ایک کتبہ لگا دیں جس پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک نام درج ہوں۔ اگر ہو سکے تو یہ قصیدہ بھی ایک کتبہ پر لکھ دیں:

حُبُّ النبیِ رسولِ اللہ مفترض"	وَحُبُّ أَصْحَابِہٖ نُورٌ بِبُرْھَانِ
مَنْ کَانَ یَعْلَمُ أَنَّ اللّٰہَ خَالِقَہٗ	لَایَرْمِیَنَّ أَبَابَکْرٍ بِبُھْتَانِ
وَلَا أَبَاحَفْصِ نِ الْفَارُوْقَ صَاحِبَہٗ	وَلَاالْخَلِیْفَۃَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانِ
أَمَّا عَلِی" فَمَشْھُور" فَضَائِلُہٗ	وَالْبَیْتُ لَایَسْتَوِیْ اِلَّابِأَرْکَانِ]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ کے رسول کی محبت فرض ہے اور اس کے صحابہ کی محبت نور ہے۔ جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے تو وہ نہ تو ابوبکرؓ پر کوئی الزام لگائے گا اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور نہ خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر۔ رہے علی رضی اللہ عنہ تو اس کے فضائل تو مشہور و معروف ہیں اور گھر اپنے ستونوں کے بغیر سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا۔

مزار کی دیواریں گری ہوئی تھیں، طالبان نے ان کے مزار کے گرداگرد مضبوط چار دیواری کی، جس کی وجہ سے آپ کا مزار محفوظ ہوا۔

احمد علی لاہوریؒ کی قبر سے خوشبو

زبدۃ المفسرین حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ایک عظیم مفسر اور ولی کامل تھے، علوم قرآن کے امام تھے، اللہ نے علم وعمل دونوں نعمتوں سے نوازا تھا، روزانہ قرآن مجید کا درس دیتے تھے، آپ کے درس میں صرف علماء نہیں بلکہ دنیوی تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہوتی، حضرت لاہوریؒ سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے ہیں، انہوں نے ایک طویل عرصے تک قرآن کی خدمت کی۔

حضرت لاہوریؒ جب فوت ہوئے تو آپؒ کی قبر سے خوشبو آتی تھی، تمام لیبارٹریوں میں آپؒ کی قبر کی مٹی چیک کی گئی آیا کسی نے اس مٹی میں خوشبو ملائی ہے یا نہیں؟ چنانچہ سب لیبارٹریوں سے اس بات کی تصدیق ہوئی کہ اس میں کسی قسم کی خوشبو نہیں ملائی گئی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء من عباده

قاسم نانوتویؒ کا سفر حج

قاسم نانوتویؒ جب حج کیلئے جا رہے تھے تو اس وقت آمدورفت کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا، لوگ بادبانی کشتی میں حج کیلئے حرمین جاتے تھے، قاسم نانوتویؒ حج کیلئے بادبانی کشتی میں بمبئی سے روانہ ہوئے راستے میں جب مخالف سمت سے ہوا آتی تو کشتی کو پیچھے کی جانب دھکیل دیتی پھر جب ہوا کا رُخ صحیح سمت ہوتا تو کشتی سفر طے کرتی، چنانچہ قاسم نانوتویؒ بمبئی سے حرمین تک چھ/۶ مہینے میں پہنچ گئے۔

ایک غیر شرعی آرڈیننس سے مفتی محمودؒ کی عملاً مخالفت

صدر ایوب خان کے دور حکومت میں باہر سے تعلیم حاصل کرنے والے ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے یہ بل پیش کیا کہ ایک شخص دو شادیاں نہیں کرے گا، یہ آرڈیننس اسمبلی سے پاس کرایا، مفتی محمودؒ نے اس بل کی مخالفت کی اور اعلان کیا کہ علماء کرام اس آرڈیننس کی عملاً مخالفت کریں، ہر عالم کو چاہیے کہ دو شادیاں کرے، علماء نے عملاً اس کی مخالفت کی، اور بہت سے علماء نے دوسری شادی کی۔ مفتی محمودؒ نے فرمایا کہ "قرآن نے پہلے "مثنیٰ" کا لفظ ذکر کیا ہے لہذا بہتر یہ ہے کہ دو بیویاں ہوں، بشرطیکہ شوہر جماع کرنے اور نان نفقہ دینے پر قادر ہو،" مفتی صاحبؒ نے خود بھی دو شادیاں کر کے اس بل کی مخالفت کی۔

ایک مرد چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً"

(تو نکاح کرلو جو تم کو پسند آویں عورتیں، دو دو تین تین چار چار، پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو)

ایک بیوی تو بقدر کفاف ہے، عرب میں جبلی خاندان چار بیویاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ چار بیویاں کی جائیں، کیونکہ قرآن نے چار کا ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ چار شادیاں کرتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

تلاوت قرآن کے وقت حسن بصریؒ کی کیفیت

قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت قرآن کی آیتوں میں سوچ وتدبر کرنا چاہیے۔
حسن بصریؒ جب فوت ہوئے تو ان کے شاگردان کی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا:

کیف وجدتِ الحسنَ البصریَّ "آپ نے حسن بصریؒ کو کیسے پایا؟"

پہلے تو وہ روئی، حسن بصریؒ کے شاگرد پریشان ہوئے کہ ہم نے استاد کی بیوی کو غمزدہ کیا کیونکہ "الحدیث بالحدیث یذکر" کے مطابق بیوی کو اپنے جلیل القدر شوہر کا حسن وجمال، سیرت وکردار یاد آیا، حسن بصریؒ کی بیوی نے فرمایا:

إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَزْرِفَانِ الدُّمُوْعِ وَشَفَتَاهُ لَاتَتَحَرَّكَان
"جب قرآن پڑھتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے اور ہونٹ حرکت نہیں کرتے تھے۔"

حسن بصریؒ قرآن کھولتے تو آیات مبارکہ میں سوچ وتدبر کرکے روتے تھے، ہمیں بھی تلاوت میں یہی عمل اپنانا چاہیے، اس طریقے سے تلاوت کرنے میں بہت لذت ہوتی ہے۔

کنز ایک مفید کتاب

کنز الدقائق فقہ حنفی کی ایک بہترین کتاب ہے۔ ہمارے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، کنز الدقائق کی عبارت مغلق ہے لیکن مصنف رحمہ اللہ نے مختصر عبارت میں بے شمار مسائل جمع کیے ہیں، فقہ میں کنز بہت مفید کتاب ہے، ہر عالم کو کنز الدقائق کی عبارت ازبر یاد کرنی چاہیے کیونکہ اس سے فقہی مسائل میں بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

حلب میں ایک ہی دن میں سولہ سو طلبہ کی شادی

حلب شام کا آخری شہر ہے، اس سے آگے کچھ مسافت پر ترک کا علاقہ شروع ہوتا ہے، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ہم سولہ/۱۶ طلبہ پر مشتمل ایک وفد حلب گیا تھا وہاں پر ایک پرانا مکتبہ ہے جس کا نام مکتبہ اُحمدیہ ہے، تاتاریوں نے ۶۰۰ھ میں اس کتب خانے کے مالک کو قتل کیا تھا، اسی مکتبے کے ساتھ ایک عظیم الشان مدرسہ تھا، مکتبے کیلئے دنیا بھر میں جہاں بھی کوئی نئی کتاب ہوتی اور جتنی قیمت پر ہوتی وہ خرید کر مکتبے میں رکھتے تھے۔

[اس کتب خانے کے ناظم نے بتایا کہ] ایک دفعہ اس مدرسے کے طلبہ نے مہتمم کو درخواست لکھی کہ آپ اتنی مہنگی کتابیں خرید کر مکتبے میں رکھتے ہیں اور طلبہ کیلئے شادیوں کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ چنانچہ مہتمم صاحب نے درخواست منظور کر کے اپنے مدرسے کے تمام طلبہ [جن کی تعداد ۱۶۰۰ تھی] کیلئے ایک دن میں شادیاں کیں اور تمام شہر والوں کو ولیمہ کا کھانا کھلایا۔

[میں نے ناظم کتب خانہ کو کہا کہ ہم تو سولہ سو نہیں ہم تو صرف سولہ طلبہ ہیں، آج کوئی متمول مکتبہ اُحمدیہ کے مالک کی سنت کو تازہ کرنے والا نہیں ہے، اس پر سب طلبہ اور حاضرین ہنس پڑے]

میاں اصغر حسینؒ کا جنّی کا نماز جنازہ پڑھانا

میاں اصغر حسین رحمہ اللہ جو دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز مدرس اور شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انکے پاس جنات سبق پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ غزنی سے جنات

میت کو نماز جنازہ کیلئے دیوبند لائے اور میاں اصغر حسینؒ سے کہا کہ حضرت! ''آپ اس میت کی نماز جنازہ پڑھائیں''، چنانچہ حضرتؒ نے وہ نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ مشہور واقعہ ہے۔

[شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے تھے کہ مجھ سے میرے بیٹے مولوی حبیب اللہ نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ حضرت میاں اصغر حسینؒ سبق پڑھا رہے تھے دوران درس کچھ علماء تشریف لائے اور انہوں نے حضرت میاں صاحب سے پوچھا کہ واقعی آپ نے جنّی کا نماز جنازہ پڑھایا ہے؟ تو میاں صاحب نے فرمایا: ''ہاں۔ سٹیشن پر جنازہ آیا تھا اور اس جنی نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ میاں صاحب پڑھائیں گے۔ اس کو وہ جنات غزنی سے لائے تھے۔'' شاید وہ مردہ میاں صاحب کا شاگرد ہوگا یا مرید]

جنات کے شر سے بچنے کیلئے چند نسخے

جنات کے حالات واحکام کے بارے میں ہم علامہ قاضی بدرالدین شبلیؒ المتوفی ۷۶۹ھ کی کتاب ''آکام المرجان فی غرائب الأخبار والجان'' پر اعتماد کرتے ہیں، یہ معتمد کتاب ہے، اس میں انہوں نے جنات کے عجائب وغرائب بیان کیے ہیں، جنات کا وجود، جنات کی توالد وتناسل، جنات کے رہن سہن، نکاح وجماع، غرض یہ کہ جملہ احوال پر تفصیلاً بحث کی ہے۔ اس کتاب میں جنات کے شر سے بچنے کے لئے انہوں نے چند طریقے بیان کی ہیں۔

(۱) أعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ ''یعنی اگر کوئی شیطان آپ کو ورغلائے تو خدا کی پناہ مانگو''

(۲) معوذتین پڑھنا، ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں

کو جنات اور نظر بد سے بچنے کے لئے پڑھتے تھے۔

(۳) سورۃ بقرہ پڑھنا، صحیح حدیث میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے، شیطان اس کے قریب نہیں جاتا"

(۴) وضو کرنا نماز پڑھنا، غیظ وغضب کے وقت وضو کرنا نہایت نافع ہے، کیونکہ یہ غضب ایک قسم کی آگ ہوتی ہے جو ان کے دل میں اٹھتی ہے۔

(۵) بدنظری اور اختلاط مع الناس سے بچے، قلتِ کلام اور قلت طعام کا التزام کرے، کیونکہ شیطان انہیں چار چیزوں میں سے کسی ایک سے انسان پر مسلط ہوتا ہے۔

مستحبات فرائض کے لیے مکملات ہیں

اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مستحب عمل کرنا اور نہ کرنا برابر ہے اسلئے وہ مستحبات چھوڑتے ہیں، مستحبات نہیں چھوڑنے چاہیے، مستحبات کا مطلب یہ نہیں کہ یہ چھوڑ دیئے جائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا نقصان ہے، جو شخص مستحبات چھوڑتا ہے تو یہی شخص آہستہ آہستہ سنت چھوڑے گا، اور سنت چھوڑنے سے آہستہ آہستہ فرائض چھوڑے گا، یہ تو فرائض کیلئے مکملات ہیں، طالب علم کو چاہیے کہ مستحبات ادا کرے، نوافل پڑھے، لیکن افسوس کہ بعض طلبہ تو عوام سے زیادہ سست اور کاہل نظر آتے ہیں، جو طلبہ نوافل پڑھتے ہیں ان کے علم میں برکت اور چہرے پر نورانیت ہوتی ہے۔

حکمرانوں کے علماء کو پھنسانے والے جال

حکمران اکثر علماء کو تحفے تحائف اور ہدیے دیتے ہیں، پیسے دیتے ہیں، خصوصی احسانات کرتے ہیں، لیکن بعد میں غلط مسئلوں پر دستخط لیتے ہیں، علماء کو پھنسانے کیلئے حکمران ہمیشہ یہ جال بچھاتے ہیں، اسی خوف کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ اور سفیان بن عیینہ نے قضاء کے عہدوں کو قبول نہیں کیا تھا۔ عبدالملک بن مروان نے سعید بن المسیبؒ کو بہت بڑی رقم پیش کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔

امام بخاریؒ کو بادشاہ وقت نے کہا کہ "میرے دربار میں میرے بچوں کو تعلیم دیں، میں آپ کو تنخواہ دوں گا" امام بخاریؒ نے کہا کہ "علم کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ علم کے پاس آتے ہیں" ہارون الرشید کو امام مالکؒ نے بھی یہی جواب دیا تھا۔ امام بخاریؒ نے ایک آدمی کو پچیس ہزار روپیہ بطور مضاربت دیدئے کہ آپ تجارت کریں منافع مشترک ہوں گے" کچھ دنوں بعد اس آدمی سے پوچھا کہ مضاربت کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کس چیز کی مضاربت۔ کہا میں نے جو آپ کو پچیس ہزار روپیہ دیئے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ نے مجھے کب پچیس ہزار روپیہ دیئے ہیں؟ اس نے انکار کیا۔ شاگردوں نے مشورہ دیا کہ "گورنر کو بتائیں، وہ آپ کے شاگرد ہیں وہ اس سے آپ کی رقم وصول کرے گا"، امام بخاریؒ نے فرمایا کہ "پھر اس کا مجھ پر احسان ہوگا اور مجھ سے غلط مسائل پر دستخط لے گا"، کیونکہ "اَلإِنْسَانُ عَبْدُ الإِحْسَانِ" (انسان احسان کا غلام ہوتا ہے)

علماء کو چاہیے کہ حکمرانوں اور بادشاہوں کے تحفے تحائف اور پیسے قبول نہ کریں، کیونکہ احسانات کرنے کے بعد موقع سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور علماء سے قسم قسم کے غلط مطالبات کرتے ہیں۔

لطیف شکایت، حکیمانہ ازالہ

مولانا قاسم نانوتویؒ کا مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے ساتھ بعض مسائل میں اختلاف تھا، چنانچہ جا کر احمد علی سہارنپوریؒ کے حلقہ درس میں شاگرد کے طور پر بیٹھ گئے، درس میں جب وہ مسئلہ آتا جس میں دونوں کا اختلاف ہوتا تو مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کو فرماتے کہ ”حضرت اگر اس مسئلے کی توجیہ اس طرح کی جائے جس کی دلیل یہ ہے تو بہتر نہیں ہوگا“، چنانچہ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے بہت سے مسائل میں اپنے اقوال سے رجوع کرتے ہوئے مولانا قاسم نانوتویؒ سے اتفاق کیا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ معاند اور متعصب نہ تھے اور مولانا قاسم نانوتویؒ مناظرے کی نیت سے نہیں گئے تھے۔

مناظرے میں اکثر خصم یہ کوشش کرتا ہے کہ فریق مخالف کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرے، اگر مناظرہ اسی نیت سے کیا جائے تو اس کے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے اور اس مناظرے پر تلخ حقائق مرتب ہوں گے، مناظرہ اس نیت سے کرنا چاہیے کہ حق بات ثابت ہو جائے خواہ آپ کی بات حق ہو یا آپ کے مقابل کی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ ”جب آپ مناظرے کیلئے جاتے ہیں تو خصم آپ کا طرفدار بن جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟“ تو فرمایا کہ ”جب میں مناظرے کیلئے جاتا ہوں تو رات بھر دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! اس کی زبان پر حق جاری فرما۔ دوسری بات یہ ہے کہ مناظرے کی نیت سے نہیں جاتا ہوں کہ مقابل کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کروں بلکہ حق بات ثابت کرنے کی نیت سے جاتا ہوں“ [آج کل تو ہر ایک مناظر کوشش کرتا ہے کہ اس کی زبان سے غلط بات نکلے تاکہ لوگوں کے سامنے میں اس کو شرمندہ کروں اور اس پر کفر کا فتویٰ لگا سکوں نعوذ باللہ من ذلک]

غلطی کی اصلاح کا مؤثر طریقہ

جب کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اچھے طریقے سے سمجھانا چاہیے، کسی کو ملامت اور شرمندہ نہ کریں، قرآنی تعلیمات ہیں کہ عام بیان کیا جائے جس آدمی میں غلطی ہو وہ خود بخود سمجھ جائے گا، مثلاً آپ نے منبر پر سود کا مسئلہ بیان کیا تو جو سود خور ہو وہ خود بخود سمجھ جائے گا، کسی ایک شخص کو نشانہ نہیں بنانا چاہیے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَالِیَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ

"اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو بنایا"

دیکھیں حبیب نجار اپنا ذکر کرتے ہیں، کسی کو نشانہ نہیں بناتے اور یہی تنبیہ، ترغیب اور تبلیغ کے اصول ہیں، [آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا بَالُ النَّاسِ "لوگوں کو کیا ہوا" کسی کا نام نہیں لیتے تھے]

دیوبند کے مایہ ناز مدرس حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے سامنے ایک نوجوان نے وضوء کیا اس نوجوان کی ایڑیاں خشک رہ گئیں، جب مولانا صاحب نے دیکھا کہ ایڑیاں خشک ہیں تو فرمایا، کہ "بچے! میری ایڑیاں دیکھو کہیں خشک تو نہیں رہ گئی، نوجوان نے کہا، کہ حضرت! آپ کی ایڑیاں تو خشک نہیں ہیں" اور اپنی ایڑیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کہ البتہ میری ایڑیاں خشک ہیں"۔ چنانچہ ایڑیوں کو دوبارہ دھویا۔

☆☆☆

حرم میں علماء کرام سے استفادے کی کوشش

جو لوگ حجاز مقدس جاتے ہیں ان کو چاہیے کہ بازاروں میں فضول وقت ضائع نہ کریں، ذکر واذکار، تلاوت، نفل اور عبادت میں مشغول رہیں، عالم اسلام کا بنیادی مرکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے شرق وغرب کے بڑے بڑے علماء، مشائخ اور نابغہ روزگار شخصیات یہاں تشریف لاتی ہیں، اس لیے فضول وقت ضائع کرنے کے بجائے ان علماء اور مشائخ سے استفادہ کرنا چاہیے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

"اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بے شک بہتر فائدہ زادِ راہ کا بچنا ہے سوال سے"

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ آپ وہاں اہل علم حضرات سے استفادہ کریں۔ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا[جمعہ کا مبارک دن تھا]،میں نے ایک بوڑھا دیکھا، چنانچہ میں اس کے قریب گیا اس نے مجھے بتایا، کہ" مجھے تفسیر ابن کثیر کی ضرورت ہے، میں فندق التیسیر میں فلاں کمرے میں ہوں"میں بازار سے نئی تفسیر خرید کر اس بزرگ کے پاس لے گیا جب ملاقات ہوئی، میں نے تفسیر ابن کثیر ان کی خدمت میں پیش کی، وہ بہت خوش ہوئے جب ان کے ساتھ تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ حسنین مخلوف تھے، جو مصر کے علماء احناف کے مفتی اعظم تھے، بڑے پکے عالم اور ایک عظیم محدث تھے، پھر کافی دیر تک گفتگو ہوئی، میں نے ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا، اسماء حسنیٰ پر انہوں نے ایک رسالہ لکھا۔

چند دنوں بعد جب حضرت شیخ مجھے تفسیر واپس کرنے لگے تو میں نے آپ سے

مطالبہ کیا، کہ ”حضرت اس تفسیر کے اول میں جو خالی صفحات ہیں ان پر کچھ تحریر فرمائیں“ چنانچہ حضرت نے قلم اٹھا کر تقریباً دو صفحات لکھے یہی تفسیر آج بھی میرے پاس موجود ہے، میں بھی آپ حضرات کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر کسی بڑے عالم یا شیخ سے ملاقات ہو جائے تو اُن سے کسی کتاب پر یا ڈائری میں یادداشت کے طور پر کچھ لکھوائیں۔

ہمیں چند رکعتوں نے فائدہ دیا

طلبہ کو چاہیے کہ رات کو کتابوں کا مطالعہ کر کے سو جائیں، سحری کے وقت اٹھ کر نماز تہجد پڑھیں اس سے ذہن کھل جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، دعا قبول ہوتی ہے، حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ طلبہ پر تہجد پڑھنا لازم ہے۔ سحری کا وقت مبارک وقت ہے، شاید ان دو رکعتوں پر اللہ تعالیٰ بخشش کا فیصلہ فرمادیں، اس کے دربار میں کیا کمی ہے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا، ”کیا معاملہ ہوا؟“ انہوں نے فرمایا،

طَاحَتْ تِلْكَ الإِشَارَاتُ، وَغَابَتْ تِلْكَ العِبَادَاتُ، وَفَنَتْ تِلْكَ العُلُومُ، وَنَفِدَتْ تِلْكَ الرُّسُومُ وَمَانَفَعَنَا إِلَّا رُكَيْعَاتٌ كُنَّا نَرْكَعُ فِي الأَسْحَارِ۔

وہ اشارے مٹ گئے، وہ عبادتیں غائب ہوگئیں، وہ علوم فنا ہوگئے، اور وہ نقوش ختم ہوگئے، ہمیں تو صرف چند رکعتوں نے فائدہ دیا جو ہم سحری کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

☆☆☆

داماد سے محبت ایک سنت عمل ہے

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ داماد سے محبت کرنی چاہیے کیونکہ داماد سسر کی شرم چھپاتا ہے بیٹی اگر گھر میں ہو تو شرم ہے، اس کی شرم وحیاء کی فکر ہر وقت والد کو لاحق ہوتی ہے، لیکن جب یہی بیٹی نکاح میں آتی ہے تو والدین کی پریشانی ختم ہو جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں اپنے داماد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ لہٰذا داماد سے محبت سنت عمل ہے۔

باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب

دین اسلام ادب ہی ادب ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں، کہ "میں نے ۲۰ سال علم حاصل کیا اس میں ۱۸ سال ادب کے سیکھنے میں لگ گئے اور دو سال علم سیکھنے میں،" جو طلبہ باادب ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ علم سے حظ وافر عطا فرماتے ہیں لیکن جو طلبہ اساتذہ کا ادب نہیں کرتے وہ آہستہ آہستہ مجتہدین، فقہاء اور مشائخ کی بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں، پھر یہی طلبہ آخری سیڑھی صحابہ کرامؓ کی بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہی بے ادبی ان کیلئے ہلاکت کا باعث بنتی ہے، عبدالرحمٰن باباؒ نے خوب کہا ہے ....

چہ پہ ذم د پاک سیرتو شونڈے سپڑی
د دوزخ پہ سرد سرو ڈلکو خپل شفت نبدی (گدی)

[یعنی جو لوگ پاک سیرت شخصیات کی مذمت میں اپنے ہونٹ کھولتے ہیں وہ درحقیقت جہنم کی آگ پر اپنے ہونٹ جلاتے ہیں]

پسند آئی انہیں اک ادائے صابرانہ

غم اور مصیبت کے وقت صبر و استقامت سے کام لینا چاہیے، آہ و بکا سے کچھ نہیں بنتا۔ اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے حالات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، صحابہ کرامؓ ہر حالت میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے تھے، غم کے وقت صبر و استقامت کا سبق آموز واقعہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات کا واقعہ ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سفر میں تھے ان کا بیٹا فوت ہوا تھا جب گھر واپس آئے تو بیوی نے کچھ نہیں کہا کہ بیٹا فوت ہوا ہے، رات کو بیوی کے ساتھ جماع کیا، صبح ہوئی، صبح بیوی نے اپنے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ "جب کوئی شخص کسی کے پاس امانت رکھے اور پھر وہ امانت لے جائے تو کیا اس پر ناراضگی ہوگی"؟ فرمایا، "نہیں" پھر بیوی نے کہا، "ہمارا بچہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے لے لیا، لہذا اس پر بھی ناراضگی نہیں ہونی چاہیے۔" حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور تمام واقعہ سنایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "رات کو جماع کیا ہے؟" فرمایا، "ہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کو اس جماع سے اللہ تعالیٰ بہترین بچہ دے گا

قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ له تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُم قَدْ قَرَأَ الْقُرْآن [بخاری ج ۱ ص ۱۷۴]

"سفیان ثوریؒ نے بیان کیا، "کہ انصار کے ایک فرد نے بتایا، کہ "میں نے ابوطلحہؓ کی انہی بیوی سے نو اولاد دیکھیں سب کے سب قرآن کے عالم تھے۔"

عورتوں سے مشابہت کی ممانعت

مرد کو ایسا لباس پہننا چاہیے جو مرد میں مردانیت اور رجلیت پیدا کرے، عورتوں کا لباس نہیں پہننا چاہیے، ریشم مرد کیلئے حرام ہے کیونکہ ریشم نرم ہوتا ہے جو مرد میں انوثت پیدا کرتا ہے، مردوں کیلئے تشبہ بالنساء ممنوع ہے۔ اس وجہ سے پیغمبر علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے ایک ہیجڑے کو نکالا تاکہ صحیح لوگ اس کی شکل وشباہت سے متاثر نہ ہوں، جیسا کہ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے، کہ

> ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہیجڑا لایا گیا، جس نے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگائی ہوئی تھی'' تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، کہ ''اس آدمی کو کیا ہوا؟'' کسی نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! یہ عورتوں کی مشابہت کرتا ہے'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مدینہ منورہ سے نکالنے کا حکم دیا اور ''نقیع'' مقام کی طرف بھگایا، پھر صحابہؓ نے عرض کیا، کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اسے قتل نہیں کرنا چاہیے؟'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''کہ مجھے نمازیوں کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔''
>
> (ابوداؤد، کتاب الادب فی الحکم فی المخنثین)

لیکن افسوس کہ آج کل بہت سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کی شکل وصورت اختیار کرتے ہیں، حتیٰ کہ داڑھی اور مونچھے منڈوا کر سرخی اور کریم پوڈر لگاتے ہیں۔ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس میں فرمایا کہ

''لدھیانہ میں مفتی محمد نعیم صاحب کی مسجد کی دیوار پر ایک جملہ لکھا ہے
کہ ''مرد وہ ہے جس کے دیکھنے سے بندہ پر رعب طاری ہو جائے مرد
وہ نہیں جس کے دیکھنے سے بندہ کی شہوت بھڑک اٹھے۔''

موجودہ وقت میں مرد میں رجلیت کی بڑی علامت پگڑی اور داڑھی ہے، دور حاضر میں ہم امریکہ کا مقابلہ پگڑی اور داڑھی سے کرتے ہیں، کیونکہ جب وہ پگڑی اور داڑھی والے دیکھتے ہیں تو غصے سے آگ بگولہ ہوتے ہیں لہذا مسلمانوں کو پگڑی باندھنی چاہیے اور داڑھی لمبی کرنی چاہیے۔

اسی طرح عورتوں کیلئے تشبہ بالرجال (مردوں کی مشابہت کرنا) منع ہے، لاہور میں ایک عورت اپنے آپ کو مرد بنا رہی تھی، بار بار چہرے پر بلیڈ مارتی تاکہ چہرے پر بال نکل آئیں، پستانوں کے گوشت کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی، ڈاکٹروں سے اس کیلئے مختلف قسم کے علاج کر رہی تھی ضیغم اسلام شیر سرحد حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے فرمایا، کہ
''یہ عورت اپنے آپ کو مرد بنانے کیلئے ہر چیز کا علاج کرے گی لیکن
فرج کا علاج کس طرح کرے گی۔''

شوہر کی اطاعت کرنا

بیوی پر شوہر کی اطاعت لازم ہے، شوہر جب بھی بیوی کو بلائے تو وہ آئے گی، چاہے وہ تنور پر کیوں نہ ہو، کیونکہ تنور کا کام (روٹی پکانا) پھر بھی ہو سکتا ہے، لیکن اگر شوہر ناراض ہو جائے تو پھر طلاق دے گا یا محبت میں کمی واقع ہو گی، یہی وجہ ہے کہ شاعر کہتا ہے......

نمازیں جب قضا ہوں تب ادا ہوں ۔۔۔ نگاہیں جب قضاء ہوں کب ادا ہوں

زوجہ مولانا عزیر گل کا عالمانہ جواب

مولانا عزیر گلؒ کے ساتھ ایک نومسلم انگریز خاتون نے نکاح کیا اس خاتون کا نام ''جینی'' تھا جب مسلمان ہوئی تو پھر ''مدر Mother'' کے نام سے مشہور ہوئی، یہ خاتون دیوبند آئی اور مولانا عزیر گلؒ کے ساتھ شادی کی پھر مولانا عزیر گلؒ سے تعلیم حاصل کر کے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ لکھا، اپنی ایک انگریزی تصنیف دی بیلنس آف وے (صراط مستقیم) میں قبولیت اسلام سے پہلے کی زندگی اور بعد کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

وہ بڑی پاکباز اور عالمہ تھی، ایک دفعہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ'' مرد عورت کا نگران ہے تو اس نے جواب دیا، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ'' آپ کا ایک درجہ ہے (only one degree) اور وہ ڈگری طلاق کی ہے جو شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

اسراف

وضوء اور غسل کرتے وقت پانی زیادہ استعمال کرنا اسراف ہے، پانی کا بے دریغ استعمال نہیں کرنا چاہیے، ہمارے اکثر ساتھی پانی کے استعمال میں احتیاط نہیں کرتے ہیں، ہم یہ سوچتے ہیں کہ مفت پانی ہے جتنا استعمال کر سکتے ہو استعمال کرو، حالانکہ یہ اسراف میں داخل ہے، افریقہ والے پانی کے استعمال میں بہت زیادہ احتیاط کرتے ہیں، مزدلفہ میں ہمارے ساتھ ایک افریقہ والا وضوء کر رہا تھا میں نے ساتھیوں کو بتایا، کہ ''دیکھیں یہ لوگ پانی میں کتنی احتیاط کرتے ہیں'' چنانچہ اس نے پیپسی (Pepsi) کی چھوٹی بوتل میں پانی لا کر اس سے استنجاء کیا اور پھر وضوء کیا۔ [اور اس کے بعد بچا ہوا پانی بھی پی گیا]

مساجد کے احترام میں طلبہ کی حالت زار

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ طائف میں رہتے تھے اور زیارت حرمین کیلئے کبھی کبھی تشریف لاتے تھے اور کہتے تھے کہ

''مکہ اور مدینہ میں رہ کر حرمین کا احترام دل میں کم ہوتا ہے اس لئے میں حرمین میں نہیں رہتا ہوں اور طائف سے حرمین کی زیارت کیلئے آتا ہوں''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کہ میں چاہتا ہوں کہ میں کوفہ میں رہوں اور میرا دل مدینہ میں ہو''

ہم (شیخ الحدیث صاحب) جب مدینہ میں تھے تو حرمین کی کما حقہ ادب واحترام سے قاصر رہے ہیں، آج جب [وہاں سے ہزاروں میل دور آگئے ہیں اور] ہم وہ حالت یاد کرتے ہیں تو حرمین کی زیارت کیلئے تڑپتے رہتے ہیں۔ [شاعر نے سچ کہا ہے:

میـــنــــه فـــراق ســـره زیـــاتیـــگـــی

وصـــال پـــه میـــنــه بـــانـــدی اور اولـگـوی

محبت فراق سے زیادہ سے ہوتی ہے وصال تو محبت کو جلا دیتا ہے]

جو لوگ حرمین میں رہتے ہیں ان کے دل میں حرمین کی عزت واحترام ان لوگوں کی نسبت کم ہوتا ہے، جو لوگ صرف حج کیلئے آتے ہیں کیونکہ ان کے دل میں حرمین کی حد درجہ عزت واحترام ہوتا ہے۔

اسی طرح جو طلبہ مساجد اور مدارس میں رہتے ہیں، ان کے دل میں مسجد ومدرسے

کی عزت نہیں ہوتی، جو لوگ مسجد میں صرف نماز کیلئے آتے ہیں ان کے دل میں مسجد کا بہت زیادہ احترام ہوتا ہے۔ یہاں اکوڑہ خٹک میں ایک دفعہ ایک آدمی مسجد میں فجر کی نماز پڑھنے کیلئے آیا اس مسجد میں طلبہ رہتے تھے، نماز پڑھ کر جب یہ آدمی گھر آیا تو اس کی پیشانی کالی ہوگئی تھی بیوی نے جب دیکھا تو پوچھا" کہ آپ کی پیشانی کس چیز سے کالی ہوئی ہے،" چنانچہ اس آدمی نے جا کر مسجد میں سجدے کی جگہ دیکھی تو وہاں پر طلبہ نے کالی ہانڈی رکھی تھی اور وہ بھی محراب میں، بہت سے لوگ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو شکایت کرتے تھے کہ طلبہ مساجد کے تقدس کو پامال کرتے ہیں۔

شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے میری ڈیوٹی لگائی کہ تمام مساجد میں جا کر دیکھا کریں کہ طلبہ ان کو صاف رکھیں، چنانچہ ہم مختلف مساجد کا چکر لگاتے، میں نے ایسے طلبہ بھی دیکھے ہیں جو مسجد میں نسوار استعمال کرتے تھے اور مسجد کی صفوں کے نیچے سے ہم نے استعمال شدہ نسوار نکالی ہے، یہ ہے مسجد کے تقدس واحترام کے بارے میں طلبہ کی حالت زار۔

لبنان کے مجاہدین کیلئے شہداء کے گوشت کھانے کا فتویٰ

جب میں جامعہ اسلامیہ میں پڑھتا تھا اس وقت لبنان میں جنگ چھڑ گئی، مجاہدین بہت سخت حالات میں تھے، کھانے کیلئے ان کے پاس کچھ نہ تھا، انہوں نے جامعہ اسلامیہ میں استفتاء بھیجا،" کہ ہمارے لئے شہدا کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں کیونکہ یہاں مجاہدین کے کھانے کیلئے شہدا کے گوشت کے علاوہ کچھ نہیں ہے،" سعودی عرب کے مفتیان کرام اور مشائخ نے یہ فتویٰ دیا کہ" اس حالت میں شہداء کا گوشت بقدر ضرورت کھانا جائز ہے۔"

طلبہ پر گیند بلے کی حکمرانی

طلبہ نماز عصر کے بعد فضول بازاروں میں گھومتے ہیں نہ کوئی کام ہوتا ہے نہ کوئی ضرورت بلکہ ویسے وقت ضائع کرتے ہیں، بعض طلبہ کرکٹ کا تماشہ کرتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ جس وقت قرآن وحدیث کے طلبہ کرکٹ کا تماشہ کرتے ہیں اس وقت میرے پاس ایک لاٹھی ہو اور ان طلبہ کی خوب پٹائی کروں، کیونکہ یہ ایک معصیت ہے اور معصیت کے بہت سے دنیوی اور اخروی نقصانات کے علاوہ ایک یہ ہے کہ انسان کا حافظہ کمزور ہوتا ہے امام شافعیؒ نے اپنے استاد کو شکایت کی

شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِى
فَأَوْصَانِى إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِى

"میں نے (اپنے استاذ) وکیع کو اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ چھوڑنے کی وصیت فرمائی"۔

غرض یہ ہے کہ طالب علم کا ان فضول چیزوں میں وقت ضائع کرنا بھی معصیت ہے، لہذا جو طلبہ قرآن کے حفاظ ہیں، ان کو نماز عصر کے بعد گردان کرنا چاہیے اور جو احادیث کے طلبہ ہیں ان کو احادیث یاد کرنی چاہیے، حدیث کے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ اس کو ایک یا دو ہزار احادیث زبانی یاد ہوں کہ تقریر کرنے یا کسی مسئلہ کو بیان کرنے کے ساتھ دلیل بھی پیش کر سکے۔

غلط فہمی

حدیث میں خیبر کا لفظ آیا ہے (ہنس کر فرمایا) کہ اس خیبر سے درۂ خیبر والا خیبر مراد نہیں ہے، ہمارے اکثر پٹھان یہ خیال کرتے ہیں کہ اس سے یہ خیبر مراد ہے۔ ایک دفعہ ہم وہاں گئے تھے تو انہوں نے ایک مسجد علی بنائی ہے اور ان کے خیال میں وہ یہی خیبر ہے بلکہ اس سے مراد وہ خیبر ہے جو مدینہ منورہ سے بجانب شمال ۱۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

امیر شریعت کی جیل میں غیبی نصرت

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو انگریزوں نے ایک دفعہ قید کر کے بنگال کے ایک جیل خانے میں بند کر دیا، ایک ایسے تنگ و تاریک کمرہ میں قید کیا، کہ جب سونے کی کوشش کرتے تو پاؤں کھول کر نہیں سو سکتے تھے، ستم ظریفی یہ ہے کہ دیواریں گوبر سے لیپ دیا جاتا تا کہ دیوار پر گرد نہ ہو تو سید صاحب نماز کے لئے تیمّم بھی نہ کر سکیں۔ گندگی کے سبب چند روز میں شاہ صاحب پر خارش کی بیماری لگ گئی، ایک دفعہ ایک لوٹے میں پانی رکھا تھا، اچانک سانپ آیا اور اس لوٹے سے پانی پینے لگا، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے تھے، کہ

> ”میں بہت حیران ہوا کہ میرے پاس کسی قسم کے ہتھیار یا اوزار نہیں ہیں، تا کہ میں اس سانپ کو مار دوں، سانپ پانی پی کر واپس ہو گیا کچھ دیر بعد مجھے بہت پیاس لگ گئی، اب میں سوچ میں پڑ گیا کہ اس برتن سے سانپ نے پانی پی لیا ہے، پیاس کی شدت کی وجہ سے آخرکار مجبوراً [بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر] اس برتن سے پانی پینا شروع کیا، جس سے سانپ نے پیا تھا اللہ کی قدرت کے کرشموں کو دیکھ لیں، کہ جونہی میں نے پانی پی لیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خارش سے نجات دلائی اور صحت کاملہ عطا کی۔“

نعمت کی قدردانی

اونٹ ایک زبردست اور قوی جانور ہے تمام جانوروں میں طاقتور جانور ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اونٹ کو انسان کے لئے مسخر اور تابع بنایا ہے، اونٹ پر جب

سامان رکھتے ہیں تو بٹھایا جاتا ہے، اگر اس طرح نہ ہوسکتا تو پھر سیڑھی کی ضرورت ہوتی، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ" (کیا آپ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا ہوا ہے) اونٹ کی خلقت عجیب سی ہے، یورپی ممالک میں اونٹ نہیں ہوتا جب وہ اونٹ دیکھ لیتے ہیں تو اس کو حیران کن نظروں سے دیکھتے ہیں۔

ایک دفعہ امریکہ کا صدر مملکت کنیڈی کراچی آیا تھا اس نے پہلی بار اونٹ دیکھا تو وہ بہت حیران ہوا، بشیر نامی شخص اس اونٹ کا ساربان تھا اس کو بہت زیادہ انعامات دیئے اور اس کو امریکہ کی سیر و تفریح کی دعوت دے دی۔

مظلوم بیٹی

بعض لوگ بیٹیوں پر پیسے لیتے ہیں، اوران کا مہر پہلے سے وصول کرتے ہیں بعد میں لڑکی کو کچھ نہیں دیتے۔ پیسے لیکر بہنوں اور بیٹیوں کو بیچنا انتہائی ظلم اور زیادتی ہے، اس مظلوم بیٹی کو جانوروں کی طرح بیچنا کہاں کا انصاف ہے؟ کل قیامت کے دن اگر یہی بیٹی ظالم باپ کے گریبان میں ہاتھ ڈالے گی، تو باپ کیا جواب دے گا۔ مدینہ میں میرے ایک [افغانی] ساتھی نے ۶۰ ہزار ریال کے عوض اپنی بیٹی بیچ دی حتی کہ اس کے کپڑوں اور چپل وغیرہ کے لئے بھی اس کے سسرال سے پیسے وصول کئے، یہ سب حرام ہیں کیونکہ یہ تو لڑکی کا حق ہے نہ کہ والدین کا۔ آپ تو اہل علم ہیں، یہ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنے علاقے میں اس طرح کی ظالمانہ رسومات کا قلع قمع کریں، اور لوگوں میں اپنی تقریروں سے یہ شعور بیدار کریں، کہ جس طرح بیٹوں کا حق ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق اور حصہ ہے۔

بدنظری ایک عظیم گناہ

بدنظری سے بچنا چاہیے کیونکہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، "اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الشَّيَاطِيْنِ" (نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے) راستے میں عورت پر جب پہلی دفعہ نظر پڑ جائے تو یہ معاف ہے لیکن پھر اجتناب کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا، "يَا عَلِيُّ لَكَ النَّظْرَةُ الْأُولىٰ" اے علی! تیرے لیے پہلی بار دیکھنے کی گنجائش ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ

"اے پیغمبر علیہ السلام مومنوں کو کہہ دیجئے کہ اپنی نظروں کو نیچے رکھیں"

قرآن نے بدنظری سے بچنے کا حکم دیا ہے کیونکہ "العينُ بَرِيْدُ القَلْب" (آنکھ دل کا ڈاکی ہے) تو جب آنکھ کا استعمال ناجائز کاموں میں ہوگا تو دل کا استعمال بھی ناجائز میں ہوگا، جب دل کا استعمال خلاف شرع کاموں میں ہوگا، تو سارے جسم کا استعمال اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے افعال میں ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ" (آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا بدنظری ہے) بدنظری گناہ ہے اگر کسی سے اس طرح کی غلطی سرزد ہو جائے تو توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔ [حدیث میں ہے ذَاقَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ ایمان کی حلاوت اس نوجوان کو محسوس ہوتی ہے جو اپنی نگاہوں کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک ہندو شاعر کہتا ہے۔

دل کی نہیں تقصیر ممکن آنکھ ہیں ظالم — یہ جا کے نہ لڑتیں وہ گرفتار نہ ہوتا

[نَظْرَةٌ فَابْتِسَامَةٌ فَسَلَامٌ — فَكَلَامٌ فَمَوْعِدٌ فَلِقَاءٌ]

ابتداءً نظر پڑتی ہے پھر ایک دوسرے کو مسکراتے ہیں پھر سلام کرتے ہیں، پھر باتیں شروع ہو جاتی ہیں اسکے بعد وقت مقرر ہوتا ہے اور ملاقات ہوتی ہے۔

میر کارواں ہو تو ایسا

فقر دو طرح کا ہوتا ہے اختیاری اور اضطراری، امیر المومنین ملا محمد عمر کا فقر بھی اختیاری تھا کیونکہ وہ بادشاہ تھا، حکمران تھے، خزانے ان کے ہاتھ میں تھے لیکن اس کے باوجود امیر المومنین کے بچے سردی کے موسم میں بغیر جوتوں اور بغیر چپلوں کے گھوم رہے تھے، پھر ایک مالدار تاجر نے ملا محمد عمر کے بچوں کا یہ حال دیکھا تو ان کے لئے چپل خریدے۔

اسی طرح میں رمضان المبارک کے مہینے میں پشاور میں ترجمہ وتفسیر پڑھا رہا تھا، طورو کے نواب صاحب کے بیٹے نے افغانستان کے طالبان کیلئے کمبل اور دیگر سامان کا ایک ٹرک بھیجا، میں اس کے ساتھ افغانستان کونصلیٹ گیا وہاں پر افغانستان کے سفیر مولانا نجیب اللہ صاحب تھے، مولانا نجیب اللہ صاحب نے چائے منگوائی، ہم بیٹھ گئے، نواب صاحب کے بیٹے نے ۷۰ ہزار روپے نقد بھی دیئے اور کہا، کہ "میں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں، میری سات بہنیں ہیں، افغانستان کے طالبان کو اگر ہمارے خون کی ضرورت ہو تو ہم تیار ہیں۔"

اس وقت بات چیت کے دوران افغانستان کے سفیر مولانا نجیب اللہ صاحب نے امیر المومنین کا واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا کہ "ہماری کونصلیٹ میں کچھ کاغذات پر ملا محمد عمر کے دستخط کی ضرورت تھی اس سلسلے میں، میں قندھار گیا، امیر المومنین ملا محمد عمر کے دفتر میں حاضری ہوئی، امیر المومنین کو اطلاع دی گئی ان کے ساتھ دیگر مہمان بیٹھے تھے، چنانچہ کچھ دیر کیلئے میں باہر بیٹھ گیا، اس دوران باورچی کھانا لایا میں نے جونہی کھانا دیکھا تو سادہ بھنڈی

تھی جس میں گھی اور مصالحہ کا نام ونشان نہیں تھا، میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی کہ امیر المومنین نے خود گوشت کھایا ہوگا اور مجھے سادہ بھنڈی کھلائی، کچھ دیر بعد جب اجازت ملی اور میں اندر گیا تو باورچی وہی کھانا ملا محمد عمر کیلئے بھی لایا، آپ کے ساتھ کئی مہمان تھے آپ نے ان کے ساتھ وہی کھانا کھایا، میں نے ان کی یہی سادہ مزاجی اور اختیاری فقر دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کیا۔" یہ تھے مسلمانوں کے حکمران جو سیرتِ عمرؓ پر عمل کرنے والے تھے۔

بیٹیوں کے نکاح کی خود دعوت دینا

بخاری کتاب النکاح "باب تعریض نکاح البنت والاخت علی الغیر" کے تحت فرمایا کہ

"اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے نکاح کی خود دعوت دینی چاہیے، جس چیز کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو، خود عملاً کر کے دکھایا ہو، صحابہ کرامؓ نے بھی وہی عمل ہمیشہ کے لئے اپنایا، اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ افسوس کہ ہم اس میں شرم محسوس کرتے ہیں، حالانکہ اس میں کچھ شرم نہیں ہے، عرب اس میں شرم نہیں کرتے، ان کی بیٹی جب بالغ ہوجائے تو وہ خود کہتے ہیں۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اپنی بیوی سے کہا تھا، کہ "جب میری بیٹیوں میں کوئی ایک بالغ ہوجائے تو مجھے اس وقت بتانا،" جب کوئی بیٹی بالغ ہوتی، تو بیوی کہتی کہ "بیٹی بالغ ہوئی ہے"، حضرت لاہوریؒ گھر سے نکلتے اور جو طالب علم پہلی ملاقات کرتا تو فرماتے، کہ "اے طالب علم میری بیٹی بالغ ہوئی ہے اگر آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ نکاح کرادوں گا۔"

قاضی ابو یوسفؒ کا جرأت مندانہ فیصلہ

قاضی ابو یوسفؒ ہارون الرشیدؒ کے دورِ خلافت میں سب سے بڑے قاضی (چیف جسٹس) تھے، ایک دفعہ ہارون الرشید نے سب وزراء کو دعوت دی، امام ابو یوسفؒ کو بھی دعوت دی جب تمام وزراء آئے اور مجلس لگ گئی [کھانے میں کدو کا سالن بھی تھا] تو امام صاحبؒ نے فرمایا، ''کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو بہت پسند کرتے تھے۔'' ایک وزیر نے کہا، کہ ''میں کدو کو پسند نہیں کرتا'' وزیر کی اس بات کو سنتے ہی قاضی صاحبؒ نے اپنے جلاد کو حکم دیا، ''سیفاً ونطعاً'' سیف عربی میں تلوار کو کہتے ہیں اور نطع عربی میں اونٹ کے چمڑے سے بنائے گئے دسترخوان کو کہتے ہیں، اونٹ کے چمڑے کو نیچے بچھا دیتے تھے اس پر ریت ڈالتے تھے اور پھر مجرم کو قتل کرتے، تاکہ یہ خون زمین پر نہ لگے اور ریت اس کو جذب کرلے۔ اب سعودی عرب میں اس کیلئے پلاسٹک استعمال کرتے ہیں، اور جو خون زمین پر گر جائے تو بڑے بڑے ٹینکر پانی سے بھرے موجود ہوتے ہیں پھر اس خون پر پانی ڈال کر صاف کرتے ہیں۔ قاضی ابو یوسفؒ کی بات کا مطلب یہ تھا کہ چمڑہ نیچے بچھا دیں اور وزیر کو اس کے اوپر قتل کریں۔

قاضی ابو یوسفؒ کی بات سنتے ہی ہارون الرشید ششدر رہ گئے اور پوچھا، ''کہ حضرت! کیا مسئلہ پیش آیا؟'' فرمایا کہ آپ نے نہیں سنا، ''کہ اس وزیر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کی'' اور کہا، کہ ''میں کدو کو پسند نہیں کرتا'' اب اس کا سر اڑایا جائے گا، بادشاہ نے بہت منت زاری کی کیونکہ اس وقت قاضی بااختیار ہوتے تھے، آج کل کے ججوں کی طرح نہیں ہوتے تھے، بادشاہ ان کے تابع تھے۔ [بادشاہ نے اور تمام وزیروں نے

سفارشیں کیں خود اس وزیر نے بھی کہا کہ واللہ میرا مقصد مخالفت نہیں ویسی میری طبیعت ایسی ہے کہ میں کدو نہیں کھاتا تب قاضی] ابو یوسفؒ نے حکم دیا، کہ اس کو ''جیل میں بند کیا جائے،'' چنانچہ سرکاری وزیر کو جیل میں قید کیا گیا، قاضی ابو یوسف صاحبؒ نے اپنے ایک شاگرد کو قیدیوں کا لباس پہنا کر جیل بھجوایا اور جیل کے انچارج کو حکم دیا کہ اس کو جیل میں رکھیں اور اپنے شاگرد کو کہا کہ اس وزیر سے کبھی کبھی حدیث کے بارے میں معلومات کریں، شاگرد بھی جیل میں تھا اور وزیر بھی، بعض اوقات امام ابو یوسفؒ کا شاگرد اس وزیر کے پاس جاتا تھا اور حدیث سے متعلق پوچھتا تو وہ کہتے تھے، کہ ''یہ صحیح ہے'' جب پوری معلومات حاصل کی تو معلوم ہوا کہ وہ وزیر حدیث کا عاشق تھا لیکن خطأً اس کے منہ سے یہ بات نکلی تھی۔ چنانچہ قاضی صاحبؒ نے حکم دیا کہ اس کو آزاد کیا جائے۔ یہ تھے قاضی القضاۃ اور چیف جسٹس۔ کیا آج کا کوئی جج اور چیف جسٹس کسی وزیر کے بارے میں ایسا فیصلہ سنا سکتا ہے، جس طرح امام صاحبؒ نے سنایا؟

عالمات سے نکاح کی اہمیت

فاضلات سے نکاح کریں، حافظات سے نکاح کریں، کیونکہ یہ آپ کی مددگار ثابت ہوں گی۔ جب آپ کہیں کہ کتب خانہ سے شرح جامی لائیں تو شرح جامی اٹھا کر لائیں گی۔ اور جو جاہل بیوی ہو وہ تو قرآن اور کسی دوسری کتاب کا فرق نہیں کر سکتی ہے۔ ہمارے بہت سے مصری ساتھی تھے جن کی بیویاں عالمات اور فاضلات ہوتی تھیں جب وہ کوئی کتاب یا رسالہ لکھتے تھے۔ تو بیویاں بہت مدد کرتی تھیں وہ حوالہ جات نقل کرتیں اور آدھی تصنیف ان کے ساتھ کرتی تھیں یہی وجہ ہے کہ وہ بہت جلد تصنیف کو مکمل کرتے تھے۔

مغالات فی المہور

عرب میں یہ مسئلہ عام ہے کہ لڑکی کیلئے ۱۰ لاکھ، بیس لاکھ ریال مہر مقرر کرتے ہیں، بہت سے سعودی لوگ مصر اور شام میں نکاح کرتے ہیں کیونکہ یہاں کے مہر کم ہوتے ہیں [اور سعودی لڑکیوں کے مہر ان کی بساط سے بہت زیادہ ہوتے ہیں] ایک وقت مدینہ منورہ کے علماء کرام جمع ہوگئے کہ مغالات فی المہر کا مسئلہ ختم کریں، اس اجماع کی ایک نقل میرے پاس اب بھی موجود ہے، لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے اور اب بھی یہی رواج عام ہے۔

اردن کے عقبہ میں ایک دفعہ میرے ساتھ حکیم احسان الحق صاحب تھے جو ملتان کے رہنے والے تھے، حکیم اور ڈاکٹر تھے ان کے والد محترم دارالعلوم حقانیہ کے معاون تھے، ایک دفعہ مجھے ایک عرب ساتھی نے بتایا، کہ ”میری تین بیٹیاں بیمار ہیں آپ حکیم صاحب کو بتائیں،“ چنانچہ میں نے حکیم صاحب کو بتایا، ”میرے ایک دوست کی بیٹیاں بیمار ہیں ان کا علاج کریں،“ میں اور حکیم صاحب اس عرب دوست کے گھر گئے تو عرب نے بتایا کہ دونوں اندر آئیں میں نے کہا، کہ ”میں نہیں آتا اور حکیم صاحب آئیں گے“ تو انہوں نے کہا، کہ ”یہ تیری بہنیں ہیں“ میں نے کہا، ”ٹھیک ہے لیکن شرعاً میرے لئے جائز نہیں،“ چنانچہ میں باہر مہمان خانے میں بیٹھ گیا۔ حکیم صاحب گئے معائنہ کیا جب باہر آئے تو مجھے اردو میں کہا، ”کہ تین لڑکیاں سیلان الرحم کی بیماری میں مبتلا ہیں اس ساتھی کو بتائیں کہ ان کا نکاح کرائے، بس اس کا یہی علاج ہے“ عرب دوست نے پوچھا، ”حکیم صاحب کیا بتا رہے ہیں، میں نے شرم کی وجہ سے اس صاحب کو نہیں بتایا“ اور کہا، کہ ”پھر آپ کو بتاؤں گا

"کیونکہ اس مجلس میں لڑکیوں کے تین بھائی بھی بیٹھے تھے، عرب دوست نے اصرار کیا، کہ" نہیں اب ضرور بتائیں" میں نے کہا، کہ "حکیم صاحب بتا رہے ہیں کہ ان کو سیلان الرحم کی بیماری ہے اور ان کا نکاح کراؤ، باپ بیٹے روئے اور کہا کہ ان کا نکاح میں شام سے پہلے کر دوں گا لیکن پھر میرے لئے یہاں رہنے کا امکان نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ کہیں گے کہ بیٹیوں کی روٹی اور کپڑے سے عاجز تھا تو کم مہر پر نکاح کروایا" یہ ایک رواج بن گیا تھا، پھر اس کو ختم کرنا مشکل تھا۔ حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴۰ اوقیہ پر نکاح کیا ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے :"علی وزن نواۃ من ذھب" کو مہر دیا تھا نواۃ کا معنی ہے کھجور کی گٹھلی اور اس کی مقدار آدھا تولہ سونا ہوتا ہے۔

تھا میرا مرض حرم کا پیام پہنچانا

بخاری کتاب النکاح، باب المتعۃ کے تحت فرمایا: "کہ ہم پہلے دو سال مسلسل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ایران کے راستہ آئے ہیں ان دنوں میں طلبہ کو ٹکٹیں جامعہ کی طرف سے نہیں ملتی تھیں، مدینہ منورہ سے شیراز تک چار ہزار ریال آنے جانے کا کرایہ تھا۔ مدینہ منورہ سے دمام اور دمام سے شیراز۔ پھر شیراز سے افغانستان کے راستے پشاور تک ہم دو ہزار پاکستانی روپے میں پہنچ جاتے تھے۔

ایک سفر میں ہم مشہد میں ایک کتب خانے سے کتابیں خرید رہے تھے، اس کا مالک شیعہ تھا اس نے کہا، کہ "حضرت عمرؓ نے بہت ظلم کیا ہے کہ اس نے متعہ حرام کیا ہے" تو میں نے کہا، کہ "یہ تو حضرت علیؓ سے مروی ہے اور ابن عباسؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا ہے،" اس آدمی پر پسینہ آیا اور چپ ہو گیا۔ شیعہ نظریے کے مطابق جو بچہ متعہ سے پیدا ہو جائے اس کا امام حسنؓ دوسرے کا امام حسینؓ کے برابر درجہ ہوتا ہے۔

عرب بھائیوں کا دینی انحطاط

پہلی دفعہ جب میں بغداد گیا میں نے وہاں پندرہ دن قیام کیا اس قیام میں میرے ساتھ بلوچستان کے ایک حاجی صاحب بھی تھے، حاجی صاحب کی لمبی داڑھی تھی جب ہم پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دربار پر گئے، تو وہاں موجود نوجوان لڑکے حاجی صاحب کی داڑھی پر ہنستے اور عربی میں کہتے تھے

وَاللّٰہِ ھٰذا اللحْیَ اَطْوَلُ مِنْ مِکْنَسَۃِ الْبَلَدِیَّۃِ

[کہ خدا کی قسم اس شیخ کی داڑھی بلدیہ کی جھاڑو سے زیادہ لمبی ہے]

وہ حاجی صاحب عربی نہیں سمجھتے تھے تو مجھے بتایا، کہ ''مولوی صاحب! دیکھو کتنے اچھے لوگ ہیں ہمارے آنے سے بہت خوش ہوئے اور ہنس رہے ہیں'' میں نے ان کو ہاں میں جواب دیا اور خود دل میں کہا، کہ '' یہ تو ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں'' بغداد میں قیام کے دوران میں نے صرف تین علماء دیکھے جن کی داڑھیاں تھی۔ ایک امام ابوحنیفہؒ کی مسجد کا امام الشیخ عبدالقادر المحترم، دوسرا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ قادریہ کا صدر مدرس شیخ عبدالکریم آبیارہ اور تیسرے الاسلام بین العلماء والحکام کے مؤلف مجاہد کبیر مولانا عبدالعزیز بدری تھے، جو اخوان المسلمین کے اہم رکن تھے۔

اسی طرح میں ایک دفعہ بیت المقدس میں جا رہا تھا کہ لڑکے نے مجھے آواز دی یا ''سیخ!'' سیخ عربی میں سکھ کو کہتے ہیں میں چپ ہو گیا جب دوسری دفعہ آواز دی تو میں حیران ہو کر کھڑا ہو گیا، ایک قدم آگے لیتا اور دوسرا قدم پیچھے رکھتا اور تردد میں رہا، کہ اس سے بات کرلوں یا چشم پوشی کرلوں اس لیے کہ مسافر کو یہ زیب نہیں دیتا ہے، کہ وہ جھگڑوں میں پڑے

جائے، جب اس مقدسی نوجوان نے تیسری مرتبہ تیز آواز سے کہا، ''اے سکھ!'' تو ضمیر نے فتویٰ دیا، کہ اس وقت خاموش رہنا کسی گونگے شیطان کی علامت ہے، پس میں اس مقدسی نوجوان سے مخاطب ہوا، اور کہا، کہ ''خدا کے بندے میں سکھ نہیں مسلمان ہوں۔ [تم نے مجھے کیسے ان کلمات سے آواز دی اور تو کئی مرتبہ ہنسا، تمہاری حالت نے مجھے تعجب میں ڈال دیا کہ مسجد اقصیٰ کے پڑوس میں مبارک زمین اور مقدس شہر میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر استہزاء کرتا ہے، نوجوان نے کہا کہ مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ جنگ عظیم میں یہاں برطانیہ کی فوج سکھوں کی ایک بٹالین فوج آئی تھی جن کی لمبی لمبی داڑھیاں تھیں، میں نے آپ کی داڑھی کو دیکھا، میں نے سمجھا کہ آپ سکھ ہیں میں نے کہا تمہیں معلوم نہیں] کہ داڑھی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، یہ مسلمانوں کی نشانی ہے اور علامت ہے،''

وہ مقدسی مجھے کہنے لگا، کہ ''تمہاری اس بات پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے،''

میں نے کہا، ''دلائل تو بہت زیادہ ہیں اور چند صحیح اور صریح احادیث بیان کر دیں جو داڑھی کے وجوب پر دلالت کرتی تھیں،'' یہ نوجوان اپنی دکان سے باہر آ کر میرے ساتھ گلے لگا، میرا ماتھا چوما اور بار بار کہا، ''مجھے معاف کرو۔ یہ جرم پھر نہیں کروں گا'' [ہم اس بحث مباحثے میں لگے ہوئے تھے، کہ مسجد اقصیٰ کے میناروں سے اذان عصر کی آواز بلند ہوئی، تو میں مسجد کی طرف روانہ ہوا، مسجد اقصیٰ میں جا کر دیکھا تو چالیس تک نمازی صف اول میں نظر آئے اور ان میں اکثر افغانستان اور پاکستان کے زائرین تھے]

القدس کے شہر میں تین ہندوستانی علماء سے میری ملاقات ہوئی جنہوں نے داڑھیوں کو چادروں میں چھپالیا تھا، میں نے ان سے پوچھا، ''یہ نقاب کیوں؟'' تو انہوں نے کہا، ''یہ لڑکے داڑھی کا استہزا کرتے ہیں اور ہنستے ہیں، تو اس لیے ہم نے داڑھیاں

چادروں میں چھپائی ہیں" میں نے ان سے عرض کیا، "کہ ان سے داڑھی مت چھپاؤ بلکہ ان کو داڑھی کا مقام اور اہمیت واضح کرو۔"

ان ہندی علماء نے کہا عرب ممالک جانے سے پہلے ہم نے دل میں تصور باندھ لیا تھا کہ عرب مسلمان عظمت اسلام کے خوبصورت نمونے اور امت مسلمہ کے بہترین اکابر ہونگے، [ان کے چہرے داڑھیوں سے منور ہوں گے' ان کا لباس' وضع قطع' شکل وصورت صحابہ کرام جیسے ہوگی] مگر جب ہم بصرہ کی بندرگاہ پر اترے، اور عرب مسلمان دیکھے، جو داڑھیاں منڈوائے ہوئے تھے تو ہم حیران رہ گئے، اور پھر جب ظہر کی نماز کے لئے مسجد گئے، داڑھی تراشیدہ امام مصلی پر کھڑے ہوئے، اور پیچھے مسلمان بھی اس طرح تھے جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو سب ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور ہماری داڑھیوں سے متحیر تھے، ہم نے بصرہ، کوفہ، فلوجہ، رمادی، عمان، اردن اور القدس میں ایک امام بھی داڑھی والا نہیں دیکھا ہے.........

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

چنانچہ وہاں سے واپس ہو کر [حج بیت اللہ شریف کے مناسک سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے مدینہ منورہ کی نورانی فضاؤں میں] "مکانة اللحية فی الاسلام" لکھی جس کے لکھنے میں، میں نے مدینہ منورہ میں بہت سی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ آج تو الحمدللہ تبلیغی جماعت اور طالبان افغانستان کی برکت ہے کہ دنیا میں لوگ سمجھ گئے کہ داڑھی مسلمانوں کا دینی شعار ہے، اسی طرح ٹی وی [کے ذریعہ مجاہدین اسلام طالبان افغانستان کی جاذب فکر ونظر خوبصورت داڑھیاں اور سروں پر

سنت کے مطابق پگڑیاں اور اسلامی بارعب لباس سے نوجوانان عرب بھی متاثر ہوئے۔ ماشاء اللہ تبلیغی حضرات کی پے در پے جماعتیں بھی عربی بلاد میں تبلیغ ودعوت کا عظیم فریضہ کی ادائیگی میں چلنی شروع ہوئیں تو عرب شباب میں بھی اسلامی اقدار وروایات نظر آنے لگے ہیں اللھم زد فزد]

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ہمارے ساتھ جامعہ اسلامیہ میں بہت سے ایسے طلبہ تھے جو احناف کے سخت مخالف تھے اور مذہب حنفیہ کے ساتھ تعصب رکھتے تھے، وہاں کے [بعض] علماء احناف کے مذہب اور دلائل کو بیان نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ احناف کا مذہب صرف رائے پر مبنی ہے، کبھی کبھی جامعہ اسلامیہ میں ہم استاد کے ساتھ بحث کرتے تھے اور کہتے تھے، کہ ''احناف کی یہ دلیل ہے قرآن کی آیت دلیل ہے، یہ حدیث دلیل ہے'' وہ طلبہ بہت خوش ہوتے تھے اور اساتذہ سے کہتے تھے، ''کہ احناف طلبہ کو چھوڑ دیں تاکہ یہ اپنے دلائل بیان کریں'' لیکن ہمارے [بعض] اساتذہ بہت غصہ ہوتے تھے اور ہمیں کہتے تھے، کہ ''آپ احناف بہت تعصب کرتے ہیں''

ہم کہتے تھے، کہ ''حضرت! آپ سالہا سال اپنے مذہب کی تائید میں دلائل بیان کرتے ہیں لیکن ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ لوگوں میں تعصب ہے،'' لیکن کسی مسئلہ کے اثبات کے لئے قرآن وسنت سے دلیل پیش کرتے ہیں تو آپ ہم پر فتویٰ لگا لیتے ھٰذا هُوَ التَّعَصُّبُ الحَنَفِی [ہمارے ہندوپاکستان میں پوری فراخدلی سے اساتذہ کرام تمام ائمہ کرام کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ بحمداللہ مسلک احناف کوئی لاوارث مسلک نہیں یہ قرآن وسنت کے نصوص قطعیہ پر استوار مسلک ہے]

مدارس میں رجال کار کم ہوتے ہیں

آج کل مدارس میں رودّس بہت ہوتے ہیں لیکن رجال کار کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ دارالعلوم حقانیہ آئے تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے فرمایا، کہ

"حضرت! رجال پیدا کرنے چاہیے رودّس [تعداد] تو بہت ہیں لیکن رجال کی کمی ہے لہٰذا رجال پیدا کرنے چاہیے"

آج طلبہ کتابیں یاد نہیں کرتے ہیں پہلے زمانے میں طلبہ بہت محنت کرتے تھے میں نے کافیہ تین سال میں پڑھی ہے، بلکہ زبانی یاد کی ہے اور سلم یاد کی ہے آج کل طلبہ منطق نہیں پڑھتے طلبہ کیلئے سلم تک منطق پڑھنا لازمی ہے اگر کوئی منطق نہ جانتا ہو تو تفسیر کبیر کس طرح سمجھے گا، بہت سے مسائل کے حل میں منطق کے قوانین کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ ادب کی کتابوں میں سے چند اشعار زبانی یاد کرنے چاہئیں۔

ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ مدینہ کے شئون الدعوۃ کے مدیر محترم شیخ احمد زہرانی تشریف لائے [ان دنوں میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زرولی خان صاحب کی دانشکدہ جامعہ عربیہ احسن العلوم میں مدرس تھا] محترم زہرانی نے فرمایا کہ "میں احناف کے مدارس کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں،" کیونکہ غیر مقلدین نے احناف کو وہاں بدنام کیا تھا، میں اس کے ساتھ دارالعلوم کراچی، دارالعلوم فاروقیہ اور بنوری ٹاؤن گیا، ایک جگہ ایک درس گاہ میں ایک طالبعلم کے پاس حماسہ کی کتاب تھی تو پوچھا، کہ "بیٹا! اس کتاب سے ایک شعر تو سنادیں،" وہ طالبعلم اس عرب شیخ کے سامنے حماسہ کی تمام کتاب سے ایک شعر بھی نہ سنا سکے، جس پر بہت افسوس

ہوا اور ہم شیخ احمد زہرانی کے سامنے شرمندہ ہوئے، میں نے اُن کو بتایا کہ "ہمارے طلبہ بہت زیادہ شرم محسوس کرتے ہیں" اس لیے وہ آپکے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

مدارس دینیہ کے طلبہ کو چاہئے کہ وہ دیوان متنبی، دیوان حماسہ، سبع المعلقات سے زیادہ سے زیادہ اشعار یاد کریں، بلکہ اگر ہو سکے تو ادب کی کتابیں زبانی یاد کریں، تاکہ عربی میں مضبوط استعداد کے مالک بن جائیں۔

ایک مصری عالم کو علامہ درخواستیؒ کی نرالی ٹوک

مصری علماء اکثر داڑھی نہیں رکھتے، بڑے بڑے علماء، مفسرین اور محدثین ہوتے ہیں لیکن داڑھی منڈواتے ہیں، جو عالم مصر میں داڑھی رکھتا ہے وہ بڑا مجاہد ہوگا۔ ایک دفعہ ایک بڑے مصری عالم سے حافظ الحدیث عبداللہ درخواستیؒ نے پوچھا، کہ "آپ داڑھی کیوں منڈواتے ہیں" تو اس نے کہا، کہ اَلْاِیْمَانُ فِی الْقَلْبِ لَافِی اللِّحْیَةِ

"ایمان دل میں ہوتا ہے نہ کہ داڑھی میں"

چنانچہ حضرت علامہ درخواستی صاحبؒ نے جواب دیا، کہ "پھر حیاء بھی دل میں ہے تو قمیص اور شلوار اتارو" اس مصری عالم نے جب یہ جواب سنا تو حیران رہ گئے۔

عورتوں کی تین قسمیں

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ فرماتے تھے، کہ "عورتوں کی تین قسمیں ہیں مستورات، مکشوفات اور شاملات۔ غریبوں کی بیویاں مستورات، متوسط کی مکشوفات اور مالداروں کی بیویاں شاملات ہوتی ہیں۔"

حق پسندی کا اثر

حاتم اصم ایک بڑے ولی اللہ تھے۔ایک دفعہ اس کی ایک لونڈی سے اس کے سامنے ریح مع الصوت خارج ہوئی۔ وہ بہت شرمندہ ہوئی پھر جب وہ بات کرتی تھی تو حاتم اصم فرماتے تھے کہ ”زور سے بات کرو میں نہیں سنتا ہوں،“ وہ بہت خوش ہوئی، کہ انہوں نے یہ آواز نہیں سنی ہوگی کیونکہ وہ بہرہ ہے اس وجہ سے وہ اصمؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

حاتم اصمؒ جب کسی ساتھی کے پاس جاتے تھے تو دروازہ کھٹکھٹا کر کھڑے ہو جاتے تھے اور آنکھیں بند کر لیتے، جب گھر سے لونڈی حاضر ہوتی اور پھر مالک کے پاس جاتی تھی تو کہتی ” صدیقك الأعمیٰ یدعوك “ آپ کا اندھا ساتھی آپ کو بلا رہا ہے، تو مالک کہتے تھے ”وہ اندھا نہیں ہے بلکہ وہ کمال احتیاط کی وجہ سے نیچے دیکھتے ہیں،“

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا، کہ ”جب تم مناظرے کو جاتے ہو تو آپ کا مقابل آپ کا طرفدار بن جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟“ تو فرمایا، کہ ”جب میں مناظرے کیلئے جاتا ہوں تو رات کو دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ اس کی زبان پر حق جاری فرما“ اور دوسری بات یہ ہے کہ ”میں مناظرے کی نیت سے نہیں جاتا کہ اس کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کروں“

ایک دفعہ حضرت اصمؒ حج کیلئے روانہ ہوئے، راستے میں ایک علاقے کے قاضی اور بڑے عالم بیمار تھے، لوگوں نے درخواست کی، کہ ”ہمارے قاضی صاحب کے لئے دعا کریں،“ چنانچہ آپ نے ساتھیوں سے کہا کہ میں جاتا ہوں تا کہ اس عالم اور قاضی کی عیادت کروں جب وہاں گئے تو بہت سارے بنگلے تھے، پارک اور آبشار تھے، گویا وہ قاضی

صاحب ایک بادشاہ تھے، آپؒ نے قاضی صاحب سے کہا، کہ ”میں آپ کے سامنے وضو کرتا ہوں آپ دیکھ لیں کہ میرا وضو صحیح ہے یا نہیں؟“

چنانچہ آپ نے ان کے سامنے وضوء شروع کیا، چہرہ تین دفعہ دھویا اور چوتھی دفعہ دھونے کی تیاری کی تو قاضی صاحب نے کہا، ”یا ھذا اسراف یہ اسراف ہے،“ اسی طرح ہاتھ تین دفعہ دھوئے، چوتھی دفعہ دھونے کی تیاری کی تو قاضی صاحب نے کہا کہ چوتھی دفعہ نہیں دھونا کیونکہ یہ اسراف ہے، اس وقت حاتم اصمؒ نے کہا، کہ ”اچھا جب یہ اسراف ہے تو پھر آپ کے یہ اتنے بنگلے باغات' پارک' آبشار اسراف نہیں ہیں،“ قاضی بے ہوش ہو گئے جب بیدار ہوئے تو سب کچھ اللہ کی راہ میں وقف کیا اور حاتم اصم کا شکریہ ادا کیا۔

محترم طالب علمو! ”جو بات دل سے نکلتی ہے، دل پر اثر کرتی ہے لہذا جب بھی وعظ ونصیحت کریں تو دل کی گہرائی سے کریں کیونکہ پھر وہ اثر کرے گی۔“

تحفظِ نسواں بل کیا ہے؟

آج کل ہمارے ملک میں ایک بل پاس کیا گیا ہے جس کا نام حقوقِ نسواں بل ہے اس کے ذریعے حکومت فحاشی پھیلا رہی ہے اور امریکہ کی خوشنودی کیلئے زنا عام کر رہی ہے، عوام آرام سے بیٹھے ہیں، ان کے خیال میں یہ صرف مولویوں کا کام ہے، علماء کو چاہیے کہ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اپنی تقاریر کے ذریعے عوام کو اس فتنے سے آگاہ کریں۔ سادہ لوح عوام تو درکنار بعض بڑے تعلیم یافتہ لوگوں کو یہ پتہ نہیں کہ اس بل میں کیا پاس ہوا ہے۔ اگر اس کی روک تھام نہ ہوئی تو پھر آئندہ یہ قانون پاس کریں گے کہ مدارس بند کریں اور علماء کو ذبح کریں گے۔ لہٰذا موجودہ دور میں تحفظ حدود اللہ کے جلسوں میں کثیر تعداد میں شرکت کرنی چاہیے۔

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

حضرت سفینہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ اور خادم خاص تھے، سفینہ نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا، سفینہ عربی میں کشتی کو کہتے ہیں یہ صحابی جہاد کے دوران صحابہ کرامؓ کا بھاری سامان اٹھا کر لے جاتے تھے گویا کہ وہ ایک کشتی تھی، جو ہر چیز کو کندھے پر اٹھا کر لے جاتے تھے، اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفینہ کا لقب عطا فرمایا۔

ایک دفعہ جنگل میں ساتھیوں سے الگ ہوگئے، سامنے سے شیر آیا تو شیر کو متوجہ ہو کر کہا: "یا أسدُ أنا سَفِینَۃُ رَسُوْلِکَ" (اے شیر! میں آپ کے رسول کی کشتی ہوں) شیر نے راستہ چھوڑا بلکہ صحیح راستہ دکھا کر چھوڑ دیا جب ساتھیوں کے ساتھ اکٹھے ہوئے اور ایک گاؤں پہنچ گئے تو انہوں نے رات گزارنے کیلئے قیام گاہ دینے سے انکار کیا، چنانچہ یہ صحابہؓ ایک جنگل میں گئے وہاں بہت سے شیر تھے، حضرت سفینہؓ نے آواز لگائی، کہ "اے شیرو!" ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں آج جنگل ہمارے لئے خالی کردو" شیر چلے گئے اور صحابہؓ نے رات وہاں بسر کی، گاؤں والوں نے سوچا کہ شیر ان کو کھا چکے ہوں گے، صبح دیکھا تو وہ صحیح سلامت تھے ان کو دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان لائے۔

مچھلی سے متعلق ایک من گھڑت روایت

مچھلی کے متعلق ہمارے معاشرے میں یہ بات مشہور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے تھے تو اس کی جگہ بھیڑ ذبح ہوئی اور جب چھری پھینک دی اور سمندر میں لگ گئی تو مچھلی ذبح ہوئی اس وجہ سے مچھلی کے ذبح کرنے کی

ضرورت نہیں لیکن یہ ایک من گھڑت بات ہے کیونکہ اس کے ذبح کئے بغیر حلال ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی: "أُحِلَّ لَکُمُ الْمَیْتَتَانِ اَلسَّمَکُ وَالْجَرَادُ"

مچھلی انسانی شکل میں

بعض ایسی مچھلیاں ہوتی ہیں جو بالکل انسانی شکل میں ہوتی ہیں اور ان کی مادہ بالکل عورت جیسی ہوتی ہے، ہمارا ایک ساتھی جو بحرین کا رہنے والا تھا اور ہمارے ساتھ مدینہ میں تھا اس نے قسم کھا کر کہا، کہ "میں نے ایسی مچھلی دیکھی ہے جو بالکل انسانی شکل میں تھی اور مچھلی پکڑنے والے بعض بے دین فاسق مچھیرے جب ان مچھلیوں کی مادہ پکڑتے تو ان کے ساتھ جماع کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

بڑی مچھلیوں کے بارے میں ایک وہم

بڑی مچھلیوں کے بارے میں عوام میں قسم قسم کے تخیلات پائے جاتے ہیں، حالانکہ بڑی مچھلی اور چھوٹی مچھلی کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے، عرب بڑی بڑی مچھلیوں کو پکڑتے ہیں اور کھاتے ہیں، عقبہ میں ایک مچھلی کو پکڑ لیا گیا تھا جس کا وزن ۲۸ ٹن تھا۔ مضبوط نوجوان آ کر اس کے منہ میں بیٹھ کر تصاویر کھینچتے تھے۔ میرے پاس اب بھی اس کی تصویر ہے، عقبہ کے مچھیرے سمندر سے چھوٹی مچھلیاں نہیں نکالتے' چھوٹی مچھلیوں کو دوبارہ سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ جس مچھلی کا وزن ایک من ہو جائے تو وہ حرام ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے مچھلی کا وزن جتنا بھی زیادہ ہو جائے حلال رہتی ہے۔ عنبر مچھلی کو ۳۰۰ صحابہ کرامؓ ۱۵ دن تک کھاتے رہے اگر حرام ہوتی تو صحابہ کرامؓ ہر گز نہ کھاتے۔

عورت سے خلوت فتنے کا سبب

الشیخ عبدالعزیز بن صالح جو مسجد نبویؐ کے امام تھے بہت معتدل مزاج انسان تھے، بعض اوقات غیر مقلدین پر رد کرتے تھے، ایک دفعہ تقریر کے دوران ایک کتاب کا حوالہ دیکر ایک واقعہ سنایا لیکن افسوس کہ میں اس کتاب کا نام بھول گیا، فرمایا، ''ایک بڑے بزرگ تھے ان کی بزرگی اور پاکدامنی کا پورے علاقے میں چرچا تھا ایک دفعہ وہ ایک طرف جارہے تھے لوگوں کو معلوم تھا کہ آج فلاں بزرگ اس راستے سے آرہا ہے، راستے میں ایک عورت جو بہت بڑی عابدہ وزاہدہ تھی اور بوڑھی بھی تھی یہ بزرگ جہاں جارہا تھا وہاں عورت کے رشتہ دار بھی تھے لیکن اس کے ساتھ کوئی ساتھی نہیں تھا، انہوں نے بزرگ سے عرض کیا، کہ ''میں آپ کے ساتھ جاؤں گی،'' وہ راضی ہوئے اور سفر پر روانہ ہوئے۔

چنانچہ جاکر دوپہر کو ایک درخت کے نیچے آرام کیا، بزرگ نے ادھر ادھر دیکھا جب کوئی نظر نہیں آیا تو عورت کو برے ارادہ سے جگایا، عورت نے بزرگ کو دیکھ کر کہا، ''إتق اللّٰہ یا عبداللّٰہ'' (اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر) بزرگ نے توبہ کی پھر روانہ ہوئے رات کو ایک جگہ سوگئے۔

رات کو عورت اٹھی اور بزرگ کو برے ارادے سے جگایا، بزرگ نے جب عورت کی طرف دیکھا تو کہا، ''إتقی اللّٰہ یا أمۃ اللّٰہ'' (اے اللہ کی بندی اللہ سے ڈرو) پس اس نے بھی توبہ کی اور بعد میں کہا، کہ ''عورت کے ساتھ اکیلا نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو چونکہ یہ انسان کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے،'' اس لیے شریعت مطہرہ نے غیر محرم کے ساتھ خلوت میں رہنے سے منع فرمایا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ہمارے وزیر تعلیم قاضی جاوید اشرف نے پچھلے دنوں تقریر کرتے ہوئے فرمایا، کہ "قرآن مجید کے ۴۰ پارے ہم پڑھائیں گے" اس کو یہ پتہ نہیں کہ قرآن مجید کے ۳۰ پارے ہیں یا ۴۰ حالانکہ اگر چھوٹے بچے سے پوچھا جائے تو وہ بتا سکتا ہے کہ قرآن مجید کے تیس /۳۰ پارے ہیں۔ یہ ہے پاکستانی وزیر تعلیم کی صورت حال [اس وزیر تعلیم سے واو حذف کر کے اس کو زیر تعلیم کرو اور پرائمری سکول میں داخل کر دو تا کہ وہاں بچوں سے یہ بات سیکھ لے کہ قرآن مجید میں تیس پارے ہیں] حقیقت میں یہ وزیر تعلیم نہیں بلکہ زیر تعلیم ہے۔

آیئے اب ایک دوسرے وزیر سیاحت کی طرف جس نے تقریر میں سامعین کو بہت دلچسپی سے کہا درود پڑھیں اور خود قل ھو اللہ پڑھنا شروع کیا، سارے لوگ ہنس پڑے اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ قل ھو اللہ احد سورۂ اخلاص ہے یا درود۔

گربہ میر و سگ وزیر موش دربانی کنند
ایں چنیں ارباب دولت ملک ویران مے کنند

آج کل ہمارے بھی وزراء قرآن وسنت سے متضاد قسم کے بل پاس کرواتے ہیں اور کہتے ہیں، "یہ قرآن اور حدیث سے متضاد نہیں ہیں" ان لوگوں کی یہ بات کہاں تک حق بجانب ہوگی؟ غالبؔ نے خوب کہا ہے .... ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

عقیدہ ایصال ثواب

مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات سر کی طرف اور آخری آیات پاؤں کی طرف پڑھیں اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے (۱) ابتدائی اور آخری آیتوں میں عقیدے کا ذکر ہے۔ قبر کے پاس تلاوت کرنے سے مردے کو ثواب پہنچتا ہے۔ مثلاً قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا" (یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے لئے دعا مانگیں، اگر دعا کا فائدہ نہ ہوتا، تو اللہ تعالیٰ کیوں حکم دیتے، کہ ان کے لئے دعا مانگیں، نوح علیہ السلام دعا مانگتے ہیں، "رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"، ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن نے نقل کی ہے "رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَالوالدی وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، "وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ" (اور دعا دیں ان کو بیشک تیری دعا ان کیلئے

---

(۱) بیهقي سنن الکبریٰ (۵٦/٤) عن عبدالرحمن بن العلاء بن الاجلاج عن ابیه قال :قال أبي: إذا أنا مت وضعني في اللحد وقل بسم الله وعلى سنة رسول الله وسنّ عليّ التراب هنا وقرأ عند رأسي بفاتحة البقرة فإني سمعت عبدالله بن عمر يقول ذلك وفي رواية عن عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن أبيه أنه أوصى إذا دفن يقر عند رأسه بفاتحة البقرة وخاتمتها وقال سمعت ابن عمر الحديث نمبر٤٣٠٢٩ وذكره الهيتمي في مجمع الزوائد في كتاب الجنائز باب عرض اعمال الأحياء على الأموات الحديث نمبر۳۹۲۳ـوذكره السيوطي في الصاوى للفتاوى(٢/٣٠٣/٣٠٤)

تسکین ہے) اگر دعا مفید نہ ہوتی تو نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام، والدین، اولاد اور مومنین ومومنات کیلئے دعا نہ مانگتے اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز مومنین ومومنات کیلئے دعا مانگنے کا حکم نہ دیتے، اس کا فائدہ پہنچ رہا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

نجدی علماء اس کے قائل نہیں۔ شیخ محمد احمد عبدالسلام مصری نے ایک کتاب بنام "حکم القراءۃ للأموات هل یصل ثوابها الیهم" لکھی ہے اور تحقیق الآمال فیما ینفع المیت من الأعمال شیخ محمد بن علوی مالکی نے لکھی ہے، یہ عالم کئی کتب کے مصنف ہیں اور محکمہ قضاء کے رئیس قاضی حمید جو مسجد الحرام میں درس دیتے تھے وہ ایک منصف مزاج اور قوی الحافظہ عالم تھے انہوں نے ایک کتاب میں وہ روایات قاطعہ جمع کی ہیں جو میت کو اعمال کے ثواب پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں۔ ہدایہ کتاب الحج میں ہے کہ نفل حج کا ثواب پہنچتا ہے۔

والدین، اولاد، رشتہ دار، مومنوں اور مومنات کو نفلی حج، روزے، نفلی نماز اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے اسکے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں(۱) هذا ما ذهب الیه علماء دیوبند۔

(۱) دیکھئے ابودلود کتاب الجنائز باب القرأت عند المیت الحدیث نمبر ۳۱۲۱، ابن ماجه فی کتاب الجنائز باب ما جاء فیما یقال عند المریض إذا حضر الحدیث نمبر ۱۴۴۸ وأخرجه امام احمد فی مسنده الحدیث نمبر ۲۰۳۲۳/۲۰۳۳۶ من حدیث معقل بن یسار وذکره السیوطی فی الدر المنثور ۳/۳۱۹۔ وأخرجه مسلم فی کتاب الجنائز باب تلقین الموتیٰ لا إله إلا الله رقم الحدیث ۱ واخرجه الترمذی فی کتاب الجنائز باب ما جاء فی تلقین المریض عند الموت رقم الحدیث ۹۷۹ واخرجه النسائی فی کتاب الجنائز باب تلقین المیت رقم الحدیث ۱۸۲۵ واخرجه البیهقی فی مجمع الزوائد فی کتاب الجنائز باب تلقین المیت لا إله إلا الله رقم الحدیث ۳۹۱۱۔

سماع موتی ایک اختلافی مسئلہ

سماع موتی ایک اختلافی مسئلہ ہے ترمذی کی اس روایت [مر رسول اللہ ﷺ بقبور المدینۃ فاقبل علیھم فقال السلام علیکم یا أھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم أنتم سلفنا ونحن بالأثر] میں السلام علیکم سے بالظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا مسلک ہے أم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مردے نہیں سنتے یہ مسئلہ بین الصحابہ اختلافی ہے۔

شوافع سماع کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس سلسلے میں کوئی نص نہیں فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی متکلم نے مخاطب سے کہا واللہ لا أکلمك تو اگر مخاطب مر گیا اور متکلم قبر کے پاس آیا اور قبر کے پاس بات کی تو وہ حانث نہیں ہوگا اس مسئلے سے بعض لوگوں نے استنباط کیا کہ امام صاحب سماع موتی کے قائل نہیں تھے حالانکہ یہ علیحدہ مسئلہ ہے کیونکہ ایمان (قسم) کا مدار عرف پر ہے۔

دیوبند کے علماء میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سماع موتی کے قائل تھے وہ مذکورہ روایت کے ساتھ یقیناً یہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا وانہ لیسمع قرع نعالھم سے سماع موتی کے ثبوت پر استدلال کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے بھی "المیت یسمع خفق النعال "کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔ قلیب بدر سے جب آپ ﷺ باتیں کرتے تھے تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یہ مردے آپ کی باتوں کو سنتے ہیں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ۔والذی نفسی بیدہ ما أنتم بأسمع لما اقول منھم

اکثر علماء سماع موتی کے قائل ہیں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں لکھتے ہیں۔ واستماع المیت للأصوات من السلام والقراءۃ حق۔ (مردے کا آوازوں یعنی سلام اور تلاوت کو سننا حق ہے) نواب صدیق حسن خان صاحب اہل حدیث کے بڑے عالم ہیں اپنی کتاب دلیل الطالب میں لکھتے ہیں[2] إن جمیع

الْأَمْوَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِي الْإِدْرَاكِ وَالسَّمَاعِ وَعَرْضِ الْأَعْمَالِ وَرَدِّ الْجَوَابِ مُتَسَاوُوْنَ۔ "ادراکات، سننے، اعمال کے پیش ہونے اور جواب دینے میں تمام مردے برابر ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر"۔

بعض لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں، "إِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى" (بے شک آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے) ایک سَمَاع (سننا) ہے اور ایک اِسْمَاع (سنانا)، اسماع کی نفی سے سماع کی نفی ثابت نہیں ہوسکتی، مطلب یہ ہے کہ تم نہیں سنا سکتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ سناتا ہے مثلاً قرآن میں ہے، "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (لیکن اللہ نے پھینکی) یعنی پھینکنے کے اثر کو اللہ تعالیٰ نے پہنچایا ہے بالکل یہی مطلب پہلی آیت کا بھی ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اور وانه ليسمع قرع نعالهم میں تعارض ہے۔ حالانکہ اس میں کسی قسم کا تعارض اور تناقض نہیں ہے تناقض کیلئے آٹھ چیزوں میں وحدت ضروری ہے جس میں موضوع اور محمول شامل ہے حالانکہ یہاں موضوع اور محمول میں وحدت نہیں ہے آیت میں موضوع ذات مسمع ہے اور حدیث میں موضوع میت ہے آیت میں محمول باب افعال ہیں جبکہ حدیث میں فعل لازم ہے جب موضوع اور محمول میں وحدت نہیں تو پھر تعارض کیسے آیا؟

وعلى كل حال سماع موتیٰ ایک اختلافی مسئلہ ہے جب دو طلبہ آپس میں بحث مباحثہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے کی طرف کفر کی نسبت نہ کریں کیونکہ اس میں صحابہ کا اختلاف ہے اور انتہائی احتیاط سے دلائل بیان کریں۔

جامعہ کے طلباء سے سماع پر مباحثہ

ایک دفعہ میں روضہ اطہر کے پاس کھڑا تھا میں نے "الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" کہا، میرے چند ساتھی جو جامعہ اسلامیہ کے طلبہ تھے، انہوں نے کہا کہ "مولانا! مردے سنتے ہیں" میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "جو کوئی مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے تو فرشتے مجھے پہنچاتے ہیں اور جو کوئی میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں خود سنتا ہوں" اور یہ روایات بیہقی اور دار قطنی سنن ابی داؤد نے نقل کی ہیں، میرے ساتھیوں نے کہا کہ "یہ صحیح نہیں ہیں" میں نے کہا، "یہ ہمارے جامعہ کے شیخ عبدالعزیز ابن باز نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں،" [آپ تو جامعہ اسلامیہ کے طالب العلم ہیں' آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ رئیس الجامعۃ معالی الشیخ عبدالعزیز بن باز اپنی کتاب "التحقیق والإیضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ علی ضوء الکتاب والسنۃ میں تحریر کرتے ہیں:

ثُمَّ بَعدَ الصَّلاۃِ یزُورُ قبرَالنَّبیّ صَلی اللّٰہُ عَلَیہِ وسلم وَقَبرَیْ صَاحِبیْہِ أبِی بَکرٍ وَعُمَرَ رضی اللّٰہُ عَنھُمَا فیَقِفُ تُجاہَ قبرِ النَّبی صَلّی اللّٰہُ علیہ وسلم بأدَبٍ وخَفضِ صَوتٍ ثُمَّ یُسلِّمُ عَلَیہِ ' علیہ الصلوٰۃُ والسلامُ قائِلًا : السَّلَامُ عَلیکَ یارسولَ اللہ ورحمۃُ اللہ وبرکاتُہٗ لِمَا فِی سُنَنِ أبِی دَاؤد با سناد حَسَن عَن أبی ھریرہ رضی اللّٰہ عنہ قالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم :مَا مِنْ أحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إلَّارَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوحِی حَتّٰی أرُدَّ عَلَیہِ السَّلَامَ ' وإنْ قَالَ الزَّائِرُ فِی سَلَامِہٖ السَّلَامُ علیكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ' السَّلَامُ عَلَیکَ یَا خَیرَۃَ اللّٰہِ مِنْ خَلقِہٖ ' السَّلَامُ عَلَیكَ یا سیدَ المُرسَلِینَ وإمَامَ المُتَّقِینَ ۔أشْھَدُ أنَّكَ بَلَّغتَ الرِّسَالَۃَ وأدَّیتَ الأمَانَۃَ ونَصَحتَ الأُمَّۃَ ' وجَاھَدتَّ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ فَلَا بَأسَ بِذٰلِكَ ' لِأنَّ

هٰذَا كُلُّهُ مِنْ أَوْصَافِهِ صَلَّى الله عليه وسلم ويُصَلِّي عليه عَلَيْهِ الصَّلَاةِ والسَّلَامُ وَيَدْعُو لَهُ كَمَا قَدْ تَقَرَّرَ فِي الشَّرِيْعَةِ مِنْ شَرْعِيَّةِ الجَمْعِ بين الصَّلَاةِ والسَّلَامِ عَلَيْهِ عَمَلاً بِقَوْلِهِ تعالىٰ (يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً۔ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَيَدْعُو لَهُمَا وَيَتَرَضّٰى عَنْهُمَا]

”پھر نماز کے بعد روضہ اطہر اور آپ کے دو ساتھیوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مزارات کی زیارت کرے گا (اس طرح کہ) روضۂ اقدس کے سامنے ادب اور پست آواز کے ساتھ کھڑا ہو گا پھر السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرے گا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتے ہیں اور میں اس کے سلام کے جواب دیتا ہوں۔

اگر روضہ مبارک کی زیارت کرنے والا اپنے سلام میں یوں کہے اے اللہ کے نبی تم پر سلام ہو، اے اللہ کے مخلوق میں سب سے بہتر تم پر سلامتی ہو۔ اے انبیاء کے سردار اور پرہیز گاروں کے امام تم پر سلام ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور امانت ادا کی اور امت کی خیر خواہی کی اور اللہ کے راستے میں حق جہاد کیا“ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، اس لیے کہ یہ سارے کے سارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا اور آپ کیلئے دعا مانگے گا جیسا کہ یاایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلمو ا تسلیماً پر عمل کرتے ہوئے شریعت مطہرہ میں درود و سلام کو یکجا پیش کرنے کی مشروعیت ثابت ہو چکی ہے۔ اس کے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پیش کرے گا اور اس کیلئے دعا مانگے گا اور ان کے اعمال کی قبولیت کی دعا کرے گا“۔

طلبہ نے جب شیخ ابن باز کا یہ فتویٰ سن لیا تو مان لیا، میں نے کہا، ”خدا کے بندو! امام ابوداؤد، امام بیہقی، دار قطنی کی صحیح روایات کو نہیں مانتے اچھا ہوا کہ شیخ عبدالعزیز ابن باز کی بات مان لی۔“

حیات اور ممات کا معرکۃ الآراء مسئلہ

حیات اور ممات کا مسئلہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، بالخصوص پنجاب میں، کیونکہ اس مسئلہ میں جانبین افراط وتفریط کا شکار ہیں، جو لوگ مماتی ہیں وہ یہ کہتے ہیں، "انبیاء اپنی قبور میں پتھر جیسے ہیں"، یہ بھی ظلم ہے اور جو لوگ حیات کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں، کہ "باقاعدہ دنیاوی زندگی جیسے کھانا کھاتے ہیں اور نعوذ باللہ ان کے پاس بیویاں آتی ہیں اور ان کے ساتھ جماع کرتے ہیں،" یہ بھی ظلم وزیادتی ہے، حیات انبیاء ثابت ہے لیکن متوسط درجہ میں، برزخی زندگی میں ان کو احساس ہوتا ہے۔ یہی جمہور کا مسلک ہے، پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد ہے مَامِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوحِیْ حتی أَرُدَّ علیه السَّلَامَ (ابوداود ۲۷۹)

کوئی ایسا شخص نہیں جو مجھ پر سلام پڑھتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

مسئلہ حیات اور راہ اعتدال

جو لوگ حیات برزخی کے قائل نہیں ہیں گویا وہ عذاب قبر کے بھی منکر ہیں، کافروں کو بھی حیات برزخی حاصل ہے، اگر حیات برزخی نہ ہو تو پھر عذاب کا ادراک کس طرح ہوگا، حدیث شریف میں ہے: "إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ" شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتابوں میں حضرت عمرؓ کے دور خلافت کا واقعہ نقل کیا ہے، "کہ حضرت عمرؓ نے عراق کی طرف فوج بھیجی، شہر موصل کے ایک تہہ خانے میں انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کا جسم سالم پایا اور ساتھ ہی ایک صحیفہ تھا، فوج کے سالار نے مدینہ

پیغام بھیجا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا، "کہ دن کو چار پانچ قبریں کھودی جائیں اور رات کو پوشیدہ طریقہ سے ایک میں دفن کریں تا کہ قوم کو پتہ نہ لگ جائے۔" حضرت عمرؓ نے یہ حکم اس وجہ سے دیا کہ یہ لوگ پھر قبر پرستی شروع نہ کریں۔ پیغمبر علیہ السلام نے جس درخت کے نیچے بیعت رضوان کی، اس درخت کو حضرت عمرؓ نے کاٹا تا کہ یہ لوگ بدعات شروع نہ کریں۔

واقعہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق انبیاء علیہم السلام کے اجسام قبروں میں صحیح وسلامت پائے جاتے ہیں اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ بطور استشہاد پیش کیا۔

[بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج بعض علماء کرام نے حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ کو اسلام وکفر کا مسئلہ بنایا ہے۔ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے مشائخ کرام اور اساتذہ عظام میں یہ حد درجہ افراط وتفریط نہیں دیکھی تھی، ہمارے شیخ ومرشد زبدۃ السالکین قدوۃ العارفین، شیخ المفسرین حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اپنے درس قرآن پاک کی افتتاحی تقریب میں فرمایا کہ پنجاب میں تفسیر قرآن کا سلسلہ سب سے پہلے حضرت استاذ المحدثین والمفسرین مولانا حسین علیؒ نے شروع کیا مگر وہ مکمل قرآن مجید کی تفسیر نہیں پڑھاتے تھے۔ طالب علم کو کچھ حصہ پڑھا کر پھر میرے پاس بھیج دیا کرتے تھے اور مجھے خط لکھتے۔

مولانا احمد علی زید مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حامل عریضہ ہذا

مولوی فلاں کو میں نے فلاں فلاں سورۃ کے مضامین اور خلاصے بیان کر دیئے ہیں۔ بقیہ آپ پڑھائیں۔ لاشی حسین علی عفی عنہ۔

سب سے پہلے حضرت مولانا حسین علیؒ درس قرآن دیتے تھے، پھر اس کے بعد میرا درس شروع ہوا۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کے درس بعد میں شروع ہوئے ہیں۔ میں دونوں کا احترام کرتا ہوں۔ لاہور ترجمے کا دھڑ ہے اور یہ دونوں میرے پر ہیں۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ اگرچہ مجھے ایک مسئلہ میں اختلاف ہے مگر میں دل سے ان کا احترام کرتا ہوں' توحید کا مسئلہ جو انہوں نے لوگوں کو سمجھایا یہ ان کا حق ہے [وہ مسئلہ حیات النبی کا تھا]۔

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ عمرہ کے لئے حجاز مقدس تشریف لائے۔ مدینہ منورہ میں ہم حضرت کو مدائن صالح لے گئے۔ راستہ میں میرے ساتھ وہ کاپی تھی جس میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا وہ بیان تھا' میں نے کہا حضرت لاہوریؒ آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرما چکے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ زار وقطار رونے لگے' فرمانے لگے میں کیا ہوں یہ ان ہی بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ ان علماء کرام کے باہمی جنگ وجدل' طعن' وتشنیع سے دشمنانِ اسلام خوش ہو رہے ہیں۔ رب العالمین جل جلالہ علماء کرام کو ان خانہ جنگیوں سے نجات عطا فرمائے]

امیر شریعت کا ترکی بہ ترکی جواب

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو غلام احمد قادیانی نے کہا، ''کہ میرا نام احمد ہے جب لفظ غلام ختم کیا جائے تو احمد رہ جاتا ہے چنانچہ میں پیغمبر ہوں جس طرح قرآن میں آتا ہے، ''یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِہِ اسْمُہُ اَحْمَدُ'' تو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا، ''کہ میرا نام بھی عطاء اللہ ہے جب لفظ عطاء کاٹ دیا جائے تو اللہ رہ جاتا ہے، جب میں اللہ ہوں تو میں نے تم کو نہیں بھیجا تو پھر کس نے آپ کو بھیجا ہے؟'' اس کو ترکی بہ ترکی جواب کہتے ہیں، اور اس طرح کے حالات میں یہ جواب دینا صحیح ہے۔

تھرڈ جنریشن

ضیاء الحق کو ایک دفعہ ہیجڑوں نے درخواست کی کہ آپ لوگوں کو حج کیلئے بھجواتے ہیں ہمارے چند ہیجڑوں کو بھی بھجوا دیں۔ چنانچہ ضیاء الحق نے چھ، سات ہیجڑے بھیج دیئے وہاں پر وہ مسجد نبوی شریف کو باب النساء سے داخل ہوتے تھے کسی نے پولیس سے شکایت کی، کہ یہ تو مرد ہیں انہوں نے اپنی شکل وشباہت عورتوں کی طرح بنائی ہے کپڑے بھی عورتوں کی طرح پہنتے ہیں یہ تو مرد ہیں تو پولیس نے ان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جب تفتیش کی تو وہ ہیجڑے تھے، اب عرب میں ہیجڑوں کی نسل ختم ہوگئی ہے،

لہٰذا یہ ان کیلئے ایک دلچسپ مسئلہ تھا چنانچہ عرب طلبہ ہمارے ساتھ ہنستے تھے اور کہتے، کہ ''آپ کے پاکستان میں تیسری نسل بھی پیدا ہوئی ہے۔

جعلی پیروں کی حالتِ زار

جعلی پیروں، نجومیوں نے ملک میں لوٹ مار کے نت نئے طریقے اختیار کر رکھے ہیں، بے اولاد جوڑوں کو اولاد اور کبھی غریبوں کو راتوں رات امیر بنانے کا دھوکہ دیتے ہیں۔ کبھی سنگ دل محبوبہ کو قدموں میں لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، کبھی شوہر کو راہِ راست پر لانے کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ ایسے عامل نجومی اور پیر پریشانیوں میں گھیری ہوئی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزتیں بھی لوٹ لیتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں ایک پیر پاکستان سے آیا جو بٹ خیلہ کا رہنے والا تھا، وہاں وہ لوگوں سے کہتا تھا، ''کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں،'' کسی نے بتایا، ''خدا کے بندے یہاں تو بایزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ جیسے لوگ آئے ہیں لیکن وہ یہاں خاموش رہتے تھے۔

ادب گاہست زیر عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید وشبلی اینجا

اور آپ برملا کہتے ہیں، ''کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں،'' جس پاکستانی کے پاس یہ پیر رہتا تھا، اس نے مجھے بتایا، ''کہ پیر صاحب نے ایک دفعہ مجھے کہا،'' کہ پنجاب میں ایک دفعہ ایک لڑکی میرے ہاتھ پر بیعت کر رہی تھی اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھا، چنانچہ جب اس نے میرے ہاتھوں میں ہاتھ رکھا تو شہوت کی وجہ سے مجھے احتلام ہو گیا۔

اسی طرح ایک پیر خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، ایک ہاتھ ایک عورت اور دوسرا ہاتھ دوسری عورت کے ہاتھ میں دیا تھا، کسی نے پوچھا، ''حضرت! آپ کی دو بیویاں ہیں،'' آپ نے کہا، ''نہیں یہ دونوں میری مریدنیاں ہیں۔'' (استغفر اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ''وَاللّٰہِ مَامَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی

اللّٰہ علیہ وسلم یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ غَیْرَ اَنَّہٗ بَایَعَھُنَّ بِالْکَلَامِ[بخاری ج ثانی کتاب الطلاق، حدیث نمبر ٤٦٠٩] حالانکہ آپ علیہ السلام امت کے روحانی باپ تھے اس کے باوجود عورت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت نہیں کی ،تو آج کل کے پیر کس دلیل سے عورتوں کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رکھ کر بیعت کرتے ہیں، حالانکہ یہ قطعاً حرام ہے۔

کنجوس مکھی چوس

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق فرماتے تھے، ''کہ دیوبند میں ایک کنجوس ہندو کے گھر میں چور داخل ہوگئے اور ہندو کو کہنے لگے، ''کہ نقدی نکالو'' اس نے انکار کیا، چوروں نے ایک کان کاٹا پھر دوسرا پھر ناک کاٹی چور سمجھ گئے کہ اس کے پاس پیسے نہیں ہے وہ واپس گئے ،صبح جب اٹھا اور لوگوں نے یہ خراب حالت دیکھی تو پوچھا، ''یہ کیا ہوا ہے؟'' اس نے کہا، '' خیر کوئی بات نہیں [عجت بچ گئی' یعنی عزت بچ گئی' وہ دولت کو عزت سمجھ رہا تھا] اسکے ذریعے میں نے مال بچایا ہے۔''

اسی طرح ایک بخیل کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک سیر دیسی گھی خریدا اور ایک سال کھا کر پھر ایک سیر بیچا، ایک دوسرے بخیل سے ملاقات کی۔ واقعہ سنایا اس نے کہا'' آپ کس طرح کھاتے؟'' تو جواب دیا، ''کہ گھی کے اوپر لقمہ پکڑ لیتا، تاکہ لقمہ گھی کو دیکھ لے اور پھر کھاتا اس نے کہا، ''اگر یہ لقمہ گرتا تو اس گھی کو تیری ماں پورا کرتی، میں نے اونچی جگہ گھی کا برتن رکھا ہے اور دور سے لقمہ کو دکھاتا ہوں اور کھاتا ہوں۔''

ایسے لوگ کنجوس مکھی چوس ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان کے دودھ میں مکھی گر کر مر جائے تو وہ پھر مکھی کو چوستے ہیں تاکہ اس میں کچھ دودھ باقی نہ رہے۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال: سَأَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہ مَافِیْ اِدَاوَتِكَ فَقُلْتُ نَبِیْذ فَقَالَ تَمْرَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَمَاءٌ طَھُوْرٌ قَالَ فَتَوَضَّأَ مِنْہُ" [ترمذی جلد اول ص۲۶، المیزان پبلیشرز]

اس حدیث کے تحت فرمایا کہ پہلے دن جب میں جامعہ اسلامیہ گیا تو ہمارے استاد شیخ وائلی درس دے رہے تھے، ہمارے مدارس میں جس طرح ہدایہ پڑھائی جاتی ہے تو سعودی کے مدارس میں بدایۃ المجتہد پڑھائی جاتی ہے، جو علامہ ابن رشد نے لکھی ہے، چار سال میں یہی کتاب پڑھائی جاتی ہے، چنانچہ درس کے دوران شیخ وائلی صاحب نے فرمایا، "نبیذ التمر پر وضوء کرنے میں امام صاحبؒ کی دلیل کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: "ولم یکن معہ أحد" کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ الجن کے واقعہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا" میں نے کہا، "یا فضیلۃ الشیخ کم مرۃ وقعت واقعۃ الجن" (جنات کا واقعہ کتنی دفعہ پیش آیا ہے؟) تو انہوں نے مجھ سے سوال کیا، کہ "آپ بتائیں" میں نے کہا، "حضرت! میں نے آپ سے پوچھا ہے؟" چنانچہ میں نے کہا کہ "یہ واقعہ چھ مرتبہ پیش آیا ہے مکہ مکرمہ، حجون، بقیع الغرقد، خارج المدینہ فی حالۃ السفر، وغیرہ میں یہ واقعہ پیش آیا ہے سفر کی حالت میں آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ، خارج مدینہ میں آپ کے ساتھ حضرت زبیرؓ اور تین مقامات پر آپ کے ساتھ ابن مسعودؓ تھے کما صرح بہ بدر الدین شبلی فی کتابہ آکام المرجان فی غرائب الاخبار والجان.

اس کے علاوہ ایک روایت میں ہے: "لم یکن معہ غیری" کہ میرے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی ساتھی نہ تھے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، علاوہ ازیں یہ روایت چودہ (۱۴) راویوں سے مروی ہے تو استاد صاحب نے مجھے کہا، "ھذا ھو التعصب

الحنفی ” (یہ احناف کا تعصب ہے) میں نے کہا ”حضرت! اس میں تعصب کی کیا بات ہے یہ تو دلیل ہے، جو میں نے بیان کیا۔“

نابالغ بچوں سے احتیاط

بخاری شریف میں باب وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُ الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلاثَ مَرَّاتٍ کے تحت فرمایا، ”شرعی نقطہ نظر سے ان بچوں سے پردہ لازمی نہیں، جو نابالغ ہیں اور ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات وصفات اور حرکات وسکنات سے بالکل بے خبر ہوں، لیکن آج کے دور میں نابالغ بچوں سے بھی حفاظت اور احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ آج کل بچے ٹی وی، وی سی آر دیکھتے ہیں اور بہت خبردار ہوتے ہیں۔“

مٹی کے فوائد

مٹی کے ساتھ برتن دھونے سے وہ برتن پاک ہو جاتا ہے جس طرح حدیث میں ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات بار دھولیں پہلی اور آخری دفعہ مٹی سے مانجھ لیں۔ مٹی سے مانجھنے میں یہ حکمت ہے کہ اس میں ایک دھات نوشادر ہے جو جراثیم کو ختم کرنے کیلئے ایک مفید نسخہ ہے اس کے علاوہ مٹی کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ جن لوگوں کے بچے بچپن میں مٹی میں کھیلتے ہیں وہ صحت مند ہوتے ہیں اور جن مالداروں کے بچے مٹی میں نہیں کھیلتے بلکہ ان کیلئے خوبصورت جھولے ہوتے ہیں وہ اکثر صحت مند نہیں ہوتے۔“

احناف ہمیشہ تنقید کی زد میں

محترم شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ ہمارے استاد تھے بہت قابل آدمی تھے [حد درجہ متقی تھے' بات بات پر صلی اللہ علیہ وسلم کہتے رہتے تھے] بدایۃ المجتہد کی احادیث کی تخریج پر مستقل کتاب لکھی ہے، درس کے دوران جب امام صاحبؒ کے قول کی تضعیف کرتے تو میں جواب دیتا، ''کہ حضرت امام صاحب کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے اور یہ حدیث ہے،'' تو بہت غصہ ہو جاتے اور کہتے تھے، ''کہ آپ احناف متعصب ہیں میں جواب دیتا، ''حضرت! آپ روزمرہ امام احمدؒ کے ہر مسئلہ پر جب دلائل بیان کرتے ہیں' میں نے کبھی نہیں کہا ھذا ھو التعصب الحنبلی لیکن جب ہم ایک دفعہ احناف کی تائید میں دلیل بیان کرتے ہیں تو آپ ہمیں متعصب کہتے ہیں۔

ہمارے مشائخ اپنے مدارس میں درس کے دوران ائمہ اربعہ کے مذاہب بمعہ دلائل بیان کرتے ہیں، اور آخر میں راجح قول بیان کرتے ہیں یہاں آپ بحث مباحثے کا موقع بھی نہیں دیتے اور دلیل بیان کرنے پر غصہ بھی ہو جاتے ہیں'' حالانکہ اس طرح کے بحث و مباحثہ سے جامعہ اسلامیہ کے طلبہ بہت خوش ہوتے اور اساتذہ سے کہتے، ''کہ ان احناف کو بھی موقعہ دیا جائے'' کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات نقش ہوئی تھی، کہ احناف کا مذہب لاوارث مذہب ہے جبکہ اس طرح کے بحث و مباحثے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ احناف کا مذہب مسائل اور دلائل پر مشتمل ہے، یہ ایک لاوارث مذہب نہیں ہے۔ [جس دن میں خاموش رہتا۔ درس کے بعد تمام طلبہ میرے پاس آ کر شکایت کرتے کہ آپ جب امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلائل بیان کرتے ہیں' ہمیں بھی بہت ہی فائدہ ہوتا ہے۔]

مسلمانوں کی تعلیمی پستی

ایک دفعہ میں اردن گیا، اردن میں عمان سے سلط جا رہا تھا جہاں حضرت ایوب علیہ السلام کا مزار ہے بس میں، میرے ساتھ ایک نوجوان بیٹھا تھا اس نے مجھے کہا ھـــل أَعْجَبَكَ الْأُرْدَن ''آپ کو اردن پسند آیا؟''

میں نے کہا، ''وَاللهِ مَاأَعْجَبَنِي أُرْدَن'' (خدا کی قسم مجھے اردن پسند نہیں آیا) اس نے پوچھا، ''کیوں؟'' میں نے کہا، ''اردن میں دینی مدارس نہیں ہیں، یہاں مسلمانوں کے بچے عیسائیوں کے سکولوں میں پڑھتے ہیں'' وہاں پر سکول کا عیسائی استاد مسلمانوں کے بچوں کو کہتے ہیں، ''آپ اپنے اللہ سے مانگیں جب وہ سوال کرتے ہیں تو کچھ نہیں ملتا ہے پھر کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام سے مانگیں جب بچے عیسی علیہ السلام سے مانگتے ہیں تو اوپر سے بسکٹ پھینکتے ہیں، تاکہ اس طریقہ سے طلبہ کا ذہن بنائے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کچھ نہیں دیتے اور مسیح علیہ السلام دیتے ہیں''۔

اسی طرح ہمارے بعض حکمران بھی بچپن میں عیسائیوں کے سکولوں میں پڑھتے ہیں اور جب اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں تو آکسفورڈ اور کیمبرج جاتے ہیں چنانچہ وہ بھی اسلامی تعلیمات سے عاری ہوتے ہیں کیونکہ ان کی ابتداء سے انتہاء تک تربیت ایسی جگہوں پر ہوتی ہیں جہاں اسلامی علوم کی پڑھائی کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا۔ بہرحال اس عرب کو میں نے بتایا، ''کہ پاکستان سے ہمیں اس وجہ سے بھی محبت ہے کہ الحمدللہ پاکستان میں دینی مدارس اور دینی مراکز موجود ہیں جہاں سے لوگ دینی علوم حاصل کر رہے ہیں۔''

نہ پہنچ سکے کبھی منزل حقیقت پر

پہلی دفعہ جب میں حج کیلئے جارہا تھا تو ایران کے راستے گیا، رمضان تھا، افطاری کیلئے ایران کے ایک ہوٹل میں ہم نے قیام کیا، میں نے وضوء کیا، وضوء میں پاؤں دھوئے، جونہی میں نے پاؤں دھوئے تو وہ سب کے سب آئے اور مجھے کہنے لگے "جعفری نیست؟" (تم جعفری نہیں ہو؟) میں اس وقت جعفری نہیں جانتا تھا [ہم تو ان کو شیعہ کہتے ہیں] میں نے کہا، "جعفری چہ بلا است؟" (جعفری کیا بلا ہے؟) تو وہ غصہ ہوئے اور کہنے لگے لعنت بر عمر ے فرستی کیا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتے ہیں [میں نے کہا اگر حضرت عمرؓ مستحق لعنت بودے، حضرت علیؓ دختر خود (ام کلثوم) در عقد نکاح او ندادہ بودے یعنی اگر حضرت عمرؓ لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی ام کلثوم، حضرت عمرؓ کے نکاح میں نہ دیتے] اس وقت ایران کے بادشاہ نے یہ اعلان کیا تھا، "کہ سنیوں کے ساتھ جنگ جھگڑا نہ کیا جائے۔" اس کے بعد ہم چھپ کر پاؤں دھوتے تھے، جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو گالیاں دیتے ہیں، وہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اور وہ حقیقی منزل تک نہیں پہنچ سکتے........

نہ پہنچ سکے کبھی منزل حقیقت پر
صراطِ عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

شیعوں کے امام باڑوں سے مردار کی طرح بدبو آتی ہے کیونکہ وہ پاؤں نہیں دھوتے۔ شاہ مغیث الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے استاد تھے۔ مسجد نبویؐ میں جب نماز کیلئے آتے تو اپنے ساتھ جائے نماز لاتے تھے، میں نے پوچھا حضرت! آپ یہ جائے نماز کیوں لاتے ہیں؟ حالانکہ مسجد نبویؐ میں قالین بچھائے گئے ہیں فرمایا، "یہاں شیعہ آتے

ہیں وہ پاؤں نہیں دھوتے، استنجاء اور وضوء کرتے وقت وہ استنجاء خانوں اور غسل خانوں میں پاؤں رکھ کر پھر مسجد نبویؐ میں آتے ہیں، حالانکہ ان کے پاؤں نیچے سے گندے ہوتے ہیں اسی وجہ سے میں جائے نماز لاتا ہوں۔ اس حالت میں نماز پڑھنا میری طبیعت نہیں مانتی۔"

دینِ اسلام کی پاکیزگی کا اثر

کابل کے ایک سفیر مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ [جن کا تعلق مجددی خاندان کے ساتھ تھا' وہ جب سفارت سے ریٹائرڈ ہو گئے تو مدینہ منورہ میں زندگی کے بقیہ ایام گزارنے لگے] مسجد نبویؐ نماز پڑھنے کیلئے آتے، وہ کئی ممالک میں سفیر رہ چکے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا،" کہ میں انگلینڈ میں سفیر تھا وہاں پر میں کپڑے دھونے کیلئے ایک دھوبن عورت کو دیتا تھا، ایک دفعہ اس عورت نے مجھ سے پوچھا،" حضرت! مجھے یہ بتائیں کہ میں بہت سے لوگوں کے کپڑے دھوتی ہوں، انگریزوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیکن آپ کے کپڑوں کے علاوہ دیگر کپڑوں سے بہت بدبو آتی ہے اور آپ مسلمانوں کے کپڑوں سے بدبو نہیں آتی اس کی کیا وجہ ہے؟"

میں نے کہا،" اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے ہم جب پیشاب کرتے ہیں تو مٹی کے ڈھیلوں یا پانی سے استنجاء کرتے ہیں یا قضائے حاجت کیلئے جاتے ہیں تو استنجاء کر کے پاکی حاصل کرتے ہیں۔" اس عورت نے کہا،" جب اسلام ایسا پاکیزہ مذہب ہے تو مجھے بھی کلمہ پڑھائیں تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں" چنانچہ میں نے اس کو کلمہ پڑھایا اور وہ اسلام کی پاکیزگی سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئی۔

طالب علمی میں اسباق پر توجہ کی ضرورت

طلبہ کو درس کے دوران سبق پر زور دینا چاہیے، یہ بیعت اور وظیفوں کا وقت نہیں ہے، زبدۃ المحدثین، شیخ الحدیث حضرت علامہ نصیر الدین غور غشتوی رحمہ اللہ طلبہ سے بیعت نہیں کراتے تھے، فرماتے تھے ''کہ آپ کے سبق کا وقت ہے، اس وقت سبق یاد کریں، دورۂ حدیث کے بعد وظائف کریں، اگر طالب علمی میں آپ وظائف کرنے لگ جائیں، تو آپ سے اصل مقصود فوت ہو جائے گا اس لئے اب اسباق پر زور دیں اور فراغت کے بعد وظائف پر'' ہمارے بعض طلبہ سبق کے دوران وظائف پر زور دیتے ہیں یہ بہت نقصان دہ ہے۔ بالخصوص طلبہ حدیث کو دورۂ حدیث کے سال ہی احادیث یاد کرنی چاہیے، احادیث کے درمیان تطبیق اور احناف کے استدلالات یاد کرنے چاہیے۔

جن لوگوں میں علم کی رغبت ہو، تڑپ ہو، وہ ایک حدیث کے لئے دور دراز کا سفر کرتے ہیں۔ مصائب ومشکلات برداشت کرتے ہیں، مفتی عزیز الرحمٰن دارالعلوم دیوبند کے مفتی رہ چکے ہیں، ایک دفعہ ان کو قرآنی آیت ''وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى'' (انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کوشش کی) اور اس حدیث مبارکہ میں تعارض محسوس ہوا۔

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ۔

''جب انسان مر جائے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین اعمال کا سلسلہ جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو، یا نیک اولاد جو اس (میت) کے لئے دعا کرتی ہو''

مفتی صاحب نے راتوں رات گنگوہ کے دور دراز سفر کا ارادہ کیا رات بھر پیادہ چلتے

رہے، صبح سویرے گنگوہ پہنچے، حضرت گنگوہیؒ نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ مولانا خدمت میں حاضر ہوئے، اور اشکال بیان فرمایا، حضرت گنگوہیؒ تو علم کے بحر بے کنار تھے، مختصر جواب دے کر اشکال رفع فرمایا، ”کہ آیت میں سعی سے سعی ایمانی مراد ہے“ پھر اشکال نہیں رہا حضرت مفتی صاحب جواب سنکر اس وقت واپس دیوبند روانہ ہوئے۔

ایڈز کا علاج ختنہ سے

ختنہ مرد کیلئے سنت اور عورت کے لئے مستحب ہے، موجودہ حالات میں ایڈز بہت عام ہو چکا ہے۔ ڈاکٹروں نے بہت تحقیق کی کہ ”ایڈز کا علاج کیا ہے؟“ چنانچہ بی بی سی نے ایک رپورٹ پیش کی ”کہ ڈاکٹروں کی جدید تحقیق کے مطابق ایڈز کا اہم علاج ختنہ کرنا ہے۔ لہذا جب ختنہ کیا جائے تو ایڈز کی روک تھام ہوگی۔“ قربان اس دین سے جس کے پیغمبر نے آج سے پندرہ سو سال قبل یہ حکم جاری فرمایا ہے۔

ایک ہندو بیمار ہو گیا کئی ڈاکٹروں سے علاج کروائے مگر ناکام' ایک مسلمان ڈاکٹر کے پاس آیا، ڈاکٹر نے بتایا کہ علاج ہوگا لیکن علاج کیلئے آپریشن کی ضرورت ہے، اس نے کہا، ”چلیں آپریشن کریں،“ چنانچہ اس نے اس کا ختنہ کیا، وہ بالکل صحیح ہو گیا، اس نے ڈاکٹر سے پوچھا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ اسلام کا ایک اہم مسئلہ ہے جب بچہ پیدا ہو تو اس کا ختنہ کرو، اس نے اسلام قبول کیا اور کہا کہ

”اسلام ایک ایسا آفاقی مذہب ہے جس کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی حکمت و فلسفہ ضرور مضمر ہوتا ہے۔“

فانی دنیا کے پجاری

آج کل کے پیر حضرات کے سروں پر کئی رومال ہوتے ہیں جو رنگ برنگ ہوتے ہیں، ایک زبردست جبہ ہوتا ہے تاکہ ہر ایک جان لے کہ یہ پیر صاحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مریدین تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سادگی اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے سادگی اختیار کی، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمارے اساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جیسے پیر جن کی سادگی کی وجہ سے کوئی یہ فرق نہیں کرسکتا تھا کہ یہ عالم ہے یا زمیندار۔ ......

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِم
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

"یہ میرے آباؤ اجداد ہیں تو اے جریر! جب کوئی مجمع ان کو اکٹھا کرلیتا ہے تو ذرا ان کا مثل تو لے آؤ"۔

آج کل بعض جاہل پیروں نے دھندوں کیلئے ہر جگہ دکانیں کھول رکھی ہیں ان ہی پیٹ پرست پیروں نے دین کو بدنام کیا۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کا مشہور شعر ہے....

وَمَا أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ
وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

یعنی دینی معاملات کو کس نے خراب کیا؟ اور یہ فساد کس نے برپا کیا؟ بس ان ہی حکمرانوں اور علماء سوء نے اس معاشرے میں بگاڑ اور فساد پیدا کیا ہے۔

ظالم حکمرانوں نے دین کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہر وقت، اور ہر دور میں ایسے

جبابرہ ہوتے ہیں جن کا مقصد بگاڑ پیدا کرنا ہوتا ہے ایسے حکام کا مقابلہ علماء حق نے کیا ہے، اور آج بھی الحمد للہ کر رہے ہیں۔ شیخ الاسلام عبدالعزیز البدریؒ جو عراق کے ایک بڑے عالم دین تھے انہوں نے "الإسلام بين العلماء والحكام" کتاب لکھی ہے۔ صدام حسین نے اس کتاب کے لکھنے کی وجہ سے اس عالم دین کو شہید کیا تھا۔

صدام حسین کو جب امریکہ نے پھانسی دی تو سارا عالم اسلام غم زدہ اور پریشان تھا کیونکہ وہ ایک نڈر لیڈر تھے لیکن اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو انہوں نے ظلم بھی زیادہ کیا ہے۔ بہت سے علماء کو قتل کیا ہے جن میں شیخ الاسلام عبدالعزیز البدریؒ بھی شامل ہے۔ بہر حال دین کو ظالم حکمرانوں اور جاہل پیروں اور پیٹ پرست مولویوں نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

توہین شعائر اللہ ذلت کا سبب

طاعات، عبادات اور شعائر کا مذاق نہ اڑاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے تاریخ دیکھ لیں، جن لوگوں نے طاعات وعبادات اور شعائر اللہ کا مذاق اڑایا ہے ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیے ہیں، اصحاب الفیل کا واقعہ اس سلسلے کی ایک اہم تنبیہ ہے۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سورۃ فیل کا موضوع بیان کرتے تھے "توہین شعائر اللہ سے ذلت لازمی ہے"

آج ہمارے حکمران مساجد ومدارس ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اسلام آباد میں مسجد امیر حمزہ کو مسمار کیا گیا، لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں ظلم وبربریت کی انتہا کی گئی، مساجد تو شعائر اللہ ہیں جن لوگوں نے مساجد کی توہین کی، اب اپنی ذلت کا انتظار کریں۔

حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع کا ثبوت

حضرت علیؓ سے حسن بصریؒ کا سماع ثابت ہے، بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں یہ بہت ظلم اور زیادتی ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں، ''میں نے کابل میں پانچ سال گزارے اور تین سو صحابہؓ سے ملاقات کی۔ ابوداؤد میں دو دفعہ کابل کا ذکر آیا ہے، صلوٰۃ الخوف میں ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے دور میں افغانستان آئے اور صلوٰۃ خوف پڑھی ہے۔

حسن بصریؒ کا سماع حضرت علیؓ سے ثابت ہے، اس کے متعلق میں نے تفسیر حسن بصری میں پوری شرح وبسط سے لکھا ہے، میں جس وقت جامعہ اسلامیہ میں دکتورہ کیلئے مقالہ لکھ رہا تھا تو میں نے درخواست دی کہ میں ہند کے تین علماء کی تفسیروں پر '' اتجاهات المفسرين فى القرن العشرين فى الهند '' لکھنا چاہتا ہوں اور میرا خیال تھا کہ مودودی صاحب، سرسید احمد خان اور احمد رضا خان بریلوی کی تفاسیر میں جو قابل مؤاخذہ خامیاں ہیں ان کو بیان کروں، لیکن چونکہ جامعہ کی طرف سے میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔ ہمارے استاد محترم سید عطیہ طنطاوی جواب جامعہ ازہر مصر کے رئیس ہیں انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ تفسیر حسن بصری لکھ لو اس کے پہلے چودہ پاروں کی تفسیر یعنی سورۂ فاتحہ سے سورۂ نحل تک جامعہ کے طالب علم عمر یوسف کمال صاحب نے لکھی تھی، جواب جامعہ اسلامیہ میں استاد اور مسجد نبویؐ کے مؤذن ہیں۔ اذان عصر مسجد نبویؐ میں وہ دیتے ہیں۔

حسن بصریؒ نے تفسیر لکھی تھی لیکن تاتاریوں نے بغداد، بصرہ، کوفہ، دمشق کے تمام کتب خانے جلا دیئے اور بغداد کی کتابیں دجلہ میں پھینک دی، جس میں تفسیر حسن بصری بھی ضائع ہوئی لیکن دیگر بلاد، حجاز مقدس، ترک، الجزائر، مراکش وغیرہ کے کتب خانے بچ گئے تھے ان میں مفسرین اور مصنفین نے تفسیر حسن بصری کے بہت سے حوالہ جات نقل کئے

تھے، اس طرح احادیث میں جہاں ان کا تفسیری قول یا نقطہ موجود تھا، ان تمام کو میں نے اکٹھا کیا اور تفسیر حسن بصریؒ کی تکمیل کی، اسی مقالے پر مجھے دکتورہ کی ڈگری دی گئی۔

اولیاء کا خواب دلیل شرعی نہیں

بعض صوفیاء، اولیاء اللہ کے خواب کو حجت شرعی مانتے ہیں، وہ ترمذی کی روایت کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں، کہ اولیاء کے خواب شرعی حجت ہے۔

[عن عبداللہ بن زید عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَمَّا اَصْبَحْنَا اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ فأخبرتُهٗ بِالرُّؤْیَا فَقَالَ اِنَّ ھٰذَا لَرُؤْیَا حَقٌّ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاِنَّهٗ اَنْدٰی وَاَمَدُّ صَوْتاً مِنْكَ]

”عبداللہ بن زید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کے بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچا خواب ہے بلالؓ کے ساتھ جاؤ اس لئے کہ وہ بلند اور لمبے آواز والا ہے“۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان ھذا لرویا حق کا مطلب یہی ہے کہ خواب حق ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا استدلال غلط ہے کیونکہ اذان کی مشروعیت عبداللہ بن زید بن عبدربہ کے خواب کی وجہ سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمانے سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خواب کی سچائی کا حکم دیا۔

آج کسی کے خواب کے سچا ہونے کی کون تصدیق کرے گا؟ جب کسی خواب کی سچائی کا علم یقینی نہ ہو تو یہ خواب دین میں حجت کیسے بنے گا؟ البتہ اولیاء کے خواب مبشرات ہیں لیکن احکام اس سے ثابت نہیں ہوتے۔ پیغمبر علیہ السلام کا خواب شرعی حجت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ”تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی“ (میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا) پیغمبر ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کے خواب بھی شرعی حجت ہیں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب دیکھیں ”اِنِّیْ أَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ“ (میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں آپ کو ذبح کرتا ہوں)۔

تاثیر اذان

ترمذی باب الاذان کے تحت حضرت نے یہ واقعہ سنایا، کہ شارجہ میں ایک جرمنی نو مسلم جس نے اب اپنا نام علی محمد رکھا ہے' اذان سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے ہیں، ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا'' کہ کیسے آپ مسلمانوں سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے،'' انہوں نے جواب دیا،'' مسلمانوں میں کیا ہے؟ کہ میں ان سے متاثر ہوکر مسلمان ہوتا، عرب مسلمان رمضان المبارک کے مہینے میں یہاں ہمارے دفتر میں آکر شراب پیتے ہیں میں تو اذان سے متاثر ہوکر مسلمان ہوا ہوں۔ میں اسلام آباد میں [جرمنی سفارت خانے میں ملازم تھا اور] صبح سویرے ورزش کرتا، تو مختلف مساجد سے فجر کی اذان کی آوازیں بلند ہوتیں ان آوازوں میں بہت زیادہ سرور محسوس ہوتا، اسی طرح روزمرہ جب چاروں طرف اذانیں شروع ہوتی تو میں کھڑا ہوتا، چنانچہ میں نے کسی سے پوچھا،'' کہ یہ کیا آواز ہے؟'' مجھے بتایا گیا'' کہ یہ اذان کی آواز ہے'' مذہب اسلام میں پانچ نمازوں کے لئے اذان دیتے ہیں تاکہ مسلمان مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا کرلیں، اسی آواز سے متاثر ہوکر میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔

[اسلام کی حقانیت نے مجھے اسلام کی نعمت سے سرفرازی بخشی' علی محمد اب ماشاءاللہ بہت بڑا عالم بن گیا ہے۔ قرآنی آیات نبوی روایات کو بڑی روانی کے ساتھ سناتا ہے' ایک دفعہ دارالعلوم حقانیہ میں میرے کمرہ میں بیٹھا تھا اتنے میں بی بی سی کا ایک بہت بڑا وفد بڑے بڑے کیمروں کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوا' میں نے علی محمد صاحب کو کہا کہ یہ تو آپ کی امت ہے۔ ان کو سمجھائیں' علی محمد بہت غصہ ہوا کہ بی بی سی والے اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔ ان کو دارالعلوم میں آنے نہ دیا کرو ان کی وجہ سے نحوست اور بے برکتی پیدا ہوتی ہے۔]

بدعت

تھویب کے معنی ہے کپڑے سے اشارہ کرنا، تھویب کی دو قسمیں ہیں مسنون اور مکروہ، مسنون "الصلوٰۃ خیر من النوم" ہے اور بدعی یا مکروہ "الصلوٰۃ جامعہ" وغیرہ کے الفاظ اذان اور اقامت کے درمیان کہنا۔ بدعت بہت بری چیز ہے، بدعت وہ عمل ہے جو نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو۔

حافظ ابن کثیرؒ بدعت کی تعریف میں لکھتے ہیں،

"كُلُّ قَوْلٍ وَفِعْلٍ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ الصَّحَابَةِ فَهُوَ بِدْعَةٌ"

جو قول اور فعل صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہے۔(۱)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالبِدْعَةُ فِى الْاَصْلِ اِحْدَاثُ اَمْرٍ لَمْ يَكُنْ فِى زَمَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

"بدعت اصل میں کسی ایسے کام کا ایجاد کرنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا" (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"مَنْ اَحْدَثَ فِىْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

"جس شخص نے ہمارے اس (دین کے) امر میں نئی بات (بدعت)

(۱) ابن کثیر ج ۴/ص ۱۵۶۔

(۲) عمدۃ القاری ج ۵/ص ۲۳۰

پیدا کی، جو اس میں نہیں وہ باطل و مردود ہے" (۱)

حضرت ابن عمرؓ نے اس مسجد میں جس میں تھویب ہوئی نماز نہیں پڑھی اور فرمایا، "اس بدعتی کو اس مسجد سے نکالیں،" امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے تھویب پر ناگواری کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

وَرُوِیَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ مَسْجِداً وَ قَدْ أُذِّنَ فِيْهِ وَنَحْنُ نُرِيْدُ أَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِ فَثَوَّبَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ عبدُالله بنُ عُمَرَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ أَخْرُجْ بِنَا (لأنه كَانَ أَعْمٰى) مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعْ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ وَاِنَّمَا كَرِهَ عبدُالله بنُ عُمَرَ التَّثْوِيْبَ الَّذِيْ أَحْدَثَهُ النَّاسُ (۲)

"امام مجاہدؒ سے مروی ہے کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان ہو چکی تھی اور ہمارا ارادہ تھا کہ اس مسجد میں نماز پڑھیں۔ اس دوران موذن نے تھویب کی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر آئے اور فرمایا کہ مجھے اس بدعتی کے یہاں سے لے چلو (یہ اس لیے کہا کہ وہ اندھے ہو چکے تھے) اور وہاں نماز نہیں پڑھی۔ (امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ) عبداللہ بن عمرؓ نے اس تھویب کو ناپسند فرمایا جس کو لوگوں نے ایجاد کر لیا ہے"۔

آج کل بریلوی حضرات اذان سے پہلے درود پڑھتے ہیں، درود اچھا عمل ہے لیکن اذان سے پہلے یا اذان کے بعد پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ اگر مسجد میں کسی طالب علم نے اذان دی اور آخری لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کے ساتھ محمد رسول اللہ لگایا تو سب طلبہ اسکی پٹائی کریں گے، محمد رسول اللہ ہے لیکن اذان کیساتھ نہیں۔ اسی طرح دورد پڑھنا باعث اجر وثواب ہے لیکن یہ مقام نہیں کہ اذان سے پہلے پڑھا جائے یہ بدعت ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"فما يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُوْنَ الْآنَ عَقِبَ الْأَذَانِ مِنَ الْإِعْلَانِ بِالصَّلوٰةِ

---

(۱) بخاری ج ۱ ص ۳۷
(۲) (ترمذی ج ۱/ ص ۲۷)

وَالسَّلَامِ مِرَارًا أَصْلُهُ سُنَّةٌ وَالْكَيْفِيَّةُ بِدْعَةٌ" (۱)

"آج کل مؤذنین نے اذان کے بعد زور سے بار بار صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کیا ہے۔ اسکی اصل سنت ہے (یعنی اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھنا سنت اور عبادت ہے) لیکن مؤذنوں کا اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا یہ طریقہ بدعت ہے۔"

حضرت ابن مسعودؓ نے مسجد نبوی میں کچھ لوگوں کو دیکھا جو مسجد نبوی میں حلقہ بنا کر ذکر اور صلوٰۃ وسلام زور سے پڑھ رہے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے فرمایا، "میں تم کو بدعتی سمجھتا ہوں اور ان کو مسجد نبوی سے باہر نکالا" (۲)

کاش! کہ بلال کو ماں نے نہ جنا ہوتا

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ حدیث شریف میں ہے:
"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی تکلیف سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو) صحابہ کرامؓ سے سہواً یا خطأً کوئی غلطی ہوتی تو پھر معافی مانگتے تھے، حضرت بلالؓ نے ایک دفعہ رات کو فجر کی اذان دی، لوگ بیدار ہوئے وہ رات کا وقت تھا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کہ لوگوں سے معافی مانگ لو،" صبح حضرت بلالؓ روتے روتے مدینہ کی گلیوں میں گھومتے اور لوگوں سے معافی مانگتے، اور فرماتے تھے، "أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ لَيْتَ بِلَالًا لَمْ تَلِدْهُ أُمُّهُ" (کاش! کہ بلال کو ماں نہ جنتی) کیونکہ میں نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے یہ تھے صحابہ کرامؓ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.

(۱) مرقات ج/ ۲/ ص ۲٦۱ (۲) شامی ج/ ۱/ ص ۲۵۵

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر قلتِ حدیث کا الزام

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ کو احادیث یاد نہیں تھیں، صرف سترہ احادیث وہ بھی ضعیف، یہ بہت زیادتی ہے، ایک دفعہ مدینہ میں ایک طالب علم نے مجھے بتایا کہ یہ دوسرا استاد کہتا ہے کہ امام صاحبؒ کو صرف ۱۷ احادیث یاد تھیں وہ بھی ضعیف، میں نے کہا کہ تم ان سے یہ بات لکھواؤ انہوں نے پوچھا کہ تم لکھا ہوا کیوں مانگتے ہو میں نے کہا اس لئے کہ میں مسجد نبوی کے ائمہ کرام کو دکھاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بعض کذاب بھی درس دیتے ہیں اور اگر واقعتاً اس طرح ہو تو پھر تفاسیر اور احادیث کی کتابوں کو آگ لگانی چاہیے، کیونکہ تفاسیر اور احادیث کی کتابیں امام صاحبؒ کے اقوال سے بھری پڑی ہیں۔ امام صاحب سے ۱۵ مسانید مروی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ان کا نام اپنی کتابوں میں بڑے ادب واحترام سے ذکر کرتے ہیں۔

امام صاحبؒ پر جو لوگ قلت حدیث کا الزام لگاتے ہیں، وہ علامہ ابن خلدون کے قول کا سہارا لیتے ہیں، فرماتے ہیں،

"فَأَبُوحَنِيفَةَ يُقَالُ بَلَغَتْ رِوَايَتُهُ إِلَى سَبْعَةَ عَشَرَ حَدِيثًا"

"امام صاحب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ ۱۷ تک ہیں"۔

ابن خلدون خود ہی لفظ یقال کہہ کر اس بات کی تضعیف کر رہے ہیں، ایک اور جگہ ابن خلدون خود امام صاحبؒ کے بارے میں صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں،

"وَالْإِمَامُ أَبُوحَنِيفَةَ مِنْ كِبَارِ الْمُجْتَهِدِينَ فِي الْحَدِيثِ" (۲)

"امام ابوحنیفہ مجتہدین فی الحدیث کے بڑے ائمہ میں سے ہیں"۔

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۴

(۲) مقدمه ابن خلدون ص ٤٤٢

امام صاحبؒ سے کم روایات مروی ہونے کی وجہ سے ان کا محدث نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، احادیث کی کتابوں میں ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی بہت تھوڑی روایات ذکر کی گئیں ہیں۔ اسی طرح امام صاحبؒ بھی مسائل کے استنباط میں مشغول تھے، اوران سے اگر روایتیں کم مروی ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ان کو احادیث یاد نہ تھیں۔

رہی یہ بات کہ معاصرین نے آپ پر رد کیا ہے، تو معاصرین نے کس عالم یا مجتہد پر رد نہیں کیا ہے، کرابیسیؒ نے امام مالک رحمہ اللہ پر رد کیا ہے، زہریؒ نے امام بخاریؒ کے خلاف باتیں لکھی ہیں، ابوحاتم الرازیؒ، علامہ عجلیؒ اور امام یحییٰ بن معین نے امام شافعیؒ پر نقد کی ہے۔

ان حوالہ جات کے پیش نظر کیا ہم یہ گمان کریں گے؟ کہ امام شافعیؒ کو احادیث یاد نہیں تھیں، یا امام بخاریؒ اور امام مالکؒ کو حدیث کے باب میں مہارت تامہ نہ تھی؟ حاشا وکلا ہمارے نزدیک امام شافعیؒ ایک عظیم محدث اور مجتہد تھے اسی طرح امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا شمار بھی بلند پایہ محدثین اور مجتہدین میں ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ پر جن معاصرین نے نقد کی ہے اس سے امام صاحبؒ کی محدثانہ شان پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اس طرح معاصرین ایک دوسرے پر رد کرتے ہیں، اور جرح کے اصول میں یہ بات لکھی ہوئی ہے، کہ کسی کی عدالت، امامت اور علمیت تواتر کے ساتھ اہل علم میں ثابت ہو تو اس کے حق میں جرح مضر نہیں ہے۔

غیر مقلدین حضرات سے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جب آپ حضرات امام صاحبؒ کے بارے میں جرح کرنا چاہیں، تو انصاف اور دیانت کو ملحوظ رکھ کر اس کا کوئی اچھا محمل تلاش کریں، اور تعصب کی وجہ سے خدام اسلام کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش نہ کریں۔

☆ ☆ ☆

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

بیت المقدس میں، میں نے پندرہ دن گزارے، ہم نے زاویہ ہندیہ میں ایک کمرہ کرایہ پر لیا تھا میرے ساتھ آسام کے آٹھ مسلمان تھے جو آسام سے بحری جہاز میں بصرہ کی بندرگاہ تک سفر کر چکے تھے اور حج کرنے کیلئے انہوں نے یہی راستہ اختیار کیا تھا ہم ایک کمرہ میں سکونت پذیر تھے' برف باری ہو رہی تھی ان میں کافی جوئیں ہو گئی تھیں' دو تین دن کے بعد میرے کپڑے بھی جوؤں سے بھر گئے' تمام رات اپنے جسم کو کھجلاتا تھا' ایک دن میرے آسام والے ساتھی مزارات کے دیکھنے کے لئے گئے' میں نے معذرت کر دی کہ میری طبیعت خراب ہے' مجھے کمرے میں چھوڑ دیں وہ چلے گئے میں نے کپڑے تبدیل کئے اور بنین کو جب دیکھا تو جوئیں ایک دوسرے کے ساتھ لگی ہوئی تھی' میں نے سٹوپ سے پانی گرم کر کے کپڑوں کو گرم پانی سے دھویا تب ایک دو راتیں خیریت سے گزری پھر دوبارہ کپڑے جوؤں سے بھر گئے۔ پندرہ دن کے بعد ہم عقبہ چلے گئے' جو سمندر کے کنارے پر ہے' ہاں موسم گرم تھا' خود بخود جوئیں رخصت ہو گئیں۔

افسوس کی بات یہ کہ مسجد اقصیٰ کے امام بھی ریش تراشیدہ تھے، جب امت کے مقتداؤں بالخصوص مسجد اقصیٰ کے مقتداء کا یہ حال ہو، تو باقی امت کا کیا حال ہوگا؟ مجھے جس چیز نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا، وہ یہاں کی نمازیوں کی قلیل تعداد تھی، عصر کی نماز میں چالیس پینتالیس تک نمازیوں کا شامل ہونا قابلِ صد حسرت ہے، ان میں بھی اکثر باہر سے آنے والے مسافر تھے، حالانکہ بیت المقدس جیسے شہر میں جہاں لاکھوں مسلمان بستے ہیں ان میں درجن بھر نفوس کی شرکت یہاں کے مسلمانوں کے دینی انحطاط اور اسلام سے بے رغبتی کا بیّن ثبوت ہے۔

دفاعِ احناف پر ایک دلچسپ مکالمہ

جامعہ اسلامیہ میں ایک دفعہ سفر کی حالت میں امامت کا مسئلہ کلاس میں پیش آیا کہ سفر کی حالت میں امام کون ہوگا؟ چنانچہ اگر دو آدمی علم میں برابر ہوں تو قرأت کو دیکھا جائے گا، اگر قرأت میں برابر ہوں تو عمر کو دیکھا جائے گا جو زیادہ عمر والا ہو تو وہ امام بنے گا، اگر ان تین چیزوں میں بھی برابری ہو تو پھر ان میں زیادہ متقی دیکھا جائے گا جو زیادہ متقی ہو وہ امام بنے گا، احادیث میں صرف یہی چار اوصاف مذکور ہیں۔

بعض ہندی غیر مقلدین طلبہ نے فقہ کے استاد شیخ داکلی کو کہا کہ احناف کی کتابوں میں تو آگے بھی لکھا گیا ہے کہ پھر جو زیادہ خوبصورت ہو، اس کے بعد جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو اس کے بعد جس کا آلہ تناسل سب سے بڑا ہو (وہ امامت کا حقدار ہے) ثُمَّ أَحْسَنُ وَجْهاً ثُمَّ أَحْسَنُ زَوْجاً ثُمَّ أَكْبَرُ ذَكَراً پھر جو زیادہ خوبصورت ہو اس کے بعد جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو اس کے بعد جس کا آلہ تناسل سب سے بڑا ہو (وہ امامت کا حقدار ہے) تو شیخ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا، "کہ آپ اس عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" [احسن وجھا سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ احناف خوبصورت لڑکوں کو پسند کرتے ہیں' میں نے کہا ہمارے احناف کے نزدیک تو نابالغ لڑکوں کے پیچھے نماز حرام ہے۔ کل آپ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ شوافع اور حنابلہ اقتداء خلف الصبی جائز مانتے ہیں' ہم تو مفترض کی اقتداء خلف المتنفل جائز نہیں سمجھتے' پھر شیخ نے کہا أَحْسَنُ وَجْهاً کا کیا مطلب ہے] میں نے کہا، "کہ حضرت! أَحْسَنُ وَجْهاً سے سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کی رونق مراد ہے۔" تو پھر فرمایا، "کیا امام صاحبؒ کی بیوی کو دیکھنے کیلئے اس کے گھر جائیں گے؟" میں نے کہا "حضرت! "مقتدیوں کو اپنی بیویوں کے ذریعے امام صاحب کی

بیوی کا حسن معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ جب کوئی شادی کرے تو بیویاں اپنے شوہروں کو بتاتی ہیں کہ اس کی بیوی ایسی خوبصورت ہے"

پھر استاد صاحب نے فرمایا، "اب یہ بتائیں کہ اکبر ذکراً کی کیا توجیہ کریں گے کیا امام صاحب کو یہ کہا جائے گا کہ ازار بند کھول دو تا کہ مقتدی آپ کا آلہ تناسل دیکھیں؟ میں نے کہا، "حضرت! یہ تو کاتب کی غلطی ہے، یہ دراصل اکثر ذِکراً ہے یعنی بکسر الذال کہ جو زیادہ ذکر کرتا ہو تو وہ امام بنے گا۔ چنانچہ استاد محترم چپ ہو گئے۔

دوسرے دن میرے ہندی غیر مقلدین ساتھی کتابیں لے آئے اور کہنے لگے، "کہ کل جو توجیہات کی تھیں یہ ہیں احناف کی کتابیں دیکھ لیں" میں نے کہا، معتمد و مستند مراجع سے ثابت کریں، ہدایہ، فتح القدیر بدائع صنائع' مبسوط وغیرہ سے ثابت کریں، ہر رطب و یابس کا میں ذمہ دار نہیں ہوں ایسے تو شوافع اور موالک کی کتابوں میں بہت سی کمزور باتیں ہیں کیا آپ مجھے اس کا جواب دے سکتے ہیں لیکن آپ صحیح اور معتمد مراجع سے ثابت کریں۔"

[ان ایام میں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے وہ مجھ سے روزانہ مغرب کی نماز کے بعد پوچھتے تھے کہ آج کس مسئلہ پر شیخ والی نے درس دیا' میں نے یہ واقعہ بیان کیا' حضرت مفتی صاحب بہت ہنسے اور پھر ان باتوں کی عجیب و غریب توجیہات بیان کرتے رہے]

درحقیقت احناف کے بعض علماء نے ایسی کمزور باتیں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں جن پر مخالفین اور معترضین انگشت نمائی کرتے ہیں اسکی کیا ضرورت ہے کہ کتابوں میں احسن زوجۃً و اکبر ذکراً لکھ دیا جائے۔

ایک مبارک عدد

اعداد میں سب سے مبارک عدد "السبع" ہے قرآن میں یہ عدد بہت زیادہ ذکر ہوا ہے۔ مثلاً ﴿فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ بقرہ:۲۹﴾ ﴿أَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ۔ یوسف: ۴۶﴾ ﴿تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَأَبًا، یوسف: ۴۷﴾ ﴿ثُمَّ یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ، یوسف :۴۸﴾ ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ، الطلاق:۱۲﴾ ﴿سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ أَیَّامٍ، الحاقہ: ۷﴾ ﴿وَلَقَدْ آتَیْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ، الحجر:۸۷﴾

سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِی سے مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں اور اس سورت کا دو دفعہ نزول ہوا۔ پہلے مکہ میں پھر مدینہ منورہ میں نَزَلَتْ سُوْرَةَ فَاتِحَةِ مَرَّةً فِی مَكَّةِ الْمُكَرَّمَةِ وَمَرَّةً فِی الْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَہ۔ سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ مکہ میں نازل ہوئی اور دوسری دفعہ مدینہ منورہ میں۔ اسبعا من الثانی سے مراد سبع طوال سورتیں ہیں۔]

اسی طرح احادیث میں یہ عدد کثرت سے آیا ہے مثلاً (i) مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ سِنِیْنَ، (ii) أَمَرَنَا بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ (iii) عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلَاةَ وهو ابْنُ سَبْعٍ (iv) سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ (v) إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَهٗ سَبْعَةُ أَطْرَافٍ

[نومولود کے ساتویں روز عقیقہ کرنا چاہیے اور ساتویں روز اس کے سر کے بال منڈوانے چاہئیں۔ رمی جمرات میں سات عدد حصیات (سنگریزے)۔ طواف میں بھی خانہ کعبہ کے اردگرد سات چکر ہیں۔ صفا و مروہ میں بھی سات بار آنا جانا۔ جس کافر کو سانپ نے ڈسا تھا تو صحابی نے سات بار اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا وہ بالکل صحت یاب ہوا]۔ اگر کوئی لکھنا چاہے تو مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھ سکتا ہے۔

دینی کاموں پر اجرت کی شرعی حیثیت

اجرت علی الطاعات جائز ہے یا ناجائز، اس مسئلے سے متعلق روایات مختلف اور متعارض ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں، ''کہ میں ایک آدمی کو قرآن پڑھاتا تھا اس نے مجھے ایک قوس دیا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا، ''اگر آپ نے یہ قوس لیا تو گویا آپ نے آگ کا قوس لیا'' چنانچہ میں نے واپس کیا۔

اسی طرح عبادۃ بن الصامتؓ کی روایت ہے کہ اجرۃ لینا صحیح نہیں۔ قرآن سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، ''وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا'' اسی طرح پیغمبروں نے فرمایا: ''اِنْ أَجْرِیَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ'' یہ امام ابوحنیفہؒ کے دلائل ہیں، اور امام صاحب کہتے ہیں، ''کہ اجرۃ علی الطاعات ناجائز ہے ایک قول امام شافعیؒ کا بھی یہی ہے۔

ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے، کہ صحابہ کرامؓ ایک جگہ تشریف لے گئے وہاں پر کفار نے مسلمانوں کی مہمان نوازی نہیں کی، اچانک کفار کے سردار کو سانپ نے ڈسا [لوگوں نے اپنے سردار کا کافی علاج کیا مگر بے سود کسی نے کہا کہ یہ مدینہ کے لوگ نیک معلوم ہو رہے ہیں انکے پاس جانا چاہیے چنانچہ] وہ صحابہ کرامؓ کے پاس آئے اور کہا، ''کہ ان کو دم کریں،'' وہ کافر تھے لیکن مسلمانوں پر اعتماد کرتے تھے۔ تو صحابہؓ نے فرمایا، ''کہ آپ ہمیں اجرت دیں گے،'' انہوں نے ۳۰ بکریاں دیں۔ ایک صحابی نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا وہ ٹھیک ہوگیا۔ صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا کہ یہ بکریاں حلال ہیں یا حرام؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا، '' اِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ'' [بخاری] ''جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے ان میں اجرت کا زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔'' اس

حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اجرت جائز ہے۔ علماء اجرت اہل الطاعات کے جواز پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق دینی کاموں پر اجرت جائز ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر اور بحر الرائق میں لکھا ہے ''کہ احناف میں متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے'' امام صاحبؒ نے اس وجہ سے ناجائز قرار دیا ہے کہ اُس وقت مؤذنین مفسرین اور محدثین و مدرسین کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی، اب چونکہ بیت المال سے تنخواہ نہیں ملتی ہے اور اگر اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیا جائے تو درس وتدریس اور تعلیم کا سلسلہ بے کار رہے گا فقہاء نے ضرورت کی بناء پر متاخرین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

تعلیم و تعلم، امامت اور اذان پر اجرت لینا صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت ہے۔ ابن جوزیؒ نے سیرت العمرین [جس میں عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیز کی تاریخ ہے] میں لکھا ہے، ''کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مؤذنین اور ائمہ و مدرسین کو باقاعدہ تنخواہ دیتے تھے'' نصب الرایہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے گورنر کو لکھا:

أَنْ أَعْطُوا النَّاسَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ أَجْراً

''لوگوں کو تعلیم قرآن پر اجرت دے دو''

سنن کبریٰ بیہقی میں لکھا ہے کہ

''حضرت عمرؓ ہر مؤذن کو ماہوار ۵ درہم دیتے تھے۔''

آج کل دینیات کے جو مدرسین ہیں، ان کیلئے حکومت نے بہت کم تنخواہیں مقرر کی ہیں، جو انگریزی خوان ہیں ان کیلئے بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مدرسین کیلئے بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کی جائیں۔

پارلیمنٹ کیلئے عالم دین کی شرط لگانی چاہیے

ارباب حکومت ایم پی اے اور ایم این اے کیلئے بی اے کی شرط لگاتے ہیں یہ مسلمانوں کا ملک ہے اسلام کے نام پر آزاد ہوا ہے، لاکھوں لوگوں نے قربانیاں دی، مسلمان عورتیں آج بھی سکھوں کے پاس ہیں۔

[جن کو سکھوں نے لونڈیاں بنا کر ان سے بیت الخلاء اور نالیاں صاف کروا رہے ہیں، وہ ہندوؤں اور سکھوں کے گھروں میں قیدیوں جیسی زندگی بسر کر رہی ہیں، وہ ابھی تک اس انتظار میں ہیں کہ کوئی محمد بن قاسمؒ جیسا جرنیل آئے گا اور ہمیں عقوبت خانوں سے نکال کر اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچائے گا۔ مگر اکثر مظلوم، محبوس عورتیں ان حسرتوں کو اپنے ساتھ قبروں میں لے گئیں بلکہ کئی مسلمان عورتوں کو ہندوؤں نے آگ میں جلا کر انکے ساتھ ان کی حسرتوں کو بھی جلا دیا ہے]

جنہوں نے پاکستان کی آزادی کیلئے قربانیاں دی ہیں تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی کے لئے تو BA کے بجائے حافظ، عالم کی شرط لگانی چاہیے، فقہ کا ماہر یا جس کو قرآن کا ترجمہ یاد ہو، ایسی شرائط مقرر کرنی چاہئیں۔

عالمگیر کے دور حکومت میں تمام عہدے اسلامی تعلیمات کے معیار پر ملتے تھے یہی وجہ تھی کہ امراء اور وزراء کے بچے مساجد و مدارس میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، خود عالمگیر حافظ قرآن تھے اور اس کے ساتھ آپ کو بارہ ہزار احادیث یاد تھیں۔

برا اچھا بدنام برا

تہمت کی جگہوں سے بچنا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ" "تہمت کی جگہوں سے اپنے آپ کو بچائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف پر بیٹھے تھے پھر جب ان کو واپس لے جانے لگے تو دو صحابہؓ راستے سے گزر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی اور فرمایا، "میرے ساتھ میری بیوی حضرت صفیہؓ ہے" یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا، کہ ان کو شک پیدا نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ سوچنا کفر ہے تو ان کے ایمان کی حفاظت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہی وجہ ہے کہ تہمت کے مقامات سے بچنا چاہیے۔

چودھویں کے چاند سے سمندر کا تلاطم

چودھویں رات کا صحت کیساتھ تعلق ہے، ۱۳/۱۴/۱۵ اسلامی تاریخ کو خون نکالنا صحت کیلئے مفید ہوتا ہے کیونکہ اس وقت خون بہت جوش میں ہوتا ہے اور جو فاسد خون ہو وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چودھویں رات کی خوبصورتی کی وجہ سے سمندر کا پانی ۱۳/۱۴/۱۵ کو موجوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، سمندری جہازوں کو ان راتوں میں بہت مشکل پیش آتی ہے، سمندر میں تلاطم اور موجوں کا طوفان رہتا ہے۔

[کہتے ہیں کہ سمندر چاند پر عاشق ہے 'جب ۱۳۔۱۴۔۱۵ کو چاند کی روشنی شباب پر ہوتی ہے تو سمندر فرط مسرت سے رقص کرنے لگتا ہے]

احادیث کی وعیدات پر تجربہ نہ کریں

احادیث سے استہزاء نہ کریں اور نہ احادیث پر تجربہ کریں جن لوگوں نے احادیث پر تجربہ کیا ہے انہوں نے اس کی سزا بھگتی ہے۔ایک معتزلی طالب علم نے حدیث "اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ" پر تجربہ کرتے ہوئے اپنے جوتوں میں کیل ٹھونک دیئے، اور صبح اپنے گھر سے نکلنے لگا تو پاؤں کو زور سے زمین پر مار دیا کہ فرشتوں کے پَر کچلنے سے توڑ دوں' قدم رکھتے ہی تمام قدم کیڑوں سے بھر گئے' اور وہیں گر کر واصل جہنم ہوا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو اس عمل قبیح کرتے وقت ہلاک کیا۔

اسی طرح امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کرنے سے متعلق جو وعید آئی ہے کہ "جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کریگا اس کی شکل مسخ ہوجائیگی اور گدھے کی طرح اس کا چہرہ بن جائیگا" اس پر ایک بے وقوف طالبعلم نے تجربہ کیا، تجربہ کے بعد اس کا سر گدھے کی طرح ہوگیا، [پھر وہ اپنے سر کو چھپائے رکھتا تھا اور طلب علم میں لگا رہا' ایک اچھا عالم بن گیا اور طلبہ کو پڑھانے لگا۔طلبہ سے پہلے عہد وپیمان لیا کرتا تھا کہ میں تمہیں پڑھاؤں گا مگر آپ مجھ سے یہ مطالبہ نہیں کریں گے کہ میں تمہیں اپنا چہرہ ظاہر کروں۔ایک اناڑی طالبعلم نے استاد کو اکیلا پا کر پکڑ لیا' کہ آج میں ضرور آپ کا چہرہ دیکھوں گا۔کئی دنوں سے میں اسی انتظار میں ہوں کہ آپ کو اکیلا پا کر آپ کا چہرہ دیکھ سکوں۔استاد نے کہا آپ نے جو عہد وپیمان میرے ساتھ کیا ہے' طالبعلم ضدی تھا' استاد کو پکڑ لیا پردہ دور کیا۔دیکھا تو

[رَأْسُہٗ وَوَجْھُہٗ کَرَأْسِ حِمَارٍ وَوَجْہِ حِمَارٍ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخَسْفِ وَالْمَسْخِ]

اس کا سر اور چہرہ گدھے کے سر اور چہرے کی طرح تھا زمین میں دھنسنے اور مسخ سے اللہ کی پناہ۔

ترتیب صفوف

صفوف کی ترتیب میں بعض حالات فرض اور بعض سنت ہیں، جو اس مجموعہ سے
با آسانی معلوم ہوتے ہیں،

رن رخیے خن فرض" رص خص صن سُنّۃ"

اس مجموعہ میں "ر" سے رجال، "ن" سے نساء، "ص" سے صبیان اور "خ"
سے خنثیٰ مشکل مراد ہیں لہذا اس شعر سے معلوم ہوا کہ رجال ونساء، رجال وخنثیٰ اور خنثیٰ ونساء
میں صفوف کی ترتیب فرض ہے جبکہ رجال وصبیان، خنثیٰ وصبیان اور صبیان ونساء میں سنت
ہے، عورتوں اور مردوں کی ترتیب فرض ہے۔ مسجد الحرام میں اکثر اوقات میں عورتیں مردوں
کے سامنے یا مردوں کے ساتھ کھڑی ہوتی ہیں، کیونکہ وہ درمیان میں پھنس جاتی ہیں، نکلنے کا
کوئی راستہ نہیں ہوتا، پیچھے، دائیں بائیں یا آگے کی طرف دیکھیں تو ہجوم ہی ہجوم ہوتا ہے،
حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بہت غصہ ہوتے تھے اور فرماتے، "کہ اس سے تمام مردوں
کی نماز خراب ہوتی ہے کہ عورتیں یا آگے آتی ہیں یا محاذات میں،" اور مفتی محمودؒ فرماتے
تھے، "کہ نہیں میاں چونکہ ہجوم زیادہ ہوتا ہے اور ضرورت ہے لہذا ضرورت کی بناء پر جائز
ہے۔" ضرورت باشد روا باشد اور "اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ" ضرورت ممنوع
چیزوں کو بھی مباح بنا دیتی ہے۔

نظر بد کا علاج

عیا نین یعنی نظر باز آدمی کی نظر لگ جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس نظر باز کے
وضوء کے مستعمل پانی کو اس مریض پر چھڑکا جائے اور معوذتین سے دم کرنا چاہیے۔ حسن
بصریؒ فرماتے ہیں، "کہ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا
الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَّمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ دم کریں۔ یہ مجرب عمل ہے

تبرک بآثار الصالحین

بخاری شریف جلد ثانی میں "بَابُ الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" کے تحت فرمایا: تَبَرُّكٌ بآثار النبی، بآثار الصحابی اور بآثار الصالحین ثابت ہے۔ لیکن آج کے دور میں بعض لوگ اس کے منکر ہیں اور تبرک کے مسئلے سے ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنایا ہے جس پر زبانی اور قلمی مناظروں کا بازار گرم رکھا ہے۔ حالانکہ تبرک کا جواز صحیح روایات سے ثابت ہے، اس کا انکار سراسر ظلم اور جہل ہے۔

قرآن مجید سے بھی تبرک بآثار الصالحین ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ (البقرة: ٢٤٨) "جب تمہارے پاس وہ صندوق آوے جس میں آپ کے رب کی طرف سے آرام رکھا گیا ہے۔ اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑ گئیں موسیٰؑ اور ہارونؑ کی اولاد "

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس تابوت میں موسیٰ علیہ السلام کے جوتے عصا اور پگڑی تھی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس صندوق میں انبیاء کرامؑ کے تبرکات تھے۔

تبرک باآثار الصالحین کا ثبوت صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعین کے عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ بہت سی روایات سے تبرک ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت کے لئے چند احادیث پیش کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس مسئلے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(١) عَنْ عَاصِمِ نِ الْأَحْوَلِ قَالَ رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِىِّ صلَّى الله عليه وسلم عِنْدَ

أَنسِ بْنِ مَالِكٍؓ وَكَانَ قَدِ انْصَدَعَ فسلسه بِفِضَّةٍ قَالَ وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ من نضار قَالَ قَالَ أَنسٌ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلَّى الله عليه وسلم فى هٰذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وكَذَا قَالَ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ إِنَّهُ كَانَ فِيْهِ حَلْقَةٌ مِنْ حَدِيدٍ فأَرَادَ أَنسٌ أَنْ يَّجْعَلَ مَكَانَهَا حَلْقَةً مِّنْ ذَهَبٍ أَوْفِضَّةٍ فَقَالَ لَهُ أَبُوطَلحَةَ لَاتُغَيِّرَنَّ شَيْئاً صَنَعَهُ رسولُ اللهِ صلَّى الله عليه وسلم فَتَرَكَهُ" [بخارى شريف:٨٤٢/٢]

عاصم احولؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ دیکھا جو پھٹ گیا تھا، انہوں نے اس میں چاندی کا کڑا لگالیا تھا، وہ لکڑی کا عمدہ چوڑا پیالہ تھا۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پلایا ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ اس میں لوہے کا ایک کڑا تھا، حضرت انسؓ نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا کڑا لگا دیں تو حضرت ابوطلحہؓ نے منع کیا کہ اس چیز کو نہ بدلو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ارادہ ترک کردیا۔

(۲)　عن جابر بن عبدالله هٰذَا الحديث قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ النَّبِيِّ صلّى الله عَلَيْهِ وسَلَّم وَقَدْ حَضَرَتْ الْعَصْرَ وَلَيْسَ مَعَنَا مَاء غَيْرُ فَضْلَةٍ فَجُعِلَ فِيْ إِنَاءٍ فَأُتِيَ النَّبِي صلى الله عليه وسلم فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهِ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ قَالَ لِيْ عَلىٰ أَهْلَ الْوُضُوءِ الْبَرَكَةُ مِنَ اللهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ وَشَرِبُوْا فَجَعَلْتُ لَاآلُوْمَا جَعَلْتُ فِيْ بَطْنِيْ مِنْهُ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ بَرَكَة قُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ اَلفاً وأَربعَ مائةٍ. [بخارى شريف:٨٤٢/٢]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

تھا، عصر کی نماز کا وقت ہوگیا، اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا، وہ پانی برتن میں رکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا، اپنی انگلیاں کشادہ کیں اور فرمایا، وضو کرنے والو! آؤ چنانچہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا ہے، لوگوں نے وضوء کیا اور پانی پیا، میں نے بھی اس پانی سے پیٹ بھرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ (یعنی خوب شکم سیر ہوکر پیا) کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ برکت والا پانی ہے۔ روای سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ اس دن تم کتنے آدمی تھے تو انہوں نے فرمایا کہ چودہ سو آدمی تھے۔

(۳) ایک عورت نے بڑے اشتیاق کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تہبند دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی رغبت سے قبول کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا تو ایک صحابیؓ نے چھوا اور کہا کہ بہت اچھا ہے، ان کے الفاظ سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اسکی تمنا رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت گھر تشریف لے گئے اور اپنا پرانا تہبند پہنا اور اس نئے تہبند کو اس صحابیؓ کو دے دیا، صحابہ کرامؓ نے اس صحابیؓ کو ملامت کیا کہ تم نے یہ اچھا نہیں کیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر کی ضرورت تھی، اس عورت نے انتہائی شوق و رغبت سے یہ ھدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑی قدر و محبت سے قبول کیا لیکن تم نے فوراً ہی مانگ لیا۔ اس صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے مانگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے اس تہبند کا اتصال ہوا تھا میں اپنے کفن میں ایسا کپڑا رکھنا چاہتا ہوں جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے نسبت ہو۔ [بخاری شریف: ۸۹۲/۲]

(۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑی سی کھجوریں

لے کر حاضر ہوا، تو آپ نے برکت کی دعا فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ انہیں اپنے تھیلے میں رکھ لو، جب اس میں سے لینے کا ارادہ کرو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو، اور اس کو جھاڑ کر بالکل خالی مت کرنا۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور کافی عرصہ تک اس سے خرچ کرتا رہا، خود بھی کھاتا، فروخت بھی کرتا، اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتا۔ اس تھیلے کی وہ بہت زیادہ حفاظت کرتے تھے تقریباً پچیس سال تک ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز وہ تھیلا گم ہوگیا۔ تو حضرت ابوھریرہؓ فرماتے تھے۔

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيَ فِي الْيَوْمِ هَمَّانِ　　فَقْدُ الْجِرَابِ وَقَتْلُ الشَّيْخِ عُثْمَانِ

"لوگوں کو ایک غم ہے اور مجھے آج کے دن دو غم ہیں۔ ایک غم تھیلی کے گم ہونے کی وجہ سے ہے اور دوسرا غم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی وجہ سے ہے"۔

(۵)　زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جس تلوار سے جہاد کیا تھا اس تلوار میں بہت سے دندانے پڑ گئے تھے لیکن اس کے باوجود تبرک کے لئے ایک صحابیؓ نے اس تلوار کو تین ہزار روپے میں خریدا۔

(۶)　سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پیالہ تھا۔ اس پیالے میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پلایا، ابوحازم سلمہ بن دینار فرماتے ہیں کہ پھر سہل بن سعدؓ نے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے اس میں پانی پیا۔ [بخاری شریف: ۸۴۲/۲]

حافظ ابن حجرؒ نے ان احادیث سے چند آداب مستنبط کئے ہیں جن میں سے ایک تبرک بآثار الصالحین ہے۔　[فتح الباری: ۱۲۳/۱۰]

مختصر یہ کہ مندرجہ بالا احادیث قائلین تبرک کے مستدل ہیں۔ اس کے علاوہ ذخیرہ احادیث میں بیسیوں ایسی احادیث ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آثار سے تبرک نہ صرف جائز ہے بلکہ ایک عظیم سعادت ہے جس کا صحابہ کرامؓ نے اہتمام فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب بھی فرمائی۔

موئے مبارک کی زیارت کی شرعی حیثیت

تبرک کے ضمن میں موئے مبارک کی زیارت اور اس کے تبرک کی شرعی حیثیت مختصراً بیان کرتا ہوں۔ روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے کا اہتمام فرمایا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حلاق آپ ﷺ کے سر مبارک کا حلق کر رہا تھا اور صحابہؓ آپ ﷺ کے گرد جمع تھے اور چاہتے تھے کہ جب بھی آپ ﷺ کا کوئی بال گرے تو کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ میں پہنچے۔(۱)

حضرت ام سلمہؓ کے پاس ایک ڈبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک محفوظ تھے، جب کسی کو نظر بد لگتی، یا کوئی بیمار ہوتا تو پانی بھیجتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اس میں ڈال دیئے جاتے، پھر لوگ وہ پانی استعمال کرتے تو ان کی برکت سے شفاء مل جاتی۔(۲)

محمد ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانیؒ سے کہا کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انسؓ سے ملے ہیں حضرت عبیدہؓ نے کہا اگر میرے پاس ان میں سے ایک بال بھی ہو تو میرے لیے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے(۳)

امام احمد بن حنبلؒ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے۔ جب معتزلی بادشاہ اسے مسئلہ "خلق قرآن" کی وجہ سے سزا دیتا رہتا تو اس دوران وہ اپنی آستین

---

(۱) صحیح مسلم ص:۳۹، ج:۲　　　(۲) عمدۃ القاری:۳۹/۲۲

(۳) صحیح بخاری، ص:۲۹، ج:۱

کی طرف بار بار دیکھتا تھا، بعد میں شاگردوں نے پوچھا کہ حضرت! آپ بار بار اپنی آستین کی طرف کیوں دیکھتے تھے تو فرمایا کہ میری آستین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک بال تھا مجھے یہ ڈر تھا کہ کہیں یہ گر نہ جائے اور اس کی توہین نہ ہوجائے۔ اسی وجہ سے میں بار بار اپنی آستین کی طرف دیکھتا رہا۔

حضرت انسؓ نے وفات کے وقت آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک نکال کر اپنے شاگرد ثابت البنانی کو دکھایا اور فرمایا کہ یہ میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ چنانچہ وہ ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا گیا اسی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔ اور اسکے ساتھ انہیں دفن کیا گیا (۱)

ہارون الرشید بادشاہ ایک دن بہت پریشان بیٹھے تھے۔ اچانک وزیر آئے اور پوچھا کہ بادشاہ سلامت کیوں پریشان ہو؟ ہمیں بتادیں کہ ہم آپ کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں۔ بادشاہ نے کہا چھوڑ دو یہ تم نہیں کرسکتے ہو، وزیر نے کہا میں کروں گا، بادشاہ نے انکار کیا لیکن وزیر کے اصرار پر بادشاہ نے کہا کہ آپ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے وہ مجھے دے دیں، وزیر نے کہا کہ جب میں یہ بال نکالتا ہوں تو بہت زیادہ خیرات وصدقات دیتا ہوں، بادشاہ نے کہا میں دوگنا دوں گا، چونکہ وزیر نے پہلے سے وعدہ کیا تھا اس بناء پر مجبوراً وہ بال مبارک دے دیا، ہارون الرشید بادشاہ نے جب وہ بال وصول کیا تو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو اس بال کو دو حصوں میں تقسیم کریں اور میری آنکھوں میں رکھ دیں، تاکہ میں عذاب سے بچ جاؤں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ"

---

(۱) الاصابہ، ص ۴۸، ج ۱

تبرک بآثار الصالحین اور ہمارے مشائخ

ہمارے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام تبرک بآثار الصالحین کے قائل تھے وہ حضرات تبرک کو نہ صرف جائز بلکہ اس کو عظیم سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرماتے تھے کہ مدینہ میں ایک آدمی نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اے شیخ! ادھر آؤ، جب میں گیا تو ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کا نقش جس پتھر میں ہے، اس نقش میں اس نے زمزم کا پانی ڈالا اور مجھے فرمایا کہ اس زمزم کے پانی کو نوش فرمادیں اور میں نے پیا۔

وعلی کل حال صالحین کے ماثر سے برکت حاصل کرنا جائز ہے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے علماء کرام اور مشائخ عظام کی پگڑیوں کو تبرکا حاصل کرنا چاہیے۔

تصاویر مطلقاً حرام ہیں

بعض لوگ تصاویر کیلئے حیلے اور بہانے نکالتے ہیں کہ یہ عکس ہے، تصویر نہیں ہے یہ ویسے بہانے ہیں ہر قسم ذی روح کی تصویر ناجائز اور حرام ہے اس میں تاویلات فاسد ہیں خواہ وہ تصویر ذی ظل ہو یا غیر ذی ظل، حضرت عائشہؓ کے گھر میں جو کپڑا تھا جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا رویہ اختیار کیا، وہ تو غیر ذی ظل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يصورون هذا لصور"

قیامت کے دن سخت ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تصویریں بناتے ہیں

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

"اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبُرَةَ وَالْحَمَّامَ" سوائے قبرستان اور حمام کے پوری کی پوری زمین مسجد ہے۔ (یعنی اس پر نماز پڑھنا جائز ہے) اس حدیث کے ضمن میں فرمایا: کہ اگر حمام بڑا ہو تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے، بعض ممالک میں ہمارے دارالحدیث جیسے بڑے بڑے حمام ہوتے ہیں۔

عراق میں ایک دفعہ میں حمام کو غسل کرنے کے لئے گیا وہاں پر [چاروں طرف دیواروں میں الماریاں ہیں] آپ کو ایک الماری کی کنجی دی جائے گی، [اور ایک بڑا تولیہ بھی دے دیں گے] آپ اس الماری میں اپنے کپڑے اور سامان رکھ کر اپنے ہاتھ سے تالا لگائیں، پھر ایک دوسرا ہال نہانے کیلئے ہے،

چنانچہ جب میں اس ہال کے پاس گیا [تو وہاں خادم نے کہا کہ یہ تولیہ مجھے دے دو میں نے کہا تولیہ میں غسل کروں گا' میں کیسے اندر برہنہ جاؤں اس نے مجھے کہا اندر دیکھو] اور جونہی دیکھا تو سارے لوگ ننگے اکٹھے نہا رہے تھے، اس نوکر نے بہت اصرار کیا لیکن میں نے کہا کہ خدا کے بندے ستر عورت فرض ہے۔ البتہ لنگوٹی میں، میں نے جلدی جلدی غسل کیا اور واپس ہو گیا۔ ایک جگہ بیٹھ گیا تو انہوں نے مجھے چائے پیش کی، میں نے کہا، "کہ یہ رمضان کا مہینہ نہیں ہے؟" اور یہ میرے خیال میں ۲۷ رمضان تھا انہوں نے وہ چائے پی لی اور میں نے انکار کیا، "کہ میرا روزہ ہے،" علامہ اقبال نے خوب کہا ہے.........

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کہ شرمائیں یہود

ایک اعرابی کا عجیب سوال

امام ابوحنیفہؒ ایک دفعہ درس دے رہے تھے ایک اعرابی آیا کہنے لگا "بـــــــواو
أو"بواوین "تو امام صاحبؒ نے جواب دیا"بواوین "تو اعرابی نے کہا:"بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ
كَمَا بَارَكَ بَيْنَ لَا وَلَا" اور چلا گیا۔

درس ختم ہونے کے بعد شاگردوں نے امام صاحبؒ سے پوچھا،" کہ اعرابی کیا پوچھ رہا تھا" تو امام صاحبؒ نے فرمایا،" وہ یہ پوچھ رہا تھا کہ تم ابن عباسؓ کے تشہد کے قائل ہو جو ایک واؤ کے ساتھ ہے یا ابن مسعودؓ کے تشہد کے جو" دو واو" کے ساتھ ہے" مثلاً اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ" اس میں ایک واو صلوٰۃ سے پہلے اور دوسرا طیبات سے پہلے ہے، شاگردوں نے پوچھا، کہ بَارَكَ اللّٰهُ كَمَا بَارَكَ بَيْنَ لَا وَلَا میں "بَيْنَ لَا وَلَا" سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا،" اس سے مراد زیتون کا درخت ہے جس طرح قرآن میں ہے:"شَجَرَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ" تو زیتون کا درخت دو" لا" کے درمیان ہے۔"

امام صاحبؒ کی علمیت، فقاہت اور تقویٰ کی بناء پر آج عالم اسلام کا اکثر حصہ حنفی مسلک پر ہے۔ عالم اسلام کے تین حصے احناف اور ایک حصہ باقی مذاہب والے ہیں۔ پاکستان، افغانستان، ہندوستان، ترک، ایران کی سرحدات، چین کے مسلمان، ازبکستان، ترکمانستان بلکہ بخارا و سمرقند کے لوگ پکے احناف ہیں۔ دوسرے نمبر پر شوافع، تیسرے نمبر پر موالک ہیں اور حنابلہ سب سے کم ہیں۔

☆☆☆

درباروں میں فحاشی

زیارت قبور، جمہور علماء اور علماء دیوبند کے نزدیک جائز ہے، بشرطیکہ بدعات وخرافات کا خوف نہ ہو۔ آج کل بعض مزارات پر شرکیات شروع ہیں، مشہد میں حضرت امام رضا، بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت امام کاظمؒ اور لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزاروں کے گرد لوگ طواف کرتے ہیں، حالانکہ طواف کعبہ کے ساتھ خاص ہے، اسی طرح ان قبور کو سجدہ بھی کرتے ہیں، کسی بزرگ کی اس میں مداخلت نہیں ہوتی، نہ بزرگ یہ کہتا ہے کہ میری قبر کو سجدہ کریں، یا طواف کریں، ان لوگوں پر لعنت برستی ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی یہ کرامت ہے کہ ان کی قبر پر کسی قسم کی بدعات وخرافات نہیں ہیں۔ امام صاحبؒ کی قبر جس محلہ میں ہے۔ وہ محلہ امام صاحبؒ کے نام پر "اعظمیہ" مشہور ہے۔

لاہور میں داتا گنج بخش دربار کو جو لوگ گئے ہیں' ان کو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ وہاں کس قدر فحاشی وعریانی ہے۔ صدر ایوب خان کے دور میں داتا گنج بخشؒ دربار کے نیچے والے تہہ خانوں کی تلاشی لی گئی تو بہت سی کنجر عورتیں مردوں کے ساتھ قابل اعتراض حالات میں پائی گئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دربارات ان لوگوں نے ان چیزوں کیلئے مختص کیے ہیں۔ جب کوئی عورت اپنے یار کے پاس جاتی ہے تو کہتی ہے کہ میں دربار جارہی ہوں، اور اسی دربار سے پھر یار کے ساتھ بھاگ جاتی ہے اور آج کے دور میں موبائل ایک اور مصیبت بن گیا ہے، جس کے ذریعے عورتیں بیگانہ مردوں کے ساتھ باتیں کرتی ہیں اور اس کے ذریعہ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی جگہ متعین کرتی ہیں۔

صورت اور سیرت کی تاثیر

امام بخاریؒ نے بخاری شریف حدیث نمبر ۸۴۹ سے یہ مقصد ظاہر کیا ہے کہ آنے والے وفود سے ملنے کیلئے اگر معمول سے ہٹ کر زینت اختیار کی جائے تو جائز ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

ہمارے اکابر و اسلاف کا یہی طرز تھا، کہ جب مہمان آتے، یا کسی تقریب میں شرکت کیلئے جاتے، تو صاف کپڑے پہنتے اور معمول سے ہٹ کر زینت اختیار کرتے کیونکہ انسان پر لباس کا بہت اثر ہوتا ہے، جب کوئی مہمان آئے اور میزبان پاک وصاف کپڑے پہنے ہوئے ہو تو مہمان پر اس کا بہت اثر ہوتا ہے، ہمارے استاد محترم مولانا عبدالغفور سواتیؒ کے پاس ایک واسکٹ تھی جب کوئی مہمان آتا تو آپؒ یہ واسکٹ پہنتے اور عیدین میں پہنتے، ایک دفعہ مہمانوں کے آنے کا پروگرام تھا، آپ نے واسکٹ پہن لی لیکن بعد میں مہمان نہیں آئے (حضرت شیخ نے ہنستے ہوئے فرمایا) چونکہ طلبہ کا دل جوان ہوتا ہے اسلئے طلبہ نے کہا۔ ”حضرت! یہ واسکٹ اتار لیں تا کہ بوسیدہ نہ ہو جائے“

اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وزارت میں جامعہ ازہر مصر کے رئیس شیخ فحام پاکستان آئے تھے اور جامعہ حقانیہ آرہے تھے تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو فون کیا اور کہا کہ ”مصر کے شیخ ازہر حقانیہ آرہے ہیں آپ طلبہ سے فرمائیں کہ وہ خوب سفید پگڑیاں باندھ لیں اور ہر طالب العلم مسواک کو اپنے جیب میں یا پگڑیوں میں کان کے اوپر رکھ دیں“ تمام طلباء نے پگڑیاں باندھ لیں اور مسواک جیب میں رکھے، شیخ ازہر جب آئے تو آپ نے کلین شیو کیا تھا، طلبہ کی پگڑیوں، مسواکوں اور کپڑوں کو دیکھ کر بہت متاثر ہو گئے۔ مفتی محمودؒ نے تقریر کی اور علماء دیوبند کی قربانیوں اور خدمات کو بیان کیا پھر شیخ ازہر مصر کھڑے ہو گئے اور کہا، ”میں آپ کے سامنے کیا کہوں گا، آپ سنت نبویؐ کے اصل مظہر ہیں سنت کے مطابق

داڑھیاں اور پگڑیاں یہ پرانے طرز کی درسگاہیں سب کچھ دیکھ کر میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں" اور تقریر نہیں کی۔ پھر ہم دفتر میں ان کے ساتھ تھے۔ شیخ ازہر انڈے چائے کے ساتھ کھا رہے تھے مجھے بتایا کہ" آپ کھائیں میں نے کہا کہ نہیں بس میں جو آپ کے چہرے کی نورانیت دیکھ رہا ہوں یہی میرے لئے کافی ہے۔

شیعہ کا ڈھیلوں پر سجدہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ، عَلَى الْحَصِيْرِ، عَلَى الْبِسَاطِ [ترمذی ص ۷۵]

اس حدیث کے تحت فرمایا کہ شیعہ حضرات ہر جگہ سجدہ نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ سجدہ صرف کربلا کی مٹی پر کرنا ہوگا۔ چنانچہ ان کی مساجد میں باہر دروازے کے ساتھ ایک صندوق پڑا ہوتا ہے اور اس صندوق میں مٹی کے ڈھیلے پڑے ہوتے ہیں جب کوئی سجدہ کرتا ہے تو ماتھا اس مٹی پر رکھتا ہے یہ ایک عبث فعل ہے، بہرحال ان کا ایک طریقہ ہے اور کرتے ہیں وہ ان ڈھیلوں کی بے حرمتی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

بھٹو کے زمانے میں پاکستان سے ایک لاکھ حجاج حج کیلئے زمینی راستے سے گئے تھے۔ چنانچہ گاڑیوں میں حجاج یہاں سے ایران گئے، ایک بس والے ایران میں صبح نماز پڑھنے کیلئے رک گئے، مسجد کے باہر صندوق میں مٹی کے ڈھیلے دیکھ کر سوچا کہ یہ ڈھیلے استنجاء کیلئے ہوں گے، چنانچہ انہوں نے ان ڈھیلوں سے استنجاء کیا، اچانک ایک شیعہ آیا اور اس نے جب یہ حالت دیکھی تو چیخ و پکار شروع کی، "کہ کافران آمدہ، کافران آمدہ" (یعنی کافر آئے ہیں، کافر آئے ہیں) مولانا غلام حیدر صاحب جو اسلام آباد کے رہنے والے تھے وہ سمجھ گئے اور ساتھیوں سے کہا،" کہ ہم نے ان ڈھیلوں سے استنجاء کیا ہے، حالانکہ ان ڈھیلوں پر یہ لوگ سجدہ کرتے ہیں، اب جلدی نکلنا ہوگا،" چنانچہ سب ساتھی جلدی سے نکل گئے اور جونہی بس روانہ ہوگئی وہ سب کے سب حاجیوں کو مارنے کیلئے پہنچ گئے اور پاکستانی حجاج بال بال بچ گئے۔

یہ کونسا شہر ہے؟

درختوں سے علاقے کی رونق میں چار چاند لگتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا تھا۔ ایک دفعہ میں علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ مدینہ منورہ کی گلیوں میں جا رہا تھا، کھجور کے سرسبز و شاداب درخت تھے۔ علامہ بنوریؒ نے فرمایا کہ لوگ دولت کے پیچھے پڑ گئے ہیں اب ان کھجور کے باغات کو ختم کریں گے اور ان کی جگہ بڑے بڑے ہوٹل بنائیں گے۔

ع قلندر ھر چہ گوید دیدہ گوید

واقعی! آج مدینہ منورہ کے آس پاس تمام علاقہ بڑے بڑے ہوٹلوں سے معمور ہیں۔ ان ہوٹلوں میں وہ رونق نہیں ہے جو سرسبز شاداب کھجوروں سے تھی۔ ایک جرمن نے اسلام قبول کیا پھر ایک کتاب ''A road to Makka'' لکھی اس کا عربی ترجمہ ہوا۔ ''الطريق إلى المكة المكرمه " اس میں اس نے حج کے تاثرات لکھے ہیں۔ اس کتاب میں لکھتے ہیں، ''کاش! کہ مسلمان یہ آبادی اپنے پرانے طریقے پر چھوڑتے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غربت اور فقر وفاقہ معلوم ہوتا'' [کہ اسلام دنیا میں اپنی حقانیت اور صداقت سے پھیلا ہے' مال و دولت کے ذریعہ سے نہیں پھیلا] اگر کھجور کے درخت اپنے حال پر چھوڑے جاتے تو ہوٹل کے بجائے اس کا عجیب حسن ہوتا۔ حاتم اصم امام احمدؒ کے زمانے کا آدمی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی چھت جب اٹھائی گئی اور نئی تعمیر ہوگئی تو وہ روتے روتے فرماتے '' أَيَّةُ مَدِيْنَةٍ هٰذِهٖ " (یہ کونسا شہر ہے؟) یہ چھت کیوں بدل دی ہے اس کو اپنے حال پر چھوڑتے تو اس کا الگ حسن ہوتا۔''

نمازی کے سامنے گزرنے پر وعید

نمازی کے سامنے سے گزرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَوْيَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ لَوَقَفَ أَرْبَعِيْنَ"

اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو پتہ ہوتا اس کو کس قدر گناہ ہوگا تو وہ چالیس سال تک رکا رہتا۔

لہٰذا احتیاط کرنا چاہیے۔ جو شخص نمازی کے سامنے سے گزرتا ہے تو نمازی کو چاہیے کہ تیزی سے سبحان اللہ کہے تا کہ وہ رک جائے اور اگر اس سے منع نہ ہو تو ایک ہاتھ سے اشارہ کرے تا کہ وہ رک جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو کوئی نمازی کے سامنے سے گزرتا ہے " فاقتلوه " اس کو قتل کریں یہ تشدید اور تغلیظ پر محمول ہے۔ اہل ظواہر ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں، نماز میں ان کے سامنے کوئی گزر جائے تو وہ جھگڑا کرتے ہیں۔

ایک دفعہ میں مسجد نبویؐ میں بیٹھا تھا ایک بوڑھا جو بخارا کا رہنے والا تھا نماز پڑھ رہا تھا، ایک جاہل افغانی ان کے سامنے سے گزر گیا، بوڑھے نے اس افغانی نوجوان کو دھکا دیا۔ افغان نوجوان نمازی پیچھے آیا اور بہت غصے کی حالت میں کھڑا تھا جونہی بوڑھا رکوع میں چلا گیا تو افغانی نے جا کر بوڑھے کو پیچھے سے تیز دھکا دے کر سامنے مسجد نبویؐ کی ستون سے ٹکرا دیا۔

میں یہ منظر دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ دونوں جاہل ہیں، بوڑھے کو دھکا نہیں دینا چاہیے تھا اور یا پھر جوان کو چھوڑنا چاہیے تھا، دونوں نے حد سے تجاوز کیا بہر حال اس سلسلے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ نمازی کے سامنے گزرنے سے اسکے خشوع خضوع میں خلل واقع ہوتا ہے۔

رحمت حق بہانہ می طلبد

"فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ" بخاری جلد ثانی ص ۸۸۹ کے تحت فرمایا،"
بعض کتابوں میں امام غزالیؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ وفات کے بعد امام غزالی کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟" فرمایا" معاملہ بہت مشکل تھا ،میں نے جو عمل کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر آپ کا نام ونمود ہو گیا ہے آپ کی جو تصانیف ہیں اس پر بھی آپ کی شہرت ہوگئی، [آپ کے جو مواعظ ہیں اس میں بھی آپ شہرت چاہتے تھے' آپ کی شہرت ہوگئی'] حالانکہ احیاء العلوم آپ کی ایسی کتاب ہے کہ عرب کہتے ہیں: "بِعِ اللِّحْيَةَ وَاشْتَرِ الإِحْيَاءَ "یعنی داڑھی بیچ دو اور احیاء العلوم خرید لو۔[یعنی اگر آپ کے پاس احیاء العلوم خریدنے کے لئے رقم موجود نہیں تو اپنی داڑھی کو بیچ دو اور اس کی رقم سے احیاء العلوم خرید لو اگر چہ اس میں بعض روایات ضعیف ہیں۔] امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر لرزہ طاری ہوا کہ اب تو مجھے جہنم میں ڈالا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا،" گھبرایئے نہیں میں نے آپ کا ایک عمل قبول کیا ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ آپ حدیث لکھ رہے تھے آپ کی قلم کی نوک پر مکھی بیٹھ گئی اس کو پیاس لگی تھی، آپ نے اس مکھی کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی پیاس بجھ گئی۔ تو آپ خوش ہوئے ایک مکھی کی پیاس بجھ گئی۔ اس عمل پر میں آپ کو بخشتا ہوں، کیونکہ آپ نے میری مخلوق پر رحم کیا۔

رحمت حق بہانہ می طلبد

رحمت حق بہا نمے طلبد

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے' اللہ کی رحمت قیمت نہیں ڈھونڈتی۔

کہیں غیر تو نہیں

نماز پڑھنے کے دوران سر پر ٹوپی یا پگڑی رکھنی چاہیے، غیر مقلدین جب نماز پڑھتے ہیں تو سر کو نہیں ڈھانپتے، ایک دفعہ مدینہ منورہ میں حضرت حافظ الحدیث مولانا عبد اللہ درخواستیؒ آئے تھے میں اور میرے ساتھی شفیع صاحب [جو میانوالی کے رہنے والے تھے] عبداللہ درخواستیؒ کے پاس گئے ان کے سر پر ٹوپی نہیں تھی، درخواستیؒ نے پوچھا، "کون ہے؟" میں نے جواب دیا، "حضرت! اپنا آدمی ہے۔" فرمایا "اچھا مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں غیر نہ ہو،" کیونکہ سر نہ ڈھانپنا غیر مقلدین کا شعار ہے۔

خواب میں حرمین دیکھنا سعادت کی علامت ہے

میں جب شرح جامی اور کافیہ پڑھ رہا تھا اس زمانے میں، میں نے خواب میں مسجد ذوالقبلتین دیکھی اس کی یہ تعبیر تھی کہ ان شاء اللہ میں حج کیلئے جاؤں گا۔ چنانچہ بعد میں میرا وہی خواب سچا ہو گیا اور میں نے حج کیا۔ جو طالب علم خواب میں حرمین یا مدینہ منورہ دیکھ لے تو اس کو اللہ تعالیٰ حج وعمرہ کی سعادت نصیب فرمائے گا۔

مسجد کی تعمیر میں سمتِ قبلہ کا خیال رکھنا

ہمارے لئے نماز میں جہت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور جو حضرات حرم میں موجود ہوتے ہیں تو ان کیلئے عین کعبہ کو منہ کرنا ضروری ہے، مسجد تعمیر کرتے وقت سمت قبلہ کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے، افغانستان میں طالبان نے اپنے دورِ حکومت میں بہت سی مساجد بنائیں اور بہت خوبصورت مساجد بنائیں بعض گلکاروں سے غلطی ہوئی جس کی وجہ سے قبلے کا رخ غلط ہو گیا، پھر میں نے طالبان کی حکومت کو یہ تجویز دی کہ مسجد کے قبلہ کی طرف کمرہ بنا دیا جائے جس سے خود بخود مسجد کا رخ قبلہ کی جانب ہو جائے گا۔

عشاء پر عشاء کی تقدیم

حدیث شریف میں آیا ہے جب عشاء کی نماز اور کھانا دونوں حاضر ہوں تو کس سے ابتداء کی جائے۔ حدیث شریف میں ہے:

إِذَا أُحْضِرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ

"جب کھانا لگادیا جائے اور نماز کھڑی کردی جائے تو پہلے کھانا کھالو۔"

حدیث باب کے حکم پر تمام فقہا متفق ہیں البتہ مسئلے کی علت میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک علت یہ ہے کہ کھانا چھوڑ کر نماز میں مشغول ہونے سے دل ودماغ کھانے کی طرف لگا رہے گا اور نماز میں خشوع پیدا نہ ہو سکے گا۔

موطا میں باب "وَالْبِدَاءُ بِالْأَكْلِ قَبْلَ الصَّلَاةِ" کے تحت حضرت ابن عمرؓ جیسے شدید متبع سنت نبوی کا یہی معمول نقل کیا گیا ہے کہ آپ بھوک کے وقت پہلے کھانا کھالیتے تھے اور مسجد میں جماعت ہوتی رہتی تھی اور وہ امام کی قرات بھی سنتے رہتے تھے۔ تاہم نماز، کھانے سے فراغت کے بعد ہی ادا کرتے تھے اور اسی معنی کی احادیث نبوی اور آثار بھی مختلف کتب حدیث میں ملتے ہیں۔

علامہ ابن حبانؒ اور امام طحاویؒ نے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ وَأَحَدُكُمْ صَائِمٌ فَلْيَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ

جب جماعت کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص روزے سے ہو تو اس کو چاہیئے کہ نماز مغرب سے پہلے کھانا شروع کرے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف روزہ دار کیلئے ہے، اور وجہ یہی ہے کہ روزہ دار کو دن بھر بھوکا رہنے کے بعد شام کو اشتہا زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰنؒ جو دارالعلوم مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر المدرسین تھے [اور حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے] اور بلند پایہ محدثین میں سے تھے۔ ایک دفعہ ہم ان کی ملاقات کے لئے اور ان سے حدیث نبوی کی اجازت لینے کے لئے بہودی چلے گئے ان کے دونوں صاحبزادگان محترم قاری سعید الرحمٰن صاحب اور محترم مولانا احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوستانہ روابط تھے' رمضان کا مہینہ تھا' ہم نے ان کے مہمان خانہ میں روزہ افطار کیا' حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا پہلے کھانا کھالیں گے' اس کے بعد نماز مغرب ادا کریں گے اور فرمایا کہ إِذَا أُحْضِرَ الْعَشَاءُ وَالْعِشَاءُ فَقَدِّمُوا الْعَشَاءَ عَلَى الْعِشَاءِ "جب عشاء کا کھانا اور عشاء کی نماز کا وقت (بیک وقت) موجود ہوں تو کھانے کو نماز پر مقدم کر لو"۔ چنانچہ نماز مغرب سے پہلے کھانا کھایا پھر اسکے بعد مغرب کی نماز باجماعت ادا کی۔

نیند کی تین اقسام

انسان جب کھانا کھالیتا ہے تو معدہ طعام کو ہضم کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے' اور معدہ سے بخارات سب سے پہلے آنکھوں پر اثر انداز ہوتے ہیں' آنکھیں کبھی بند اور کبھی کھل جاتی ہیں' طالب علم سبق میں بیٹھا ہے' مگر آنکھیں کبھی بند ہو جاتی ہیں' کبھی کھل جاتی ہیں' اس کو سِنَۃ کہتے ہیں یہ باب ضرب سے ہے وَسَنَ يَسِنُ وَسْنًا وَسِنَةً جیسے وَعَدَ يَعِدُ وَعْدًا وَعِدَةً وَسْنَان اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھوں میں نیند ہو (لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ)

جب بخارات دماغ پر اثر انداز ہو جاتے ہیں تو اس کو نعاس کہتے ہیں إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ " اور اس آدمی کو نعسان کہتے ہیں۔ اور بخارات جب دل پر اثر انداز ہوتے ہیں تو اس کو نوم کہتے ہیں اور اس آدمی کو نَوْمَان اور نائِم کہتے ہیں۔

دُعا میں ہاتھ اٹھانا روایات سے ثابت ہے

دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ اور نجدی علماء کرام ہاتھ اٹھانا جائز نہیں مانتے ہیں اور یقیناً یہ زیادتی ہے، کیونکہ ہاتھ اٹھانا روایات سے ثابت ہے۔

نواب صدیق حسن خان جو غیر مقلد تھے۔ آپ نے دلیل الطالب علی أرجح المطالب میں ابن قیمؒ پر رد کیا ہے۔ غیر مقلدین کے فتاووں میں بھی اس کو جائز لکھا ہے۔ صاحب تحفۃ الأحوذی ایک منصف مزاج عالمِ دین ہے، آپ نے تحفۃ الأحوذی میں لکھا ہے کہ اس مسئلے میں بہت سی روایات موجود ہیں۔

فرض اور سنت کے بعد دعا جائز ہے، سنت کے بعد التزام بدعت ہے اور فرض کے بعد التزام کیا جائے تو یہ ثابت ہے۔ قرآن میں "اُدْعُوا رَبَّكُمْ" مطلق ہے اور اصول کا قاعدہ ہے والمُطلَقُ يَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ بیا تنا مہتم بالشان مسئلہ نہیں ہے کہ اس پر مناظرے کیے جائیں اور بھی بہت سے مسائل ہیں جو اس سے زیادہ اہم ہیں مثلاً عیسائیت، کیمونسٹ، سوشلزم اور قادیانیت وغیرہ کے خلاف کام کرنا چاہیے۔

افغانستان میں ایک دفعہ امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ نے نماز مغرب پڑھائی میں (شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ دام اقبالہم) اور مفتی رشید احمد صاحبؒ پیچھے کھڑے تھے، مفتی رشید احمد صاحبؒ دعا بعد الصلاۃ کے سخت مخالف تھے، چنانچہ اختلاف سے بچنے کیلئے ملا عمر نے جونہی سلام پھیر لیا تو دوسری جگہ گئے اور وہاں پر سنت ادا کیے۔

☆ ☆ ☆

آواز کی تاثیر

عورت کی آواز پردہ ہے، قرآن میں "وَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ" (آواز میں نرمی خشوع وخضوع پیدا نہ کرو۔تاکہ جس شخص کے دل میں بیماری ہے اس کو طمع پیدا نہ ہو)، عورت جب امام کو لقمہ دیتی ہے تو ایک ہاتھ کے باطن سے دوسرے ہاتھ کے ظاہر پر مارے گی، تاکہ اس سے تصفیق کی آواز پیدا ہو جائے، باطن ہاتھ کو باطن ہاتھ پر مارنا جائز نہیں کیونکہ اس سے ڈھول جیسی آواز پیدا ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے، "اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ" (سبحان اللہ کہنے کا حکم مردوں کیلئے اور تصفیق کا حکم عورتوں کیلئے ہے)

اسی طرح آج کل کے دور میں بنات کے مدرسوں میں لڑکیوں سے عبارت پڑھوانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے خطرے کا اندیشہ ہے بالخصوص جب جوان استاد ہو، اس لئے خود عبارت پڑھنی چاہیے، عورت کی آواز دل پر اثر کرتی ہے۔ ام کلثوم جو مصر کی رہنے والی تھی، ایک خوبصورت آواز والی مغنیہ (گانا گانے والی) تھی، مولانا ابوالکلام آزاد جو ایک بڑے عالم دین تھے انہوں نے اس کی آواز کی تعریف کی، سورت آل عمران کی اس نے ایسی عجیب آواز میں تلاوت کی ہے کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک قصیدہ پڑھا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

وُلِدَ الْهُدٰى فَالْعَالَمُوْنَ ضِيَاءُ
وَفَمُ الزَّمَانِ تَبَسُّمٌ وَثَنَاءُ

ہدایت آئی تو جہان روشن ہو گئے   اور زمانے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور ثناء ہے

اس قصیدے میں اس نے کمال کیا ہے جب وہ مرگئی تو بہت سے لوگوں نے خودکشی کی، جو غائبانہ اسکی آواز کی وجہ سے اس پر عاشق ہو گئے تھے۔

مدح آرائی کی قباحت

شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور قدوۃ السالکین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی جو لوگ تعریف کرتے تو آپ قصداً ان تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی ڈالتے، حدیث شریف میں کسی کے سامنے تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے، حضرت مقداد بن اسودؓ کو آپ نے حکم دیا کہ "جب (ممدوح کے سامنے) تعریف کرنے والوں کو دیکھیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکیں۔ سامنے تعریف کرنا کئی قباحتوں کا مجموعہ ہے اس لئے شریعت نے ان قبائح کے انسداد کیلئے کسی کے سامنے تعریف کرنے کی ممانعت کی ہے اور ہمارے اکابر و اسلاف نے عملاً اس ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

جمائی شیطانی عمل

نیند کا غلبہ ہونے یا سستی اور غفلت کی وجہ سے انسان پر جمائی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّیْطَانِ"، جمائی شیطانی عمل ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جمائی لینے سے پاک تھے اس کے دفع کرنے کے تین طریقے ہیں۔

(۱) اوپر والے دانتوں کو نیچے والی ہونٹ پر رکھیں تو دفع ہو جائے گی۔

(۲) دوسرا علاج یہ ہے کہ جب جمائی آئے تو دل میں خیال کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کو یہ پیش نہیں آئی ہے جب یہ خیال کرے تو اسکو جمائی نہیں آئے گی۔

(۳) ابراہیمؒ فرماتے ہیں اِنِّیْ لَاَرُدُّ التَّثَاؤُبَ بِالتَّنَحْنُحِ میں جمائی کو گلہ تازہ کرنے سے دفع کرتا ہوں۔

عام فہم باتیں

عوام کے ساتھ جب کوئی عالم باتیں کرے تو آسان اور عام فہم الفاظ استعمال کرنے چاہیے، مشکل اصطلاحات استعمال کرنے سے مخاطب مشقت میں پڑے گا۔

ایک دفعہ ہم کوہاٹ سے آرہے تھے، میرے ساتھ ایک ساتھی تھے جو زروبی کے رہنے والے تھے، بڑے ذہین اور قابل آدمی تھے اکثر کتابیں اسکو یاد تھیں گاڑی میں ایک جگہ لکھا تھا کہ پینے کا پانی میسر ہے جب کنڈیکٹر نزدیک آیا تو میرے ساتھی نے اس سے پوچھا "اس مکتوب کا مصداق موجود ہے،" کنڈیکٹر نے کہا، "آپ کیا کہتے ہیں، مولانا نے فرمایا، "یہ جو لکھا ہے نفس الامر میں موجود ہے،" کنڈیکٹر حیران رہ گیا،

میں نے کہا، "پانی ہے،" اس نے کہا، "ہاں ہے" جا کر ٹھنڈا پانی لے آیا، اور میرے ساتھی کو پلایا اور پھر کہا۔ "مولانا صاحب اس طرح بتانا تھا کہ پانی لاؤ،" اس سے پہلے آپ جنات کی زبان بول رہے تھے،" میں نے اس ساتھی کو کہا" خدا کے بندے "کَلِّمِ النَّاسَ بِقَدْرِ عُقُوْلِهِمْ" لوگوں کے ساتھ ان کی عقل و دانشمندی کے مطابق بات کیا کرو،" وہ غصہ ہو گئے اور کہا، "کیا میں نے غلط کہا ہے" میں نے کہا،

"غلط نہیں ٹھیک کہا ہے" لیکن کنڈیکٹر عاجز نے قاضی اور حمد اللہ تو نہیں پڑھی ہے کہ آپ اسکے سامنے قاضی اور حمد اللہ کی اصطلاحات استعمال کر رہے ہیں۔"

☆ ☆ ☆

خیبر گدھوں کا شہر

جنگ خیبر میں گدھے کا گوشت اور متعہ حرام ہوا ہے اور قدرتی طور پر خیبر میں گدھے بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیں کہ جہاں گدھے کا گوشت حرام ہوا ہے وہاں گدھے بہت زیادہ ہیں، جامعہ اسلامیہ میں طلبہ خیبر کو مدینۃ الحمر (یعنی گدھوں کا شہر) کہتے تھے، ایک دفعہ ہم خیبر میں رات کے وقت جہادی مشق کر رہے تھے، ایک طالب علم کے فائر سے ایک گدھا ہلاک ہوا، چنانچہ صبح خیبر والوں نے شکایت کی کہ جامعہ اسلامیہ کے طلبہ نے رات کو ہمارا گدھا مارا ہے ان کی شکایت پر جامعہ کی طرف سے ان کو گدھے کی قیمت ادا کی گئی۔ اسی طرح افغانستان کے صوبہ طالقان میں بہت زیادہ گدھے ہیں۔

[امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو قندہار میں دورۂ تفسیر پڑھانے کے لئے طلب کیا۔ چنانچہ حسب الحکم بندہ اوائل شعبان میں قندہار پہنچا۔ میرے ساتھ اس سفر میں محترم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ اور ان کے صاحبزادہ مولانا محمد ادریس بھی شریک سفر تھے' پھر امیر المومنین کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوئی کہ دورہ تفسیر طالقان میں ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ میرے ساتھ تقریباً چھ سو طلبہ قندہار سے طالقان چلے گئے۔

طالقان عجیب شہر ہے۔ وہاں اکثر عورتیں زراعت کے امور سرانجام دیتی ہیں' گدھوں' گھوڑوں پر برقعوں میں اپنے کھیتوں کو جاتی تھیں۔ ماشاء اللہ محترم قاری احمد اللہ نور اللہ مرقدہ نے طالقان کی

جامع مسجد میں طلبہ کیلئے بہترین انتظام کر لیا تھا۔ ایک عجیب دلکش منظر تھا۔ صبح سات بجے تمام طلبہ جامع مسجد کو طالقان کے مختلف اطراف واکناف سے جوق درجوق تشریف لاتے تھے' اور مورچوں سے مجاہدین طلبہ دوسیٹر گاڑیوں میں آتے تھے اور طالقان کے بازار سے گزر کر جامع مسجد آتے تھے۔ جامع مسجد کے باہر میدان میں تیس چالیس گاڑیاں جمع ہوجاتی تھیں' مجاہد قافلہ کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں کلاشنکوف یا کلاکوف یا راکٹ' تفسیر کا لطف وہاں محسوس ہورہا تھا خاص کر جہادی سورتوں اور جہادی آیات کا] طالبان کے دور حکومت میں انہوں نے طالقان کا نام بھی مدینۃ الحمر (یعنی گدھوں کا شہر) رکھا تھا۔

حاجات پورا کرنے کا نسخہ

صلاۃ حاجت اپنے رب سے اپنی حاجتیں پوری کرانے کا بہترین طریقہ ہے، اگر آپ کوئی عمل کرتے ہیں تو پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھیں، ہمارے استاد محترم مولانا عبدالغنی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ کے پاس گئے، انہوں نے ہمیں دعوت دی لیکن ان کی باتوں کا ہم پر کچھ اثر نہیں ہوا اور نہ ہم اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوئے آپ نے فرمایا، "کہ آپ بیٹھے رہیں میں آتا ہوں،" چنانچہ گھر جا کر کچھ دیر کے بعد واپس ہوئے، جب بات شروع کی تو بات بہت مؤثر تھی اور ہمارے دلوں میں بیٹھ گئی۔ ہمیں معلوم ہوا کہ مولانا صاحبؒ نے گھر جا کر دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ اور ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ تبلیغ کیلئے روانہ ہوئے۔

ایک قادیانی سے مناظرہ

رسالپور سے ایک قادیانی دارالعلوم حقانیہ آیا، وہ قادیانی رسالپور ائیرپورٹ میں ونگ کمانڈر تھا۔ اس کے ساتھ دو نوجوان کاپل یا سارجنٹ تھے، جن کی خوبصورت داڑھیاں تھیں، وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "یہ ہمارا آفیسر ہے، ان کے کچھ سوالات ہیں، آپ سے ان کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں"۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے بلایا میں دفتر میں حاضر ہوا۔ ان مہمانوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔ حضرت نے فرمایا" ان کے کچھ سوالات ہیں، آپ ان کے ساتھ کتب خانے جا کر ان کے سوالات کے جوابات دے دیں"۔ میں حیران ہوا کیونکہ اس ونگ کمانڈر کی چھوٹی داڑھی سے مجھے پتہ چلا کہ قادیانی ہے۔ میں نے کبھی کسی قادیانی سے مناظرہ نہیں کیا تھا۔ حضرتؒ کی خدمت میں میں نے معذرت کرلی۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو ان کے ساتھ ضرور جانا ہے۔ چنانچہ ان مہمانوں نے چائے نوش فرمائی اور کتب خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا گل رحمان صاحب کتب خانہ کے ناظم اور ونگ کمانڈر آگے آگے جا رہے تھے۔ ان دو نوجوانوں نے مجھے آہستہ سے کہا کہ یہ قادیانی ہے یہ ہمیشہ کہتا ہے کہ مولوی مناظرہ میں غصہ ہو جاتے ہیں اور مناظرہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ مولانا آپ قطعاً غصہ نہ ہونا۔ اعتدال و سنجیدگی سے جواب دینا۔ یہ دونوں نوجوان تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے۔ خوبصورت داڑھیاں اور نورانی چہرے۔ جب ہم کتب خانہ میں بیٹھ گئے تو اس قادیانی نے ایک موٹی کتاب بغل سے نکال کر اپنے سامنے رکھ دی۔ اس کو یہ قادیانی لوگ قادیانی ڈائری کہتے ہیں۔ قادیانی نے بار بار کہا کہ "میرا مقصد احقاقِ حق ہے"۔ میں نے کہا

الحمدللہ یہی ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو۔ اس نے کہا کہ ہماری بحث حیات مسیح اور وفات مسیح پر ہوگی۔ میں نے کہا یہ نہ آپ کا موضوع ہے نہ میرا موضوع۔ آپ کا موضوع ہے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت اور میرا موضوع ہے رحمۃ للعالمین ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہے۔ میں نے کہا موضوع کُلُّ عِلْمٍ مَا یُبْحَثُ فِیْہِ عَنْ عَوَارِضِہِ الذَّاتِیَّۃِ (ہر علم کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس سے اس علم میں بحث ہوتی ہے) قادیانی نے کہا کہ اس کا کیا مطلب' میں نے کہا کہ علم طب اور ڈاکٹری کا موضوع انسان کا بدن اور جسم ہے کہ زید عمر بکر کو بخار کیسے آیا۔ اس کا علاج کیا ہوگا۔ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی غلام احمد قادیانی کے فرشتے کا نام ٹیچی ٹیچی ہے اور اس پر نازل شدہ آسمانی کتاب براھین احمدیہ ہے اور اس نے ملکہ وکٹوریہ کی تعریف میں اتنی کتابیں لکھی ہیں جن سے پچاس الماریاں بھر جاتی ہیں۔ کیا اس کو حیض کا خون بھی آتا تھا۔ واقعی وہ ذیابیطس (شوگر) کا بیمار تھا۔ اس کو گڑ بھی پسند تھا' اس کے ایک جیب میں گڑ ہوتا تھا' اور دوسری جیب میں ڈھیلے ہوتے تھے' جن سے وہ پیشاب خشک کرتا تھا۔ واقعی کبھی کبھی غلطی سے وہ پیشاب خشک کرنے کیلئے گڑ استعمال کرنے لگتا۔ ہر پانچ منٹ بعد اس کو پیشاب آنے لگتا۔ گڑ سے جب انسان پیشاب خشک کرنے لگے تو اس سے بمشکل پیشاب خشک ہوسکے گا۔ یہ باتیں میں کر رہا تھا کہ ونگ کمانڈر غصہ سے لرزنے لگا۔ اور گرجدار آواز میں کہنے لگا کہ ابھی ہم نے بحث شروع بھی نہیں کی آپ ایک مقدس شخصیت پر کیچڑ اچھال رہے ہیں ایک مقدس نبی کو گالیاں دینے لگے' میں نے کہا حاشا وکلا یہ باتیں تو خود اس نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ اور بے شمار باتیں ہیں اگر ان کو میں بیان کروں تو آپ پھر زیادہ غصہ ہوجائیں گے۔ چلو آپ کی خواہش کے مطابق حیات مسیح اور وفات مسیح

پر بحث شروع کر دیں گے۔

اس نے کہا، ”عیسیٰ مر گئے ہیں“ میں نے کہا، ”قرآن میں صراحت سے آیا ہے ”وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ“ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے رسالہ ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ میں بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن سے حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت ہے“ پھر میں نے کہا بل رفعہ اللہ الیہ سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا کہ ”رفع سے مراد رفع روحانی ہے“ میں نے کہا، ”کہ رفع جسمانی ثابت ہے، ورنہ رفع روحانی دیگر ارواح کیلئے بھی ہے“ تو کہا، ”کہ پھر اللہ تعالیٰ کیلئے مکان ثابت ہو گیا“ میں نے کہا، ”یہ تو غلام احمد نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دیکھا اس سے بھی مکان ثابت ہوا،“ پھر میں نے کہا، ”کہ آپ یہ بتائیں کہ یہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں کونسا بل ہے بل کی بہت سی اقسام ہیں تو حیران رہ گیا اور مجھے بتایا کہ اب میرے پاس وقت نہیں میں پھر آؤں گا اور بات کریں گے (ڈاکٹر صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا) لیکن آج تک دوبارہ نہیں آیا۔

قادیانیوں کے پاس بہت زیادہ معلومات ہوتی ہیں جب یہ لوگ آپ سے حیات عیسیٰ پر بات کرتے ہیں تو آپ غلام احمد قادیانی کی من گھڑت باتوں کو سامنے لائیں، ان کے ساتھ غلام احمد کی نبوت پر بات کریں۔ [پھر حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ نے مجھ سے پوچھا کہ اس کے کیا سوالات تھے میں نے تمام باتیں بتا دیں حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے]

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قبر پر اللہ تعالیٰ کروڑوں انوارات نازل فرمائے انہوں نے قادیانیوں سے مناظرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کو سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات سے ثابت کرتا ہوں، ”کہ غلام احمد قادیانی پیغمبر نہیں ہے، سورہ بقرہ میں

ہے ”وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ“ اگر غلام احمد پیغمبر ہوتا اور براہین احمدیہ کی کتاب اس پر خدا کی طرف سے نازل ہوتی جیسا کہ وہ کہتا تھا تو پھر وما انزل من قبلك کے بعد وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِكَ ” بھی ہوتا تو حالانکہ نص قرآنی میں ”قَبْلِكَ“ ہے جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوئی کہ مرزا پیغمبر نہیں ہے“

عشاء کے وقت تہجد اور وتر پڑھنے کا جواز

عشاء کی نماز کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے، ابوھریرہؓ فرماتے ہیں:

اَوْصَانِی خَلِیلِي بِثَلَاثٍ ، صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَ أَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ

”مجھے میرے دوست اور خلیل حضرت محمد مصطفی ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں، ہر مہینے میں تین روزے، چاشت کے وقت دو رکعتیں اور سونے سے قبل نماز وتر ادا کر لیا کرو“

حضرت ابوھریرہؓ چونکہ احادیث نبویہ کے تکرار اور مذاکرہ کرتے تو سحری کے وقت اٹھنا مشکل تھا اس لیے پہلے تہجد پھر وتر پڑھ کر سوتے تھے، اگر کسی کو اعتماد ہو کہ میں اٹھ سکتا ہوں تو پھر وتر کو چھوڑ دے اور رات کے آخری حصے میں تہجد کے بعد پڑھے۔

حضرت مولانا عزیر گلؒ نور اللہ مرقدہ کے پاس میں جاتا تھا، نماز عشاء کے بعد مولانا صاحبؒ تہجد پڑھتے پھر وتر۔ میں نے پوچھا، حضرت! آپ اس وقت تہجد کیوں پڑھتے ہیں؟“ تو فرمایا ”کہ بیٹا! ابھی میں بوڑھا ہوں اور رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکتا ہوں“ اور حدیث ابوھریرہؓ سے یہ بات ثابت ہے کہ عشا کی نماز کے بعد تہجد پڑھ سکتے ہو، اس لئے اس حدیث پر عمل کرتا ہوں“

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے متعلق تخیلات

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ تشبیہ کے قائل تھے کیونکہ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ابن تیمیہؒ کو دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر دیکھا وہ نزول باری تعالیٰ کے متعلق تقریر کر رہے تھے [کسی نے دوران تقریر سوال کیا کہ باری تعالیٰ کیسے نازل ہوتے ہیں] وہ تقریر کے دوران منبر سے دو سیڑھیاں نیچے اترے اور کہا کہ "یَنْزِلُ کَنُزُوْلِیْ ھٰذَا" (میرے اس اترنے کی طرح نزول فرماتے ہیں) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن بطوطہ ۹ رمضان ۷۲۶ھ کو دمشق پہنچا ہے جبکہ ابن تیمیہؒ شعبان ۷۲۶ھ کے اوائل کو دمشق کے قلعے میں قید ہو چکے تھے اور اسی حالت میں ۲۰ ذی القعدہ ۷۲۸ھ میں وفات ہوئے۔ لہٰذا محققین نے اس حکایت کو معتبر نہیں مانا ہے کیونکہ سفر نامہ ابن بطوطہ خود ابن بطوطہ کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ اسکے شاگرد ابن جزی الکلبی نے مرتب کیا ہے وہ ابن بطوطہ کے حالات زبانی سن کر قلمبند کرتے تھے، اس وجہ سے اس سفرنامے میں بہت غلطیوں کا امکان ہے جہاں تک اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہؒ کے صحیح موقف کا تعلق ہے، اس موضوع پر ان کی ایک مستقل کتاب ہے جو "شرح حدیث النزول" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اس میں علامہ ابن تیمیہؒ نے "تشبیہ" کی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرمایا: "وَلَیْسَ نُزُوْلُہٗ کَنُزُوْلِ أَجْسَامِ بَنِی آدَمَ مِنَ السَّطْحِ إِلَی الْأَرْضِ بِحَیْثُ یَبْقَی السَّقْفُ فَوْقَھُمْ بَلِ اللّٰہُ مُنَزَّہٌ عَنْ ذٰلِکَ" اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کا مسلک اس باب میں بعینہ وہ ہے جو جمہور سلف کا ہے۔

یہ بات علامہ ابن تیمیہؒ پر الزام ہے درحقیقت وہ ایک بڑے عالم تھے، مجاہد تھے، مجتہد کے درجہ میں تھے حکمرانان وقت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے تھے اور آخرکار جیل میں فوت ہوئے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ بہت سے علماء علامہ ابن تیمیہؒ سے متعلق عجیب عجیب تخیلات رکھتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ بِدَوَاوِيْنِ الْعَرَبِ

طالبعلموں کو چاہیے کہ انکو سینکڑوں اشعار از بریاد ہوں ہم جب سفر کرتے تھے تو راستے میں جہادی قصیدے ، حمد باری تعالیٰ اور مدح رسول اللہ ﷺ پر مشتمل قصیدے سناتے تھے، اس سے سفر بہت آسانی اور جلدی سے ختم ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "عَلَيْكُمْ بِدَوَاوِيْنِ الْعَرَبِ شِعْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ فِيْهِ تَفْسِيْرُ كِتَابِكُمْ وَمَعَانِي كَلَامِكُمْ" (عربوں کے دیوان یعنی انکے اشعار کو لازم پکڑو اسلئے کہ اسمیں تمہاری کتاب (قرآن) کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی ہیں) ایک دفعہ ہم ڈیرہ اسماعیل سے اکوڑہ خٹک آرہے تھے، پیدل راستہ تھا ڈیرہ اسماعیل خان سے اکوڑہ خٹک تک ہم نے بیت بازی کی۔

اسی طرح ایک دفعہ ہم مدینہ منورہ سے ایران کے راستے سے آرہے تھے کیونکہ ان دنوں جامعہ اسلامیہ سے ہمیں راستے کے ٹکٹ نہیں ملتے تھے' تو ہمیں مدینہ منورہ سے شیراز تک چار سو ریال میں آنے جانے کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ رعایتی مل جاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے ہم دمام تک ایک جہاز میں' اور پھر دمام سے چھوٹے جہاز میں آجاتے تھے۔ پھر شیراز سے ہم تہران تک بسوں میں سوار ہو جاتے تھے۔ شیراز سے تہران تک آٹھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ ساتھیوں نے کہا کہ یہ لمبا سفر بیت بازی کی بدولت آسانی سے طے ہو سکے گا۔ میرے ساتھ پانچ طلبہ افغانستان کے تھے اور بیت بازی بھی صرف فارسی زبان میں' تاکہ بس میں سوار ایرانی حضرات بھی ہمارے ساتھ بیت بازی میں حصہ لے سکیں۔ ماشاء اللہ مسلسل کئی گھنٹے بیت بازی ہو رہی تھی [ایک جگہ بس ہوٹل کے سامنے رک گئی اور ڈرائیور کہنے لگا کہ کھانا کھا کر روانہ ہوں گے۔ ہم ساتھیوں نے بھی چاول وغیرہ طلب کئے۔ کھانے کے بعد ہم جب ہوٹل والوں کو رقم دینے لگے تو اس نے کہا کہ آپ لوگوں کی طرف سے فلاں شخص نے رقم ادا کر دی ہے۔ ہم نے اس شخص کی کافی منت سماجت کی کہ یہ رقم لے لیں ہم خوش ہو جائیں گے۔ اس نے کہا قطعاً میں لینے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ آپ لوگ تو فصیح فارسی بولتے ہیں ہم ایرانیوں نے تو فصیح کتابی فارسی چھوڑ دی ہے]

حسن بصریؒ کو حضرت عمرؓ کی دعا

حسن بصریؒ کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی، انہوں نے حسن بصریؒ کی ماں کو بتایا، "کہ اس بچے کو حضرت عمرؓ کے پاس دعا کیلئے لے جاؤ، وہ حسن بصریؒ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئی تو حضرت عمرؓ نے دعا کی "اَللّٰھم فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ إِلَی النَّاسِ وَاجْعَلْهُ فَوْقَ کَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ " (اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو لوگوں کا محبوب بنا اور اس کو اپنی بہت ساری مخلوق پر فوقیت عطا فرما) حضرت عمرؓ کی دعا قبول ہوئی ہے، پہلی دعا اللّٰھم فَقِّھْهُ فِی الدین کا تجربہ کریں تو ثمرہ یہ ہے کہ حسن بصریؒ کے فقہی اقوال سات جلدوں میں جمع کیے گئے۔

دوسری دعا وَحَبِّبْهُ إِلَی النَّاسِ کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حجاج بن یوسف نے آپ کو کئی دفعہ طلب کیا تاکہ اسکو سخت سے سخت سزا دے لیکن حسن بصریؒ جب دربار میں حاضر ہوتے تو حجاج کھڑے ہوتے اور منہ بند ہو جاتا اور کہتے تھے: "أَنْتَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَیَّ" (آپ مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزیز ہو)

اسی طرح حضرت حسن بصریؒ کو اپنے ساتھیوں پر فوقیت بھی حاصل تھی۔ ایک دفعہ ایک عورت نے تحفہ بھیجا اور خادم سے کہا، "کہ یہ حسن بصریؒ کو دے دیں،" خادم نے کہا "کہ میں حسن بصریؒ کو کس طرح پہچانوں گا؟" تو فرمایا "سب سے جو خوبصورت ہو وہ حسن بصری ہوگا" عالم کو چاہیے کہ اس کے پاس جب کوئی اپنا بچہ دعا کیلئے لے آئے تو اس کو حضرت عمر والی دعا دیدے، قرآن مجید کا کچھ حصہ بالخصوص آخری تین سورتیں پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔

انگریزی سے مرعوبیت

بعض حضرات انگریزی زبان سے بہت زیادہ مرعوب ہوتے ہیں، ہر جگہ انگریزی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جو ہر کسی کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں، ڈاکٹر بہادر شاہ مدینہ میں ہمارے ساتھی تھے۔ تیس سال مدینہ میں گزارے اور کبھی بھی گفتگو میں انگریزی کا ایک لفظ نہیں بولے حالانکہ انہوں نے امریکہ اور برطانیہ میں تعلیم حاصل کی تھی اور کہتے تھے، ''کہ جب بندہ کی اپنی زبان ہو تو انگریزی کی کیا ضرورت؟''

انگریزی زبان میں فرعونیت ہے آج کل بعض طلبہ جو آٹھویں پاس ہوتے ہیں وہ انگریزی الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں مثلا کہتے ہیں ''میں آج کل بزی (Busy) ہوں''، بزی کے بچے! (بزی پشتو زبان میں بکری کو کہتے ہیں) مشغول اور مصروف کا لفظ کیوں استعمال نہیں کرتے ہو؟ انگریزی ایک زبان ہے، زبان کی حیثیت سے مخالفت نہیں، سیکھنی چاہیے تاکہ اس کے ذریعے غیروں کو اسلام کی تبلیغ کی جائے۔ بالخصوص اس زمانے میں کہ اگر آپ نے دو جملے انگریزی میں بولے تو سب سامعین کہیں گے بہت زیادہ قابل خطیب ہے انگریزی جانتا ہے اگر آپ نے لارڈ میکالے اور دیگر انگریزوں کے جوابات دیئے تو سونے پر سہاگے کا کام دے گا۔ لیکن اس کے مقابلے میں اگر آپ حافظِ بخاری ہو لیکن انگریزی خواں نہ ہو تو آپ کی بات کی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔

لہٰذا انگریزی سیکھنی چاہیے لیکن جب پشتو، اردو یا عربی بولتے ہو تو اس میں انگریزی کے الفاظ کے استعمال کے بجائے اس زبان کے الفاظ استعمال کرنے چاہیں۔ [بجائے انگریزی کلمات کے عربی کلمات استعمال کیا کریں۔ عربی زبان آسان زبان ہے تمام فرشتوں کا باہمی کلام عربی زبان میں ہوتا ہے۔ احکم الحاکمین کا آخری قانون

قرآن پاک عربی زبان میں، آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ عربی ہیں۔ خلفائے راشدین کے دور میں سرکاری زبان عربی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے سینکڑوں بلادِ عجم فتح کئے جہاں کے لوگ عربی سے بالکل ناواقف تھے، وہاں بھی خطیب عربی زبان میں خطبے دیا کرتے تھے، جن کی وجہ سے وہ علاقے عربی زبان بولنے والے ہوگئے، بعض مولوی بھی انگریزی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں یہ انگریزی تہذیب سے مرعوبیت کی نشانی ہے۔]

غریب طالب علم کی خوش قسمتی

جس طالب علم میں دنیا کی محبت ہو وہ آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا: "حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ" (یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔) مذکورہ جملے کے ساتھ بزرگان دین فرماتے ہیں: "وَتَرْکُھَا مِفْتَاحُ کُلِّ فَضِیْلَۃٍ" اور اس کا چھوڑنا تمام فضیلتوں کی چابی ہے۔ مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دنیا حاصل کرنا منع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ پنج وقتہ نماز، رمضان کے روزے، بیت اللہ کا حج اور زکوۃ جیسے ارکانِ اسلام سے منہ موڑ کر لیلا ونہار اُدنیا کے پیچھے لگنا حماقت اور جہالت ہے۔

جس طالب علم کے پاس پیسے نہ ہوں وہ مطبخ سے دو روٹی لے کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ مگر جس طالب علم کے پاس مال ہو وہ کبھی اسلام آباد جاتا ہے اور کبھی پشاور۔ جہاں پر جلسہ ہو وہاں پہنچ جاتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے طلباء عزیز سیاسی بن گئے ہیں۔ حالانکہ جو طلبہ سیاسی ہوتے ہیں وہ کتاب میں کچھ نہیں جانتے۔ خوش قسمت طالب علم وہ ہے جس کے جیب میں پیسے نہ ہوں۔ ....

لکہ مارغہ چی پہ ساگونو کنبی وزر نہ لری

دغہ مثال دھغو چی سیم وزر نہ لری

اسلامی نظام کا نفاذ طلبہ ہی کریں گے

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے راولپنڈی میں ایک بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”پاکستان میں اسلامی نظام یہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے نہیں لا سکتے، یہ تو آکسفورڈ اور برلن یونیورسٹیوں میں عیسائی اور یہودی پروفیسروں سے الحاد و زندقہ عیسائیت و یہودیت سیکھ کر آئے ہیں۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ ترا
کہاں سے آئے صدا لا اِلٰہ الا اللہ
زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نظر جو مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ یہی طلبہ کریں گے، جو مدارس میں منیۃ المصلی سے لیکر بخاری شریف تک کتابیں پڑھتے ہیں۔“ واقعی یہ بات صحیح نکلی، افغانستان میں اسلامی نظام کا نفاذ انہی طلبہ کے ذریعہ ہوا اور پاکستان میں بھی انشاء اللہ یہی طلبہ اسلامی نظام نافذ کریں گے، ان سیاستدانوں کے ذریعے اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا۔

[یہ بیچارے تو عیسائی سکولوں میں ایف۔اے، بی۔اے، ایم اے پاس کرکے یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں عیسائی، یہودی پروفیسروں سے پڑھتے ہیں، ان کو اسلام کی حقانیت، خلافت راشدہ کے عادلانہ نظام کے بارے میں کچھ معلومات نہیں ہوتی ان پر عیسائیت، یہودیت کا بھوت سوار ہوتا ہے]

کثرتِ کلام اور قساوتِ قلبی

فضول باتوں سے انسان میں قساوتِ قلبی پیدا ہوتی ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے قساوتِ قلبی سے پناہ مانگی ہے فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْقَلْبِ الْقَاسِیْ" (اے اللہ! میں سنگدلی سے پناہ مانگتا ہوں۔ قساوت قلبی (سنگدلی) چار باتوں سے پیدا ہوتی ہے۔

1...... آنکھوں سے اللہ کے ڈر کی وجہ سے آنسو نہ آنا

2...... طویل امیدیں

3...... دنیا کی حرص

4...... زیادہ باتیں کرنا

حدیث میں ہے: "لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ (اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں نہ کریں) ایک اور روایت میں ہے:

تَکَلَّمَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَکْثَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمْ لِلِسَانِکَ مِنْ بَابٍ؟ قَالَ: اَسْنَانِیْ وَشَفَتَایَ قَالَ اَمَا کَانَ فِیْ ذٰلِکَ مَایَرُدُّ کَلَامَکَ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی نے بہت زیادہ باتیں کیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیری زبان کے آگے کتنے دروازے ہیں؟ اس نے عرض کیا۔ میرے دانت بھی ہیں اور ہونٹ بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا ان میں کسی نے تیری گفتگو کو نہیں روکا"

ان اور ان جیسی دسیوں روایات کے باوجود بعض طلباء باتوں میں ملاکنڈ کی مشین ہوا کرتے ہیں، خود تو مسلسل بولتے ہیں اور دوسروں کو موقع نہیں دیتے۔ عبث باتوں سے انسان سنگدل ہو جاتا ہے اور سنگدل میں خوفِ خدا نہیں ہوتا۔ جو طالب علم کثرتِ کلام کا عادی ہو وہ اکثر مہمل رہ جاتا ہے۔

لہٰذا طالب علموں کو یہ میری نصیحت ہے کہ وہ عبث باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ طالب علمی کے اس دور کو غنیمت جان لیں اور لایعنی باتوں کے بجائے درسی اسباق تکرار اور مطالعے میں اپنی توانائی صرف کریں۔

کتمانِ حق ایک جرم ہے

کتمانِ حق ایک جرم عظیم ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:" لَوْلَا اٰیَتَانِ فِی الْکِتٰبِ مَاحَدَّثْتُ شَیْئًا اَبَدًا" اگر قرآن میں (کتمانِ حق کے بارے میں) دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کبھی کوئی چیز بیان نہ کرتا۔ کتمانِ حق سے بچنے کے لئے ان کے پاس جو ذخیرہ علم تھا وہ انہوں نے منتقل کیا ہے۔ آپ سے ۵۳۷۴ روایات مروی ہیں۔

کتمانِ حق میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر ایک طالب علم کو کافیہ آتی ہو اور دوسرا طالب علم اس سے تکرار کا مطالبہ کرتا ہے جبکہ یہی اول الذکر طالب علم اس گمان سے تکرار نہیں کرتا کہ یہ میرا ساتھی اس مسئلے کو یاد کرے گا اور امتحان میں مجھ سے زیادہ نمبرات حاصل کرے گا تو یہ بھی کتمانِ حق ہے کیونکہ جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے اس علم کو دوسروں تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے اور یہ علم کی زکوٰۃ ہے۔

☆ ☆ ☆

اسامہ کو حوالہ نہ کرنے کی شرعی دلیل

اسامہ بن لادن کے بارے میں اکثر لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ملا عمر نے ان کو کیوں امریکہ کے حوالہ نہ کیا اگر وہ اسامہ کو امریکہ کے حوالہ کرتے تو امارت اسلامیہ افغانستان بچ جاتی۔ ملا عمر فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: "اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ" مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے گا اور نہ اس کو کافر کے حوالے کرے گا اسی حدیث کی رو سے اگر میں اسامہ کو امریکہ کے حوالہ کروں تو کل پیغمبر علیہ السلام کو کیا جواب دوں گا؟

[اسامہ مدینہ منورہ کے نورانی، روحانی جنت نظیر مقدس سرزمین کو جہاد کے عظیم فریضہ کی ادائیگی کے لئے چھوڑ کر افغانستان آئے ہیں، وہ یہاں چوری اور لوٹ کھسوٹ کے لئے نہیں آئے اس نے کروڑوں، اربوں روپے جہاد ہی کے راستے میں صرف کئے۔ ہم کس بناء پر اس کو امریکہ کے حوالہ کریں؟ اسامہ بہانہ ہے امریکہ افغانستان میں اسلامی نظام کا دشمن ہے۔

اسامہ جب روس کے خلاف شریکِ جہاد تھا تو اسوقت وہ مجاہد تھا اب جب امریکہ کے ظلم و ستم، دہشت گردی اور وحشیانہ بربریت کے خلاف برسرِ پیکار ہے تو اب وہ دہشت گرد بن گیا ہے۔

مجاہدینِ اسلام کا مایہ ناز کمانڈر، جرارِ ضیغم اسلام اسامہ بن لادن جب روسی استعمار کے خلاف جہاد میں شریک تھا، وہ جب مدینہ منورہ ایک دو دن کیلئے آجاتا تو مدارس میں اعلانات لگ جاتے کہ مسجدِ قبا میں مغرب کی نماز

کے بعد مجاہد اسامہ بن لادن کی تقریر ہو گی تو سب اہل مدینہ جوق در جوق ہزاروں کی تعداد میں اسکی جہادی تقریر سننے کیلئے دیوانہ وار حاضر ہو جاتے اسکی روح پرور ایمان افزا تقریر سے سینکڑوں نوجوان جہادِ افغانستان میں شریک ہو جاتے، اب جبکہ امریکہ کے ساتھ جہاد ہو رہا ہے تو اب وہ دہشت گرد بن گیا ہے۔

تمہاری زلف میں آئی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

ملا عمر کہا کرتے تھے کہ میں دن رات یہی دعا کرتا ہوں کہ رب العالمین جل جلالہ اسامہ کو طویل زندگی نصیب فرمادے۔ خدانخواستہ اگر وہ اپنی موت مرگیا تو دشمنانِ اسلام پروپیگنڈہ کریں گے کہ طالبان نے اسامہ کو قتل کیا ہے۔ ان شاء اللہ افغانستان میں جب تک ایک طالب علم بھی زندہ ہو (حافظ تو اللہ ہی ہے) لیکن طلبہ تو اپنی استطاعت کے پیش نظر اسامہ کے چاروں طرف باڈی گارڈ ہوں گے]

قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا توریہ اور تعریض

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے پاس پولیس آئی اور ان سے پوچھا کہ مولانا قاسم کہاں ہے؟ وہ مولانا کو نہیں جانتے تھے۔ اس لئے مولانا صاحب اپنی جگہ سے ایک قدم ہٹ کر فرمانے لگے کہ ابھی یہاں کھڑے تھے۔ یہ کنایہ اور تعریض ہے۔ جس کی وجہ سے مولانا قاسم نانوتوی نے اپنے آپ کو پولیس کی قید و بند سے بچایا۔ شرعی نقطہ نظر سے ان کنایات اور تعاریض کا استعمال جائز ہے۔

قصاص ہی انصاف کا تقاضا ہے

قاتل کو مقتول کے بدلے قصاصاً قتل کرنا ہی انصاف کا تقاضا ہے۔ اگر قصاص کا سلسلہ رائج ہو جائے تو کوئی بھی قتل نہیں کرے گا۔ افغانستان میں طالبان نے چند قصاص جاری کئے تھے ان چند قصاصوں کی وجہ سے وہاں امن قائم رہا۔ ایک دفعہ ہمارے پنجاب کے ایک ساتھی نے بہت زور لگایا کہ قصاص دیکھتے ہیں۔ میں نے کہا اللہ کے بندے ہم نے سعودی عرب میں بہت دیکھے ہیں۔ قصاص دیکھنے کے بعد بندہ کئی دن تک قلق واضطراب میں رہتا ہے۔ لیکن اس کے اصرار پر ہم قندہار سٹیڈیم گئے، وہاں پر قاتل کو لایا گیا۔ مقتول کے ورثاء عورتیں تھیں، وہ عورتیں بھی لائی گئیں، گرداگرد لوگوں کا ایک مجمع تھا، قاضی نے سب سے پہلے فضائل اسلام بیان کئے [اسلام کے عادلانہ نظام کو سراہا] پھر قصاص کا حکم سنایا وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ]

اور ان عورتوں سے کہا کہ اس قاتل کو معاف کریں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے گا اور ہم بیت المال سے مقتول کی دیت ادا کر دیں گے لیکن عورتوں نے انکار کیا چنانچہ قاضی نے حکم جاری کیا۔ طالبان کے پاس تلواریں نہیں تھیں اس لئے انہوں نے گولیوں سے قاتل سے قصاص لیا۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہم فرماتے ہیں: "لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ" کہ قصاص صرف تلوار سے ہوگا۔ [قصاص کا اتنا رعب تھا کہ تمام حاضرین پر عجیب قسم کا سکتہ طاری تھا اور سٹیڈیم سے سب لوگ خاموش جا رہے تھے کسی میں بات کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ]

بہر حال کسی بھی ملک میں امن اس وقت قائم ہوگا جب وہاں اسلامی قانون نافذ ہو اگر انگریز کا قانون ہو تب وہاں بدامنی اور قتل و غارت گری ہوگی۔

حج عاشقی کا سفر

حج بیت اللہ کا سفر عاشقی کا سفر ہوتا ہے۔ بچے، گھر بار اور سب کچھ چھوڑ کر لبیک لبیک کہتے ایک مسلمان اللہ کی عبادت کے لئے اللہ کے گھر جاتا ہے، کیا پتہ کہ پھر وہاں جانا نصیب ہوگا یا نہیں اس لئے وہاں خوب عبادت کرنی چاہیے۔ علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ مدینہ منورہ آخری بار تشریف لائے۔ وہاں پر قاری قادر جان کے مدرسہ میں ایک طالبعلم نے قرأت کی۔ علامہ بنوری صاحب رحمہ اللہ قاری صاحب کی تلاوت کو سنتے رہے اور زاروقطار روتے رہے۔ عصر کی نماز کے بعد مجھے بتایا۔ شیر علی شاہ! میں نے بہت حج اور عمرے کئے لیکن مجھے اس بار ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ میرا آخری سفر ہے۔ چنانچہ حضرت دن رات عبادت الٰہی میں منہمک رہے۔ چنانچہ آپ جب حرمین شریفین سے واپس ہوئے تو کچھ دن بعد راولپنڈی میں وفات پائی۔

اسی طرح ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک کے حسین شاہ کاکا مدینہ منورہ میں دن رات تلاوت کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ ”کاکا جی! تھوڑا آرام کریں۔“ فرمایا کہ ”آرام اور باتیں تو گھر میں کریں گے۔ یہ عبادت کا مقام ہے لہٰذا یہاں عبادت کرتے ہیں“ جب وہ حجاز مقدس سے واپس اپنے گھر جانے لگے تو میں ان کے ساتھ بندرگاہ تک آیا۔ ان کے پاس کچھ سامان بھی نہیں تھا تو میں نے کہا کہ ”کاکا جی آپ نے کوئی سامان نہیں خریدا؟“ انہوں نے کہا کہ ”سامان تو پاکستان میں بھی بہت زیادہ ہے، ہم یہاں عبادت کے لئے آئے تھے اور عبادت کرکے جائیں گے۔“ حسین شاہ کاکا خیریت کے ساتھ گھر پہنچا۔ تیسرے دن ان کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

اس کے علاوہ کئی لوگوں کو میں نے اس سفر میں عاشقانہ انداز میں عبادت میں منہمک پایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سفر دیگر سفروں سے مختلف ہے اس سفر میں ذکر واذکار اور عبادت کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اس قیمتی سفر کو فضول باتوں میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

طالب علم کا مقام

جو لوگ دنیا کے غرور میں پڑے ہوئے ہیں وہ طالب علموں اور دینی مزاج رکھنے والے لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ دنیا کیا ہے؟ دنیا کچھ بھی نہیں اور نہ دنیا کی کوئی حقیقت ہے، بڑے بڑے بادشاہ دنیا سے گزر گئے۔

لوگوں نے اب جان لیا کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ طالب ہے۔ بہت سے لوگوں سے ہم نے سنا جو امریکہ اور دیگر یورپی ممالک میں رہ رہے ہیں کہ یہاں بہت سے انگریزوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں، جب وہ سوتے ہیں تو نیند میں اپنی دیواروں پر پگڑیوں اور داڑھیوں والے طالب علموں کو دیکھتے ہیں کہ وہ دیواروں پر چڑھ کر ہمارے گھروں میں گھس رہے ہیں جسکی وجہ سے وہ ایک پریشانی میں پھنس گئے ہیں۔ اس طالبعلم کی وجہ سے بش [اور اوبامہ] کی زندگی اجیرن بن گئی ہے۔

[جس سے یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ علماء کرام انبیاء کرام علیہم الصلوات والتحیات کے وارث ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نُصِرتُ بِالرُّعبِ مَسِیرَۃَ شَھرٍ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنے رعب سے نوازا ہے کہ دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر دور ہو تو وہ مجھ سے خوف زدہ ہے، علماء اور طلبہ سے بھی دشمن ہزاروں میل دور مرعوب ہیں۔]

حضرت درخواستی کی بارش کیلئے دعا

امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے میری اور مولانا سمیع الحق کی دعوت پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تین دن سورۃ فاتحہ پر درس دیا۔ حسن ابدال کے احباب کے اصرار پر چوتھے روز اندرون محلہ جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے اور تین گھنٹے خطاب فرمایا۔ گرمی کی شدت تھی لوگ گرمی سے بے حال اور نڈھال ہو رہے تھے۔ لوگوں نے بارش کیلئے حضرت درخواستی رحمہ اللہ سے دعاؤں کے لئے مطالبہ کیا۔ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے ایک گھنٹہ دعا کے موضوع پر گفتگو فرمائی اور بارش کے لئے دعا کی۔ دعا جاری تھی کہ بادل چھا گئے ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور خوب بارش برسی ہم لوگ بارش کی وجہ سے گیلے کپڑوں کے ساتھ گھروں کو واپس ہوئے۔ یہاں اکوڑہ خٹک آئے تو اس قدر بارش ہوئی تھی کہ زمین سیراب ہوئی اور گھٹنوں تک پانی بھی موجود تھا۔

مقیم کی موجودگی میں مسافر کی امامت

مفتی محمود رحمہ اللہ علیہ ایک مرتبہ جامعہ حقانیہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ عشاء کی نماز کے وقت مجھے شیخ الحدیثؒ نے بھیجا کہ دیکھو مسجد میں جماعت ہوگئی ہے یا نہیں؟ میں مسجد گیا تو معلوم ہوا، جماعت ہو چکی ہے ان حضرات نے وہیں جماعت کیلئے صف بنائی۔ حضرت شیخ الحدیث نے مفتی صاحب کو نماز پڑھانے کیلئے آگے کر دیا۔ حضرت مفتی صاحب نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا اور فرمایا میں مسافر ہوں آپ اپنی نماز پوری کر لیں۔ مقتدیوں میں سے ایک صاحب نماز پوری کرنے کے بعد غصے میں کہنے لگے۔ مقیم کی موجودگی میں مسافر کو کیوں امام بنایا؟ حضرت مفتی صاحب نے برجستہ فرمایا۔ تاکہ تمہیں یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ مقیم کی موجودگی میں بھی مسافر امام بن سکتا ہے۔ اعتراض کرنے والے صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔

مال نعمت ہے یا عذاب؟

جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور بار بار اس کی گنتی کرتے ہیں۔ اس عمل کو قرآن نے ایک بری عادت قرار دیا ہے۔ ﴿وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ﴾ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ اس مال سے اپنے اہل وعیال پر خرچ نہیں کرتے اور اللہ کے راستے میں نہیں دیتے۔ ان لوگوں کیلئے یہی مال وبال ہے۔ دنیا سے جانا ہے۔ خواہ وہ امیر ہو یا غریب اگر کسی امیر نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا، مدرسہ بنایا، مسجد کی تعمیر میں لگایا، اپنے بچوں پر خرچ کیا۔ تو یہی مال اس کے کام آئے گا۔

بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے [نعمتوں سے وہ محروم ہیں نہ وہ پلاؤ کھا سکتے ہیں، نہ گوشت کھا سکتے ہیں، شلغم پانی میں اُبال کر کھاتے ہیں۔ کہتے ہیں ڈاکٹر نے یہ سب کھانے ہم پر بند کر دیئے ہیں۔ صحت کی نعمت تمام نعمتوں کا اساس ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ دو بڑی نعمتیں ہیں جن کی لوگ قدر نہیں کرتے ایک صحت کی نعمت اور دوسری فراغت کی نعمت] لارڈ فورڈ دنیا کا مالدار ترین انگریز تھا۔ تمام دنیا میں ان کی فورڈ گاڑیاں ٹریکٹرز اور فورڈ فیکٹریاں موجود تھیں۔ عرب اخبارات اس کو اَغْنٰی اَغْنِیَاءِ الْعَالَمِ (یعنی دنیا کا مالدار ترین) کے نام سے یاد کرتے تھے [اور ایرانی اخبارات میں اس کو شاہِ موٹران کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا] لیکن اس عظیم دولت اور خزانوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس پر بعض نعمتیں بند کیں۔ ڈاکٹروں نے اسے کہا تھا کہ آپ بہت کم خوراک

کھائیں گے۔ اگر زیادہ خوراک کھائی تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ چنانچہ وہ روزمرہ چند چمچے خوراک کھاتے تھے۔ اور اسی پر گزارہ کرتے تھے۔

اسی طرح لارڈ فیلر ایک انگریز تھا۔ جو اربوں ڈالروں کا مالک تھا۔ حتیٰ کہ اس کے بینک بیلنس کا حساب مشکل تھا۔ ساری فیکٹریوں، گاڑیوں۔ بنگلوں اور بینک بیلنس کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان کے پاس مال ہو وہ اسے خود کھائے، دوسروں کو کھلائے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو یہ ایک نعمت ہے۔ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ (حلال مال نیک آدمی کیلئے بہت اچھا ہے)۔

احنف بن قیس کا داڑھی کی تمنا

افسوس کہ آج جن لوگوں کی داڑھیاں ہیں۔ وہ داڑھیوں کو منڈواتے ہیں حالانکہ پہلے زمانے میں جس شخص کی داڑھی نہیں اگتی تھی تو وہ خواہش کرتا تھا کہ کاش! میری بھی داڑھی ہوتی۔ احنف بن قیس ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں وہ بے ریش تھے ساتھیوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اگر داڑھی کی قیمت بیس ہزار بھی ہوتی، تو ہم آپ کے لئے لے لیتے۔ اس کے پاؤں اور آنکھوں کے ٹیڑھا پن کو ذکر نہ کیا۔ مگر داڑھی کے نہ ہونے کی نقص اور خامی بیان کی۔

فکر کرنے کی بات ہے کہ آنکھوں اور پاؤں کا ٹیڑھا پن عیب نہیں لیکن داڑھی کا نہ ہونا عیب اور نقص ہے اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے سبق ہے جو روزانہ داڑھیاں منڈواتے ہیں اپنی شکلوں کو بگاڑتے ہیں پیغمبر ﷺ کے ان مبارک سنتوں کو نالیوں میں ڈال دیتے ہیں۔

☆☆☆

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت

زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام المفسرین حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ جب فوت ہوئے۔ تو میں حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے ساتھ خانپور میں دورۂ تفسیر میں شریک تھا۔ حضرت درخواستی صاحب نے طالب العلم بھیجا کہ تیار ہو جاؤ، حضرت لاہوریؒ کے جنازے میں لاہور جانا ہے۔ چنانچہ میں بھی اس سفر میں حضرت درخواستی صاحب کے ساتھ شریک ہوا۔ راستے میں حضرت درخواستی روتے رہے۔ اور آپ پر مسلسل گریہ طاری رہا۔ جب ہم شیرانوالہ پہنچ گئے، تو کسی نے بتایا کہ گھنٹہ ہو گیا جنازہ اٹھایا جا چکا ہے۔ حضرت درخواستی پریشان ہو گئے۔ کسی صاحب نے حضرت کو پہچان لیا اور گاڑی میں بٹھا کر جنازگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ میرے پاس حضرت کا بستر بھی تھا۔ میں پریشان ہو رہا تھا۔ [کوئی کار' کوئی رکشہ نہیں مل رہا تھا' سب لوگ جنازے کے لئے جا رہے تھے' غیب سے اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا ایک رکشہ رک گیا تو اس میں بیٹھی ہوئی سواری نے کہا کہ جنازہ پر جا رہے ہو میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا آؤ بیٹھ جاؤ۔ وہ پوچھنے لگا کہ آپ بستر بھی لے آئے ہو۔ میں نے کہا کہ یہ حضرت درخواستی مدظلہ کا بسترہ ہے وہ مجھ سے پہلے کار میں چلے گئے] بستر رکشے میں رکھا اور حضرت سے پہلے پہنچ گیا۔ ابھی جنازہ نہیں پہنچا تھا کہ اللہ نے ہمیں وہیں پہنچا دیا۔ مرد قلندر حضرت درخواستیؒ نے مجھے دیکھا۔ تو بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا جن! پہنچ گئے۔ میں نے جواب دیا کہ حضرت الحمدللہ پہنچ گیا ہوں یہ سب حضرت درخواستی کی کرامات تھیں۔ ورنہ عالم اسباب میں تو ایسا ممکن نہ تھا۔

[حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے عصر کی نماز پڑھی پھر

ہم جنازہ گاہ میں گئے' حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ تقریر فرما رہے تھے' انہوں نے جب حضرت درخواستی کو دیکھا تو رونے لگے' پھر حضرت درخواستیؒ نے سوز ودرد سے بھرے ہوئے خطبہ سے اپنی تقریر شروع کی۔ لاکھوں انسان زاروقطار رو رہے تھے' حضرت نے فرمایا۔ لاہور نے کئی جنازے دیکھے ہیں لیکن آج لاہور نے فقیر کا جنازہ بھی دیکھ لیا۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ غروب آفتاب کے وقت حضرت لاہوری نوراللہ ضریحہ کے جسد اطہر کو قبر میں اتارنے کیلئے حضرت درخواستیؒ، حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ اور حضرت مولانا عطاء المنعمؒ تینوں شریک تھے۔ حضرت درخواستیؒ فرمارہے تھے ایک طرف آسمانی دنیا کا سورج غروب ہورہا ہے اور دوسری طرف آفتاب رشد وہدایت ہم سے جدا ہو رہا ہے۔]

اردو شروحات کا بڑھتا ہوا رجحان

دینی مدارس میں اردو شروحات کا بڑھتا ہوا رجحان بہت زیادہ نقصان دہ ہے ان شروحات کی وجہ سے طلباء کتابیں یاد نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے طلباء روز بروز کمزور ہوتے جارہے ہیں۔ ان کی استعداد میں کمی نظر آرہی ہے۔ ایک وقت تھا۔ جب ہم درس کے دوران طالب علم سے کوئی سوال پوچھتے تو فوراً جواب دیتے۔ آج معاملہ مختلف ہے۔ دورہ حدیث کے اس عظیم اجتماع میں جب ہم کوئی سوال پوچھتے ہیں یا کسی شعر کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو اکثر طلباء چپ رہ جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان تمام مشکلات کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج طلباء نے اردو شروحات پر اعتماد کیا ہے۔ اور عربی کتابوں سے منہ موڑا ہے۔ اردو شروحات کی نوبت اس

حد تک آئی ہوئی ہے کہ نحو میر اور قدوری کے دسیوں شروحات بازار میں دستیاب ہیں۔ لہذا طالب علم کو اردو شروحات کے بجائے عربی شروحات کو ترجیح دینا چاہیے۔ تاکہ ان کی استعداد میں اضافے کا باعث بنے۔

حج کے مسائل میں آسانی پیدا کرنا

میں ایک دفعہ حضرت مفتی محمودؒ کیساتھ حج میں بطور خادم موجود تھا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مذاہب اربعہ کے علماء کو جمع کروں۔ اور حج کے مسائل میں آسان مسائل کو معمول بہا بنایا جائے [جن مسائل میں گنجائش ہے] کیونکہ اب حج ملا علی قاریؒ کے وقت کا حج نہیں ہے۔ اب بہت زیادہ ازدحام ہے جس کی وجہ سے کئی مشکلات سامنے آ رہی ہیں۔ مثلاً حج کے بعض مسائل میں ترتیب واجب ہے، اور آج کل ازدحام کی وجہ سے ترتیب بہت مشکل ہے۔ اس مسئلہ میں امام صاحب کا موقف یہ ہے کہ ترتیب واجب ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ وصاحبین من الاحناف کا مسلک یہ ہے کہ ترتیب سنت ہے۔ اسی طرح ترتیب ساقط ہونے پر دم ہے یا نہیں؟ اس مسئلے پر دونوں اطراف سے روایات موجود ہیں اس مسئلے میں اگر صاحبین کے مسلک پر فتویٰ دیا جائے تو حجاج کو آسانی ہوگی۔

اسی طرح محاذات کا مسئلہ ہے۔ حرم میں جب اقامت شروع ہو جائے تو پھر عورتوں کے نکلنے کا راستہ نہیں ہوتا۔ اور وہیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ احناف کے نزدیک نماز ایسی حالت میں درست نہیں ہوتی۔ جبکہ وہاں بھی مجبوری ہے۔ عورت اس صورت میں کیا کرے گی۔ مردوں کے اس ہجوم سے اس کا نکلنا محال ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر رخصت نہ دی جائے تو نماز خراب ہوگی۔

ٹیلی ویژن کا اثر

ایک زمانہ تھا کہ جب گھروں میں مائیں چکی سے آٹا پیستی تو سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتی تھیں۔ ان ہی ماؤں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، داود موصلیؒ، معین الدین اجمیریؒ شیخ رحمکارؒ، حسن بصریؒ، محمد بن سیرینؒ جیسے لوگوں کو جنا۔

آج ہر گھر میں ٹی وی ہے جس میں گانے بجانے اور نیم عریاں تصاویر ہوتی ہیں جس کی وجہ سے آج کی مائیں جو بچے جنتی ہیں۔ وہ ڈانسر اور ایکٹر ہوتے ہیں۔

فرانس کی ایک عورت جو خود بھی بہت حسینہ تھی۔ اور اس کا شوہر بھی ایک سرخ سفید فرانسیسی تھا۔ ان کے ہاں ایک کالا بچہ پیدا ہوا۔ لوگ حیران تھے کہ ماں بھی ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ اور باپ بھی۔ لیکن پھر بھی ایک کالا بچہ۔ جب تحقیقات ہوئی۔ تو وہ عورت جس دفتر میں کام کر رہی تھی، اس دفتر میں ایک کالے حبشی کی تصویر میز پر شیشے کے نیچے پڑی ہوتی تھی۔ روزانہ اس عورت کی نظر اس تصویر پر پڑتی۔ جس کا اثر اس حمل پر ہوا۔ اور جس کی وجہ سے خوبصورت ماں باپ سے ایک کالا بچہ پیدا ہوا۔

فکر کرنے کی بات ہے کہ جب ایک عام تصویر کا اثر حمل پر پڑ جاتا ہے۔ تو ٹی وی میں جو فحاشیاں ہوتی ہیں کیا اس کا اثر حمل اور پیدا ہونے والے نومولود بچے پر نہیں ہوگا؟ آج فحاشی و عریانی کا جو طوفان بلاخیز شروع ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ نوجوان نسل کی آنکھوں سے حیاء گئی ہے اور جب حیاء گئی تو پھر تمام کام آسان ہو گئے عربی مقولہ ہے:

اِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ

"جب حیاء فوت ہو جائے۔ تو پھر کرو جو چاہتے ہو"

عقلی جواب

مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ کو قادیانی بنانے کے لئے غلام احمد قادیانی نے بہت زیادہ پیسے خرچ کیے۔ وہ ایک اچھے مناظر تھے۔ غلام احمد قادیانی کی طرف سے مناظرے کرتے تھے۔ فرماتے تھے، کہ میں خواب میں غلام احمد قادیانی کو کبھی گدھے کی شکل میں اور کبھی کتے کی شکل میں دیکھ رہا تھا۔ اس لئے میں نے مخالفین کی کتابیں دیکھنا شروع کیں۔ آخر کار ان کتابوں سے مطمئن ہو کر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہاتھ مسلمان ہوا۔

مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ میں ایک راستے پر جا رہا تھا۔ کہ مہاراجہ نے لوگوں سے یہ سوال کیا کہ جس مرغ سے اللہ تعالیٰ سانس نکالتا ہے وہ آپ نہیں کھاتے اور جو آپ پکڑ کر ذبح کر لیتے ہیں وہ کھاتے ہیں یہ کیوں؟ لیکن اس کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ اس کا عقلی جواب دینا ہوگا۔

مولانا لال حسین رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں اس میدان میں آگے بڑھا، اور کہنے لگا کہ مہاراجہ میں جواب دوں۔ انھوں نے کہا کیوں نہیں، جواب دو۔ میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جو پائپ (آلہ تناسل) پیدا کیا ہے۔ آپ اس سے پانی کیوں نہیں پیتے ہیں؟ حالانکہ آپ انسانی ہاتھوں سے بنائے گئے پائپ لائن سے پانی پیتے ہیں۔

اس پر مہاراجہ نے کہا کہ یہ پانی (پیشاب) گندہ ہے۔ اس وجہ سے ہم اس پائپ لائن سے پانی پیتے ہیں۔ اس پر مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ نے کہا، کہ یہی بات مرغ میں بھی ہے۔ کہ جو مرغ خود مر جائے۔ اس میں دم مسفوح رہ جاتا ہے۔ جو گندہ اور نقصانی ہے اور کئی بیماریوں کا باعث ہے یہی وجہ ہے کہ جو مرغ ہم ذبح کرتے ہیں وہ کھاتے ہیں اور جو

خود مر جائے وہ نہیں کھاتے۔ یہ سن کر مہاراجہ چپ ہو گئے۔ اور مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ میدان جیت گئے۔

[مولانا اس وقت سکول میں آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے
ذکاوت اور حاضر جوابی بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے]

علم کی بزرگی

علم کی بزرگی ایک مسلّم حقیقت ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم کی زینت سے مزین کیا ہے وہ لوگ چاہے عمر کے لحاظ سے کم ہوں۔ لیکن بزرگی کے اعتبار سے وہ ہر مقام پر قابل عزت ہوتے ہیں۔

یہاں جامعہ حقانیہ میں دو طالب علم بھائی تھے۔ چھوٹا بھائی شرح جامی پڑھتا تھا اور بڑا بھائی کافیہ۔ چھوٹا بھائی بہت زیادہ ذہین وفطین اور قابل تھا۔ بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے مختلف مسائل پوچھتا تھا۔ چھوٹا بھائی ان مسائل کی وضاحت کرتا۔ بعض اوقات چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو غصہ ہوتا۔ یہاں تک کہ ان کو کہتے کہ گدھے! یہ مسئلہ آپ کو نہیں آتا۔ یہ تو چھوٹے چھوٹے بچوں کو یاد ہے۔ ان سخت الفاظ کے استعمال کے باوجود وہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے ناراض نہیں ہوتا تھا اور ان کی عزت کرتا تھا۔ تو حقیقت یہی ہے کہ اصل بزرگی علم کی بزرگی ہے۔

بزرگی بعقل است نہ بہ سال
توانگری بدل است نہ بمال

☆☆☆

رویت ہلال کمیٹی کی ابتر صورتحال

پاکستان میں رویت ہلال کمیٹی کی بہت ابتر صورتحال ہے۔ یہاں چاند نہ نکلنے کا اعلان کرتے ہیں تو یہ دلیل دیتے ہیں کہ کمپیوٹر میں چاند نہیں نکلا۔ حالانکہ کمپیوٹر کو کوئی شرعی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ ابو ریحان البیرونی جو ایک بڑے ریاضی دان تھے، اپنی کتاب الاثار الباقیہ میں لکھتے ہیں کہ چاند کا نکلنا اور نہ نکلنا حساب سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ ۲۰۰۶ء کو جب سرحد (خیبر پختونخواہ) میں عید منائی گئی تو وفاق نے کہا کہ کمپیوٹر میں چاند نظر نہیں آیا۔ حالانکہ امریکہ کے ماہرین فلکیات نے اس بات کی تصدیق کی کہ چاند نکل آیا تھا۔

فقہ کا مسئلہ ہے اِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلِّمْ لِلنَّاسِ رَاَوْهُ بِالْاَبْصَارِ۔ جب آپ کو چاند نظر نہ آئے تو جن لوگوں نے دیکھا ہے، ان کی بات تسلیم کرو۔ لیکن جن لوگوں نے چاند دیکھا ہے ان کی شہادت کو تسلیم نہ کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ جس طرح پنجاب والے حضرات سرحد کی شہادت کو تسلیم نہیں کرتے۔

ان مسائل کا ایک آسان علاج یہ ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ رمضان اور عید میں اتحاد کیا جائے۔ صُومُوا لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَاَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ کی رو سے پورے عالم اسلام میں ایک دن رمضان ایک دن عید ہونی چاہیے۔ اب مواصلات کا نظام انتہائی قوی ہو گیا ہے۔ ٹیلی وژن کی خبر یقینی ہے۔ لہٰذا جب ٹیلی وژن پر اعلان ہوا کہ سعودی عرب میں چاند نظر آیا ہے تو پاکستان میں بھی ان کیساتھ رمضان کا اعلان کرنا چاہیے۔ افغانستان نے آسان طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ سعودی عرب کے اعلان پر رمضان اور عیدین کا اعلان کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے رمضان اور عیدین میں کوئی اختلاف نہیں آتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علماء، اہل فتویٰ، اور صاحب اقتدار لوگوں کو چاہیے، کہ وہ یہ اتفاق کریں، کہ سعودی عرب کے ساتھ روزہ رکھیں گے اور سعودی عرب ہی کیساتھ عید قربانی کرینگے۔

اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا

طالب علم کو چاہیے کہ وہ درسی کتابوں کے ساتھ ساتھ خارجی کتابوں کا بھی مطالعہ کرے۔ خارجی کتابوں میں بہت زیادہ معلومات ہوتی ہیں جیسے بَدَائِعُ الزُّهُوْرِ فِي وَقَائِعِ الدُّهُوْرِ، الْمُسْتَطْرَفُ فِي كُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف، آكامُ المَرْجَان فِي أَحْكَامِ الجان، رِحْلَةُ ابْنِ بَطُوطه، كِتَابُ الْبُخَلَاء وغیرہ

الجاحظ نے کتاب البخلاء میں ایک بخیل کا واقعہ نقل کیا ہے کہ

"ایک بخیل تھا وہ ایک دفعہ گھر میں گوشت لے کر آیا اور بچوں سے کہا، کہ شوربہ کھائیں۔ اور گوشت کی بوٹی مت کھائیں، چنانچہ بچے شوربا کھاتے تھے، اور گوشت کی بوٹی نہیں کھاتے۔ بخیل روز نمک اور مرچ ڈالتا اور شوربا بناتا۔ اچانک چھوٹے بچے سے غلطی سرزد ہوئی، اس نے گوشت کی بوٹی کھائی، باپ غصہ ہوئے۔ اور کہا کہ آپ پر سب کچھ حرام بس اب یہی سوکھی روٹی کھائیں۔ ایک بیٹے نے باپ کو خط لکھا القابات کے بعد لکھا۔ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا"

یہی واقعہ مجھے یاد تھا۔ چنانچہ جب میں علامہ درخواستی رحمہ اللہ کے ہاں دورہ تفسیر کر رہا تھا۔ تو ایک طالب علم نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں بے ادبی کی اور کچھ گستاخانہ کلمات کہے۔ جب حضرت کو پتہ چلا۔ تو بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ بے ادبی ہے۔ قیامت کی نشانی یہی ہے۔ کہ لوگ بڑوں کے بارے میں بے ہودہ الفاظ استعمال

کریں گے۔[آج بے ادبی کا بیج بویا جارہا ہے الدین کلہ ادب" ہمارے مدارس میں آکر ہمارے ائمہ کو برا بھلا کہتے ہیں]

أدب ادب تاجیست از لطف الہٰی
پتہ برسر برو ہر جا کہ خواہی
کن ابن من شئت واکتسب ادبا
فان محموده یغنی عن النسب

(جس کسی کا بیٹا بننا چاہتے ہو بن جاؤ (لیکن) ادب حاصل کرو اس لیے کہ ادب کی وجہ سے جس کی تعریف کی جاتی ہے وہ نسب سے بے نیاز ہوتا ہے)

یہ کہہ کر حضرت نے درس بند کیا، سب طلباء حیران تھے، کہ ہم تو دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے ہیں اور حضرت نے درس کا یہ سلسلہ ختم کردیا، اب ہم کیا کریں گے۔ میں بھی حیران رہ گیا، کہ اب کیا کروں؟ چنانچہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کو ایک درخواست لکھ دی۔ جس میں القابات کے بعد یہی آیت لکھ لی اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا۔

چنانچہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے جب خط دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا" شیر علی شاہ کی درخواست منظور کرکے درس شروع کرتا ہوں"۔ اور پھر دورہ تفسیر شروع کیا۔

خاندانی بزرگی کا دعویٰ

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو خاندانی بزرگی کا دعوی کرتے ہیں لیکن عمل وہ ایسے کرتے ہیں، جس سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ مثلاً اکثر لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم سادات ہیں، ہم سید ہیں، ہم ال رسول ہیں۔ اور پھر بھی گناہ کا عمل کرتے ہیں۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ لاہور آئے تھے۔ اس وقت میں اور

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب شیرانوالہ میں دورہ تفسیر پڑھ رہے تھے شاہ صاحب ایک تالاب کے پاس وضو کر رہے تھے میں اور مولانا سمیع الحق صاحب ان کے قریب گئے سلام کے بعد میں نے مولانا سمیع الحق صاحب کا تعارف کیا یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے فرزند ہیں اس کے بعد شاہ صاحب ہمارے ساتھ ہمارے کمرے میں تشریف لائے حضرت بہت تھکے ہوئے تھے اس لیے میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور ان کے پاؤں دباتا رہا۔ اس وقت سادات کا یہی مسئلہ چھڑ گیا، تو بہت زیادہ غصہ ہوئے اور فرمایا، کہ اپنے آپ کو سادات بھی کہتے ہیں اور پھر بھی گناہ کرتے ہیں۔ کیا یہی سادات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رشتے کو گناہ کے کام کے لئے سند بناتے ہیں۔

چاہئے تو یہ کہ سادات کی زندگی بالکل اسوہ حسنہ کا نمونہ ہو۔ اور اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے اصل مصداق ہوں۔ جو لوگ خاندانی بزرگی کا دعوی کرتے ہیں۔ اور گناہ کو بھی نہیں چھوڑتے۔ یہی لوگ بڑی حماقت میں مبتلا ہیں۔

احکامِ شریعت کی حکمتیں

اسلام کے ہر حکم میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اسلام نے جس کام کا حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے اس میں ہمارے لئے دنیوی واخروی فائدہ ہوگا۔ مثلاً اسلام نے دم مسفوح حرام قرار دیا ہے جو لوگ دم مسفوح کھاتے ہیں آہستہ آہستہ وہ مردم خوری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں خونخواری کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ کراچی میں ایک مجنون کو دم مسفوح پلایا گیا۔ چند دن بعد اس نے چھری لے کر لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔

فارمی مرغیوں کی خوراک میں بھی خون استعمال کیا جاتا ہے۔ میں ان فارموں میں بہت گیا ہوں۔ اور دیکھا ہے کہ جب ایک مرغی زخمی ہو جائے، تو تمام مرغیاں اس مرغی کو

کھانے پر شروع ہو جاتی ہیں۔ آج کل قتل وقتال اس وجہ سے زیادہ ہوئے ہیں کہ لوگ فارمی مرغیاں کھاتے ہیں اور یہ اس کا اثر ہے۔ واضح رہے فارمی مرغیاں حلال ہے۔

خنزیر کیوں منع ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ خنزیر بے غیرت ہے اگر کوئی اس کا گوشت کھائے تو وہ بھی بے غیرت اور بے حیا بن جاتا ہے۔ یہاں اکوڑہ کے ٹوبیکو کمپنی میں ایک انگریز رہتا تھا۔ اس کے ساتھ یہاں کا ایک باورچی تھا۔ وہ باورچی کہہ رہا تھا کہ میں اس انگریز کے ساتھ انگلینڈ گیا۔ وہاں پر میں انگریز کے ساتھ یہ دھوکہ کرتا تھا، کہ میں اس کو دس دن گائے کا گوشت کھلاتا اور ایک دن خنزیر کا۔ جب میں گائے کا گوشت کھلاتا۔ تو انگریز میں غیرت آجاتی تھی۔ جب کوئی ان کے گھر آتا تو غصہ ہوتے۔ لیکن جب خنزیر کا گوشت کھاتا۔ اور ان کے گھر کوئی غیر آتا۔ اور میں کہتا کہ کوئی غیر آدمی آپ کے گھر آئے ہیں۔ تو کہتے تھے کہ آپ کا کیا کام ہے؟

بہرحال اس واقعہ سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ خنزیر کھانے سے انسان میں کتنی بے غیرتی اور بے حیائی آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خنزیر کو نجس قرار دیا ہے اور اس کے کھانے کو حرام ٹھہرایا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے، اس میں انسانوں کو ایک عظیم نقصان سے بچانا چاہتا ہے اور جس چیز کو حلال قرار دیا ہے۔ اس میں انسان کے بے شمار فائدے ہیں۔

آئے گی یہاں فصلِ بہاراں پھر بھی

اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو اقامتِ صلوٰۃ اور زکوٰۃ دینے کا پابند بنائے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہم فریضہ سرانجام دے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ" (وہ لوگ جن کو ہم زمین میں طاقت دیتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں)

حکومت طالبان کی طرف سے ہم سعودی عرب گئے، میرے ساتھ مولانا حمد اللہ جان صاحب، مولانا حسن جان صاحب اور طالبان کے وزیر حج تھے، جامعہ اسلامیہ کے رئیس الشیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ تھے، وہ سعودی عرب کے مفتی اعظم بھی تھے، آنکھوں سے نابینا تھے، میرے استاد تھے، انہوں نے ہمیں دعوت دی، ہم ان کے پاس گئے، اس وقت بہت بوڑھے اور کمزور تھے، میرے ساتھیوں نے کہا " کہ آپ بات کریں "، میں نے افغانستان کے اسلامی نظام اور وہاں کے اربابِ اقتدار طالبان کے حالات اور قصے سنائے، " کہ طالبان نے اقامت صلوٰۃ کا قانون نافذ کیا ہے، نماز کے وقت کوئی دکاندار دکان نہیں کھول سکتا، زکوٰۃ کے بارے میں باقاعدہ پوچھ گچھ ہوتی ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے ایک علیحدہ شعبہ ہے جن کا کام دن رات اپنی یہی ذمہ داری نبھانی ہے، اسی طرح بہت سے حالات جب میں نے سنائے، تو شیخ عبدالعزیز ابن بازؒ رو پڑے اور بہت زیادہ روئے اور فرمایا " طالبان کی حکومت "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ" کی مصداق ہے"

سرحد (صوبہ خیبر پختونخوا) میں بھی اب علماء کی حکومت ہے، ان لوگوں سے جب میری ملاقات ہوتی ہے تو ان کو بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اقامت صلوٰۃ کا سلسلہ جاری رکھیں

] میں نے محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور قاضی حسین احمد صاحب کو چار باتوں کے بارے میں کہا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صوبہ سرحد میں علماءِ اسلام کی حکومت ہے' اب سب سے پہلے آپ نمازوں کے بارے میں آرڈر جاری کریں۔ سکولوں' کالجوں کو دریاں مصلے' لوٹے حکومت مہیا کرے' تمام نمازوں میں اگر نہ ہوسکے تو کم از کم نمازِ ظہر میں یہ پابندی ہوسکتی ہے' کہ کارخانوں میں' سکولوں' کالجوں' بازاروں میں سب لوگ نماز ظہر میں حاضر ہوں۔ جو نماز میں شریک نہ ہو اس کو جرمانہ یا ایک دن جیل میں بند کریں' جیسا کہ سعودی عرب میں ہے۔

دوسری بات' صوبہ سرحد میں تمام بسوں میں ٹی وی اور فحش گانے بجانے بند کئے جائیں۔ حکومت ڈرائیوروں کو تلاوت' حمد باری تعالیٰ' نعت مصطفیٰ ﷺ کی کیسٹیں دے دیا کریں تاکہ تمام سرحد میں تلاوت کی مقدس آوازوں سے برکتیں نازل ہوں۔ اس سے دوسرے صوبہ والے بھی سبق حاصل کرینگے اپنی اپنی جگہ بسوں میں گانے بجانے بند کریں گے۔

تیسری بات جمیعت اور جماعت اسلامی کے علماءِ کرام جمعہ کے دن مختلف جامع مسجدوں میں وعظ ونصیحت کیا کریں۔ فقیہ العصر حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جب وزیراعلیٰ تھے وہ ہر جمعہ کسی بڑی مسجد میں تقریر فرماتے اور جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھاتے' اکثر اپنے مواعظ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور امیر المنین عمر بن عبدالعزیز کے عدل

وانصاف کے واقعات بیان کرتے' لوگ جمعہ کی نماز کے بعد اپنی درخواستیں بھی حضرت مفتی صاحب کو دے دیا کرتے تھے' اور کہتے تھے ہمیں ایسے وزراء چاہئیں جو ہمیں قرآن وحدیث کی تعلیم بھی دیا کریں۔ اور مسجد میں ہماری درخواستیں بھی لے لیتے ہیں۔

چوتھی بات' مہینہ بیس دن کے بعد ایک اجلاس منعقد کریں' جس میں اسلامی اقدار و روایات' عدل وانصاف کے تذکرے ہوں' اس سے لوگوں میں مذہب اسلام کے ساتھ کمال رغبت پیدا ہوگی۔]

مریدانِ سوات باباجی

امم سابقہ کے بعض لوگ پیغمبروں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے، کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے، بیویاں نہیں رکھیں گے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِ۔ اور انہوں نے کہا کہ اس پیغمبر کو کیا ہوا ہے، جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا ہے۔

یہی عقیدہ آج کل کے بعض مریدوں کا بھی ہے جو اپنے پیروں کو بہت سی چیزوں سے پاک سمجھتے ہیں، کہ پیر کھانا نہیں کھائے گا اور نہ ہی جماع کرے گا۔ سوات باباجی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، تو ایک مرید نے دوسرے سے کہا کہ مبارک ہو کہ باباجی کا بیٹا پیدا ہوا ہے دوسرے نے کہا کہ جب باباجی بیوی سے جماع کرتا ہے۔ تو یہ کس چیز کا پیر ہے۔ بعد میں دوسرے نے سمجھایا، کہ اللہ کے بندے پیری اور جماع میں منافات نہیں ہے۔ کھانا پینا، سونا، چلنا، پھرنا، اور بیوی رکھنا بشری تقاضے ہیں ان تقاضوں کی ہر انسان کو ضرورت ہے۔ چاہے وہ ولی ہو یا پیغمبر۔

یہ ترک دین ہے کہ دین؟

دین میں غلو نہیں کرنا چاہیے، پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ دین میں غلو اور تشدد کرتے تھے، اس لئے وہ افراط وتفریط کے شکار ہوئے، کسی نے کہا، ''عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے،'' کسی نے کہا، ''عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے'' نعوذ باللہ، قرآن نے اہل کتاب کو بھی تنبیہ دی ہے کہ دین میں غلو نہ کریں، فرماتے ہیں یَـا اَهْـلَ الْـكِتَـابِ لَاتَغْلُوْافِیْ دِیْنِكُمْ ''اے اہل کتاب، مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں''

اسلام نے ہمیں اعتدال کا راستہ تھامنے کی تاکید کی ہے، لیکن پھر بھی اکثر لوگ ان اصولوں سے ہٹ کر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ تقاریر میں غلط قصوں کو بیان کرتے ہیں، ایک مقرر نے بیان کرتے ہوئے کہا، کہ ایک بوڑھی عورت کا بیٹا فوت ہوا، وہ پیران پیر عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس آئی، اور کہنے لگی ''میرے بیٹے کو زندہ کرو'' وہ اس مردہ کے پاس آئے، اور کہا، ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ'' (اللہ کے حکم سے اٹھو) وہ مردہ نہیں اٹھا، پھر دوبارہ کہا ''قُمْ بِـاِذْنِ اللّٰهِ'' (اللہ کے حکم سے اٹھو) وہ مردہ نہیں اٹھا۔ پھر اس کو ایک لات ماری اور کہا قم باذنی میرے حکم سے اٹھ جا وہ اٹھ گیا [یہ کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے]

اسی طرح کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام اور پیغمبر علیہ السلام جب معراج کی رات آسمانوں پر چڑھے، تو جس مقام پر جبرائیل علیہ السلام پیچھے رہ گئے، اور پیغمبر علیہ السلام آگے جا رہے تھے تو جا نہیں سکتے تھے، پیرانِ پیر عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا ہاتھ ان کے پاؤں کے نیچے رکھا، اور فرمایا ''اس پر کھڑے ہو جاؤ اور چڑھو''۔

اس طرح کے واقعات بیان کرنا بالکل کفر ہے۔ یہ خرافات بیان کرنا دین نہیں

بلکہ ترکِ دین ہے یہ سب عقیدت میں غلو کی کارستانی ہی ہے یہ ساری خرابیاں تعظیم میں غلو اور اعجوبہ پسندی کی ذہنیت سے پیدا ہوئیں۔ کرامت حق ہے لیکن ایسی کرامت نہیں ہے، جس میں اللہ اور پیغمبر علیہ السلام کی توہین ہو،

افسوس کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں جانتے "وَمَا قَدَرُو اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" خالق اللہ، مالک اللہ، رازق اللہ، پھر بھی یہ لوگ کسی اور کی طرف اللہ کی نسبت کرتے ہیں، اللہ کی صفات مخلوق کو دیتے ہیں ان غلط واقعات کے بجائے اگر یہ حضرات مسئلہ توحید بیان کرتے تو کتنی اچھی بات ہوتی۔ مولانا حسین علیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اور ہمارے دیگر مشائخ کرام اور علماء اسلام قرآن و حدیث کو بیان کرتے رہے اور غلط من گھڑت قصے افسانے بیان نہیں کرتے تھے' صرف لا إله إلا الله پر تقریر کرتے تھے۔

عرب کا شہزادہ......مجاہد یا دہشت گرد؟

اسامہ بن لادن اس دور کے عظیم مجاہد ہیں۔ ان کی پیدائش مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی فضاؤں میں ہوئی۔ ان کی علمی تربیت مسجد نبوی میں ہوئی۔ افغانستان کے جہاد میں اسامہ بن لادن جوانی میں شریک ہوئے۔ جب روس کے خلاف مجاہدین افغانستان میں برسرِ پیکار تھے، تو انھوں نے جلال آباد، تورہ بورہ، اور دیگر متعدد پہاڑوں میں ٹریکٹروں سے راستے بنائے۔ تمام عرب جوانوں میں جہاد کے مشاعر و احساسات پیدا کیے۔ وہ جب روس کے خلاف جہاد میں شریک تھے، تو دنیا کی نظر میں وہ مجاہد تھے۔ لیکن جب وہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ دہشت گرد ہو گئے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ کسی کو مجاہد یا دہشت گرد کہنے کا اختیار بھی امریکہ کے پاس ہے۔ کل جب بھی مجاہدین روس کے خلاف جہاد کر رہے تھے تو یہ مجاہدین تھے، آج جب امریکہ کی باری آئی تو وہی مجاہدین دہشت گرد ہو گئے۔

علماء کی نرمی، دانشمندی کی علامت

تبلیغی جماعت ایک کامیاب جماعت ہے، اوران کی کامیابی کا راز یہی ہے کہ یہ لوگ سختی نہیں کرتے، بلکہ نرم مزاجی سے کام لیتے ہیں، لوگوں سے پیار ومحبت کرتے ہیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے نرمی اور پیار ومحبت بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ پیغمبر علیہ السلام کوفرماتے ہیں: "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" (سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے، جوتو نرم دل مل گیا ان کو، اور اگر تو ہوتا تندخو، سخت دل تو متفرق ہوجاتے تیرے پاس سے) پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں "بُعِثْتُ مُعَلِّماً مُيَسِّراً" (میں ہر معاملہ میں آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔)

میں طلبہ کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ جب آپ یہاں سے فارغ ہوجائیں اور کہیں بھی آپ امامت، خطابت یا درس وتدریس کریں تو لوگوں کے ساتھ نرمی کریں، وہ خود بخود آکر آپ کے قدموں میں بیٹھ جائیں گے، اگر آپ یہاں سے نکل کر کسی پر مشرک اور کسی پر کافر کا فتویٰ لگانا شروع کریں، تو یہ لوگ بگڑ جائیں گے اور آپ سے متنفر ہوں گے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "کسی مستند عالم دین کی طرف سے نرمی کا فتویٰ حکمت، ودانشمندی کی علامت ہے" تشدد اور سختی کرنا تو ہر کوئی جانتا ہے، شرک ،کفر اور حرام کے الفاظ تو ہر ایک کہہ سکتا ہے حکمت اور دانشمندی یہ ہے کہ شریعت کے مطابق کوئی آسانی کی راہ نکالی جائے۔ لوگوں کو پیار ومحبت اور نرم لہجے سے سمجھایا جائے اگر دین کی تبلیغ اور دعوت میں یہی طریقہ کار اپنایا جائے، تو انشاء اللہ بہت مفید اور کارآمد ہوگا۔

☆☆☆

کتے سے بچاؤ کا مجرب نسخہ

جب آپ کو کتے کا خطرہ ہو، تاکہ آپ کو نہ کاٹے تو یہ آیت پڑھیں "وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ" اگر آپ یہ آیت پڑھیں تو کتا کوئی تکلیف آپ کو نہیں پہنچا سکتا اور یہ ہمارا تجربہ ہے۔

میں اصحاب کہف کا غار دیکھنے کے لئے عمان گیا تھا، اصحاب کہف کے غار کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ عمان کے قریب قریہ رجیب میں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ اردن کے ایک جید عالم دین رفیق وفا الدجانی نے کتاب لکھی ہے "اكتشاف الكهف لأهل الكهف" اردن کے ایک اور عالم محمد تیسیر ظبیان نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے، ان دونوں حضرات نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اصحاب کہف کا غار یہی ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ بھی اس طرف مائل ہیں۔

جب میں وہاں گیا تو بہت زیادہ سردی تھی برف پڑی ہوئی تھی میں جب غار کے دھانے تک گیا تو وہاں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ اسی اثنا میں ایک طاقتور کتا بھونکتا ہوا میری طرف آرہا تھا، جب میں نے دیکھا کہ کتا وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے دوڑ رہا ہے تو میں نے دل میں کہا کہ آپ کا باپ (اصحاب کہف کا کتا) یہاں پڑا ہے تم مجھے کیسے کاٹو گے، اور یہ آیت تلاوت کی "وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ" جوں ہی میں نے یہ آیت تلاوت کی، کتا یک دم رک گیا اور آگے ایک قدم بھی بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔

اصحاب کہف کے غار سے متعلق ایک قول ترسوس کا بھی ہے جو ترکی میں واقع ہے۔ میں وہاں بھی گیا ہوں اور خود دیکھ کر مشاہدہ کیا ہے۔ اصحاب کہف کے غار کے متعلق علماء مفسرین کے بہت اقوال ہیں لیکن یہ دو زیادہ قوی ہیں (ترسوس اور عمان) ان دونوں میں سے کوئی ایک غار اصحاب کہف کا غار ہے۔

ٹیلی ویژن سے قرآن کی نشر واشاعت

جب ہم نے عراق اور دیگر عرب ممالک کا سفر کیا تو وہاں کے لوگ ہمارے سامنے ٹیلی ویژن لگاتے، اور اس کے ذریعے ہمیں اپنے مشائخ اور علماء کی تقاریر سناتے تھے، ہم بغداد میں ایک دوست کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اس نے ٹیلی ویژن لگایا، ایک مشہور عالم سکرین پر نظر آنے لگا، اس نے رمضان کے فضائل وبرکات پر مفصل بیان شروع کیا، دوران تقریر شراب کی مذمت اور شرعی، سماجی اور اقتصادی لحاظ سے اس کی خرابیاں بیان کیں، ایک ڈاکٹر کے حوالے سے مدلل طور پر شراب نوشی کے مضرات بیان کئے۔

یہاں یہ دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی کہ اس کے ذریعے قرآن وحدیث کی کچھ اشاعت ہو رہی ہے، لوگ ٹیلی ویژن کو دیکھ کر کچھ سیکھیں گے، قرآن وسنت اور دینی مسائل سے خبردار ہوں گے۔

اس موقعہ پر مجھے پاکستانی ٹیلی ویژن کے پروگراموں پر افسوس ہوا کہ ان میں دن رات گانے بجانے اور موسیقی ہوتی ہے، کاش! کہ ہمارے پاکستان میں بھی اس ٹیلی ویژن کو دین کی اشاعت کے لئے استعمال کیا جائے۔ تاکہ لوگ اس سے مسائل سیکھیں اور قرآن وسنت کی تشریحات سنیں۔

تبرکاتِ صحابہؓ ایک تاریخی ورثہ

تبرکاتِ صحابہؓ ہمارا تاریخی ورثہ ہے، احادیث میں جن چیزوں اور جن مقامات کا ذکر ہے وہ اکثر سعودی عرب میں موجود تھے لیکن اب آہستہ آہستہ ناپید ہورہے ہیں۔ آج کے سبق میں سعد بن ابی وقاصؓ کے قوس کا جو ذکر ہے (بخاری جلد ثانی) یہ قوس میں نے دیکھا ہے۔

جب میں پہلی دفعہ گیا تو یہ قوس باب جبرئیل سے جو راستہ جنت البقیع کی طرف گیا ہے اسی تنگ راستہ میں ایک مکان میں پڑا تھا، اُحد میں بہت بڑی چٹان ہے، علماء لکھتے ہیں کہ یہی چٹان تھی جس کے پیچھے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرماتے "ارم یا سعد فداك ابی وامی فداك ابی وامی" (اے سعد تیر اندازی کرو۔ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں)

صحابہ کرامؓ کے بہت سے تبرکات ہم نے دیکھیں ہیں لیکن آج وہ تبرکات بالکل ختم ہو رہے ہیں، مذہبی لحاظ سے اس کو باقی رکھنا چاہیے، اگر مذہبی لحاظ سے باقی نہیں رکھتے، تو کم از کم تاریخی لحاظ سے ان چیزوں کو محفوظ رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ تو پورے عالم اسلام کا تاریخی ورثہ ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی چھت اٹھائی گئی اور نئی تعمیر ہوگئی تو حاتم اصمؒ روتے ہوئے فرماتے تھے "اية مدينة هذه " (یہ کونسا شہر ہے) یہ چھت کیوں بدل دی اگر اس کو اپنے حال پر چھوڑتے تو اس کا الگ حسن ہوتا" اگر یہی بزرگ آج ہوتے اور یہ حالت دیکھتے کہ وہ تاریخی علامات مٹ رہی ہیں تو پتہ نہیں کہ وہ کیا تاثرات بیان فرماتے۔

شیروں کا یہ مسکن ہے عقابوں کا نشیمن

دارالعلوم حقانیہ اس تاریخی جگہ پر واقع ہے، جہاں پر مجاہدین اسلام کے کارواں جن کے سرخیل سیدین شہیدین حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سکھوں اور طاغوتی قوتوں کے خلاف کامیاب جہادی معرکہ سرکر کے گزرے۔

یہی اثر ہے کہ آج الحمد للہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ سے میدان جہاد میں بھی خدمت لے رہا ہے۔ افغان مجاہدین میں ایک بڑی تعداد فضلاء حقانیہ کی مصروف جہاد ہے، تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ پاکستان اور افغانستان میں کوئی دینی ادارہ اس بابت میں دارالعلوم حقانیہ کا ہم پلہ نہیں ہے، افغان مجاہدین کے عظیم جرنیل اور کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی (حفظہ اللہ) بھی اسی جامعہ کے فاضل ہیں، مرد قلندر مولانا جلال الدین حقانی وہ گوریلا کمانڈر ہے جس نے روسی افواج کی مسلح یلغاروں کو بار بار عبرتناک شکست سے دوچار کیا، اور آج امریکہ اور ان کے اتحادیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اعدائے اسلام امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے پنجہ آزما ہیں اور امت مسلمہ کا بھولا ہوا سبق یاد دلا رہے ہیں۔ ان ہی قربانیوں کی وجہ سے افغانستان کی سرزمین پر خلافت راشدہ کے طرز پر اسلامی حکومت قائم ہوئی، لیکن عالم کفر کو یہ نظام کب برداشت تھا، انہوں نے اس پاک اور شرعی نظام کا خاتمہ کیا، انشاء اللہ مجاہدین کا خون رائیگاں نہیں جائے گا اور اس سرزمین پر اللہ کا نظام قائم ہوگا، ہماری تمنا ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ایک بار پھر اسی طرح اپنی آنکھوں سے یہی شرعی نظام دیکھیں۔

دارالعلوم حقانیہ ایک عظیم علمی اور جہادی مرکز ہے یہی وجہ ہے کہ یہ علمی درسگاہ

امریکہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے اور اس کی خلاف مکروہ سازشیں کر رہے ہیں، لیکن انشاء اللہ یہی سازشیں نیست و نابود ہوں گی۔

دار العلوم حقانیہ تو مغربی دنیا کی توجہ کا مرکز ہے، روزانہ وہاں کے صحافی آ کر دیکھتے ہیں کہ یہاں ان کے پاس بم ہے؟ ٹینک ہے؟ اور یا کوئی اور اسلحہ ہے؟ وہ بہت خوف زدہ ہیں، لیکن جب یہاں آ کر دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ یہاں تو تعلیم و تعلم کے علاوہ کوئی اور مشغلہ ہے ہی نہیں۔

یک حرف خواندہ یم و بصد نوشتہ ایم

جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور اس کو بیٹا دے گا چاہے وہ ولی ہو، پیر ہو، قبر والا ہو یا فرشتہ ہو، یہ شرک ہے۔ قرآن مجید میں صاف اور صریح بیان ہے، "یَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا" (جس کو چاہے بیٹی دیتا ہے، جس کو چاہے بیٹا اور جس کو چاہے بیٹا اور بیٹی اور جس کو چاہے بانجھ کر دیتا ہے)

بعض لوگ تو عالم ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اس طرح کے شرک کے عقائد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ افغانستان کے صوبہ غزنی میں گورنر ہمارے ایک فاضل تھے، میں ان کے پاس گیا وہاں ایک منطقی مولوی صاحب تھا، انہوں نے ایسا غوجی اور میر ایسا غوجی پر حواشی لکھے ہیں، ان کا یہ عقیدہ تھا کہ "فرشتہ بیٹا یا بیٹی دے سکتا ہے" اور ہمارے سامنے انہوں نے برملا اس شرکی عقیدے کا اعتراف کیا۔ میں نے کہا "خدا کے بندے! بیٹا یا بیٹی نہ پیغمبر دے سکتا ہے اور نہ فرشتہ، اور نہ اس میں انبیاء، اولیاء اور فرشتوں کی حقارت ہے کہ وہ یہ کام

نہیں کر سکتے کیونکہ یہ تو اللہ وحدہ لاشریک کی صفت ہے" اس عالم نے مجھے کہا، "کہ قرآن میں جو ہے "لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا" دیکھیں جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہ السلام کو کیا فرماتے ہیں آپ کو ایک پاک لڑکا دے جاؤں" میں نے کہا، "منطق آپ نے پڑھی ہے لیکن قرآن نہیں پڑھا، سیاق وسباق کو دیکھتے ہو یا ویسے ہی مسائل نکالتے ہو، اس سے پہلے حضرت مریم علیہا السلام فرماتی ہیں "قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلَامٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا" (بولی کہاں سے ہوگا میرا لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار کبھی نہیں تھی) تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، "كذالك قال ربك" (یونہی ہے فرمادیا تیرے رب نے) اب دیکھیں، بیٹا کس نے دیا، فرشتے نے یا اللہ تعالیٰ نے؟ فرشتہ تو قاصد ہے اور حکم اللہ کا ہے "فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ۔

اسلام کی تعلیم ہے توحید سے لبریز

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "پنجاب میں قرآن کا درس سب سے پہلے مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے شروع کیا" مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے بعد میں نے درس قرآن شروع کیا ہے، آپؒ تمام قرآن مجید کا ترجمہ نہیں پڑھاتے تھے، چند سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے، پھر میرے پاس بھیجتے اور ساتھ ہی ایک خط دیتے، کہ "اس طالب علم کو میں نے فلاں فلاں سورت کا ترجمہ اور تفسیر پڑھائی ہے، اب آپ اس کے علاوہ باقی سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر پڑھائیں" کتبہ لاشیٔ حسین علی

آپؒ سب سے پہلے توحید کا مسئلہ بیان کرتے، اس کے بعد ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے، تمام علماء کو چاہیے کہ وہ پہلے توحید کا مسئلہ بیان کریں، جہاں بھی موقع ملے، کیونکہ

اسلام کی تعلیمات تو توحید سے لبریز ہیں، جو علماء اور ائمہ توحید کا مسئلہ بیان نہیں کرتے، ان کے مقتدی بدعات اور شرکیات میں مبتلا ہوتے ہیں۔

علامہ لاہوریؒ یہ بھی فرماتے کہ ''مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا درخواستی صاحب دونوں بعد میں آئے ہیں، میں دونوں کی عزت کرتا ہوں، دونوں عالم ہیں اور دین کی خدمت کر رہے ہیں، البتہ لاہور ترجمے کا دھڑ ہے اور یہ دونوں (شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، اور حافظ الحدیث علامہ عبداللہ درخواستیؒ) میرے پر ہیں۔[فرماتے تھے' شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ اگرچہ مجھے ایک مسئلہ میں اختلاف ہے' مگر میں دل سے اس کا احترام کرتا ہوں' کیونکہ اس نے توحید کا مسئلہ کھل کر فرزندانِ اسلام کو سمجھایا ہے' وہ ان کا حق ہے' اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماوے]

مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی مسئلہ توحید پر بہت زور دیتے تھے، بدعات اور رسومات کی سخت تردید کرتے اور کسی کی پروا کئے بغیر حق بات کی تائید کرتے اور یہ علماء حق کی نشانی ہوتی ہے، کہ وہ حق بات بیان کرنے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ صرف لا الہ الا اللہ پر تقریر کرتے تو مسئلہ توحید خوب کھل کر بیان فرماتے۔

ان علماء کرام سے ہماری گزارش ہے، جن کی زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں وہ حق بات بیان کرنے سے ہچکچاتے ہیں، لوگوں کے ڈر کی وجہ سے مسائل چھپاتے ہیں کہ آگے بڑھیں اور علی الاعلان مسئلہ توحید بیان کریں، جو حق بات ہو اس کا اظہار کریں اور رسومات، بدعات و شرکیات کا قلع قمع کریں، ورنہ ہم کل اللہ کے حضور میں کیا جواب دیں گے''؟

☆ ☆ ☆

حضرت درخواستیؒ کے لائق رشک علم

حافظ الحدیث علامہ عبداللہ درخواستیؒ ایک عظیم محدث، محقق عالم اور مخلص داعی و مبلغ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا حافظہ دیا تھا، ہزاروں احادیث آپکو سند اور متن کیساتھ یاد تھیں، میں جس وقت مدینہ منورہ میں تھا، اس وقت آپ وہاں تشریف لائے، میں نے حضرت سے درخواست کی کہ "آپ یہاں مسجد نبوی میں احادیث کا درس دیں" چنانچہ آپ نے نماز عشاء کے بعد باب الرحمۃ کے سامنے اندرونی میدان میں احادیث مبارکہ کا درس شروع کیا، حضرتؒ کے درس میں عرب علماء بھی حاضر ہوتے، بالخصوص جامعہ اسلامیہ کے امین العام شیخ عمر فلاتہ، جنہوں نے چالیس سال تک روضہ مبارکہ کے ساتھ موطا امام مالک پڑھائی تھی، انہوں نے نہایت توجہ اور غور سے آپ کا درس سنا تو بے اختیار بول اٹھے:

وَاللّٰهِ رَأَيْنَا فِي الْكُتُبِ وَسَمِعْنَا مِنَ الْمَشَائِخِ أَنَّ السَّلَفَ كَانُوا
يَسْرِدُونَ الْأَحَادِيثَ سَنَداً وَمَتْناً وَرَأَيْنَا هٰذَا الشَّيْخَ

"اللہ کی قسم! ہم نے کتابوں میں دیکھا تھا، اور مشائخ سے سنا تھا کہ
سلفِ صالحین احادیث کو سند اور متن کیساتھ ازبر سنایا کرتے تھے،
اور آج ہم نے اس شیخ کو آنکھوں سے دیکھ لیا"

اللہ اکبر کیسے لوگ تھے، جن کے علم پر عجم کیا عرب بھی رشک کرتے تھے اور جن کی علمی رفعتوں کا عرب کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ معترف ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج بعض لوگوں نے اُن کو بھی معاف نہیں کیا اور ان کے خلاف زبان درازی کر رہے ہیں، نکلے

لوگوں کا حضرت پر اعتراضات کرنا ان کی کاملیت کی علامت ہے شاعر نے خوب کہا ہے۔

وَإِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ

فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلٌ

"جب تمہارے پاس میری کسی کوتاہی کی مذمت آجائے تو یہ اس بات کی سند ہے کہ میں کامل ہوں"

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں مدرسہ علوم شرعیہ میں مقیم تھے [جو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بھائی کا مدرسہ تھا] پاک وہند اور دیگر اوطان سے آئے ہوئے علماء کرام مسجد نبوی میں عصر کی نماز پڑھ کر آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تھے۔

میں نے بڑے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کے سامنے فرش پر تشریف فرما ہوتے تھے، اور حضرت شیخ الحدیثؒ چارپائی پر جلوہ افروز ہوتے، ان بزرگ علماء ومشائخ میں، میں نے صرف حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ ان کو چارپائی پر جلوہ افروز ہونے کا اعزاز واکرام فرماتے، اس سے حافظ الحدیثؒ کے عظیم مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔

قدر زر زرگر شناسد قدر جوہر جوہری

قدرِ گل بلبل شناسد قدر دلدل شاہ علی

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ مسلسل احادیث نبویہ بیان فرماتے تھے اور شیخ الحدیثؒ پورے وجد کی حالت میں سنتے رہتے تھے........

کیسے کیسے لوگ تھے کہ پنہاں ہو گئے

یہ گھر جو بہہ رہا کہیں تیرا گھر نہ ہو

بغداد میں میری ملاقات شیخ عبدالکریم آبیارہ الکردی صاحب سے ہوئی، کافی دیر تک ان کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی، میں نے ان سے امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بارے میں پوچھا، کہ "وہ کہاں ہے؟ کیونکہ وہ ائمہ اربعہ میں سے ایک جلیل القدر امام تھے" دین کی خاطر انہوں نے بہت زیادہ تکالیف برداشت کی ہیں بادشاہ وقت نے مسئلہ خلق قران پر انہیں کوڑے مارے تا کہ وہ اس مسئلے سے پھر جائے لیکن امام احمدؒ بادشاہ وقت کے سامنے سیسہ پھیلائی ہوئی دیوار بنے تھے۔

اس عظیم مجاہد اور مجتہد کے روضے کے بارے میں جب میں نے پوچھا" تو حضرت شیخ صاحب نے المناک لہجہ میں جواب دیا، کہ "۱۳۵۰ھ میں میں اپنے استاذ کے ہمراہ زیارت کرنے کے لئے گیا، تو ان کا روضہ دریائے دجلہ کے کنارہ پر بوسیدہ حالت میں تھا، انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا، کہ "یا تو اس کے نیچے مضبوط دیوار بنائیں یا اسے کسی دوسری جگہ محفوظ طریقے سے منتقل کریں" مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ دی اور انتہائی افسوس ہے کہ دجلہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے ان کا روضہ دریا میں بہہ گیا" افسوس کہ ہم مسلمان یہ جانتے کہ دجلہ میں جو روضہ بہہ رہا ہے یہ کس کا روضہ ہے؟

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

جو لوگ وہاں رہ رہے ہیں ان کو یہ پتہ نہیں کہ وہ کون تھے؟ ان کا کیا مقام تھا؟ یہ وہ ہستی تھی جن کے بارے میں امام شافعیؒ جب بغداد سے جارہے تھے تو فرمایا تھا،

ماترکت فی بغداد أفقه من احمد بن حنبل

''میں نے بغداد میں امام احمد بن حنبلؒ سے زیادہ فقیہ نہیں چھوڑا''

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے استاد تھے انہوں نے اپنے شاگرد کے بارے میں جو تاثرات بیان فرمائے اس سے امام احمد بن حنبلؒ کے بلند مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے جب امام احمد بن حنبل کا جنازہ بغداد کے سڑکوں سے گزر رہا تھا تو اس دن بیس ہزار غیر مسلم اس جنازے کو دیکھ کر مسلمان ہوئے جب کہ آج اسی ہستی کی نعش دجلہ میں بہہ گئی لیکن کسی نے اس کو محفوظ کرنے کی زحمت نہیں کی۔

اسرائیلی روایات

ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں، ہمارے معاشرے میں ان کے بارے میں بہت زیادہ اسرائیلی روایات مشہور ہیں، بعض قصہ گو مقررین اور خطباء سریلی آوازوں میں کہتے ہیں کہ ''حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے تھے، جب وہ کیڑے زمین پر گرتے، تو خود اٹھاتے اور اس جگہ پر رکھ دیتے، جہاں سے گرے تھے اور اس سے بدبو آتی تھی (نعوذ باللہ) پیغمبر پر اس طرح کی بیماری نہیں آتی، جس سے لوگ نفرت کریں، قرآن نے یہ بیان نہیں کیا، پیغمبر علیہ السلام نے بیان نہیں کیا اور یہ قصہ گو اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں۔

واقعات کے نقل کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیں، چاہے وہ انبیاء کے واقعات ہوں، یا صحابہ کرامؓ کے، بالخصوص اسرائیلی روایات کو نقل نہ کریں، اسرائیلی روایات میں عجیب عجیب قصے ہیں ان سے محتاط رہیں۔

علماء کیلئے عربی بول چال کی ضرورت

علماء کرام اور مشائخ کیلئے بہت ضروری ہے کہ وہ عربی میں تکلم کرنے پر قادر ہوں، ہم مدارس میں عربی کتابوں کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، ہمارے فضلاء جب یہاں سے نکلتے ہیں تو وہ کتاب پڑھا سکتے ہیں، لیکن تکلم نہیں کر سکتے، اس لئے علماء کے لئے ضروری ہے کہ وہ عربی تکلم میں مہارت پیدا کریں، ہم نے ایسے عجمی علماء دیکھیں ہیں کہ جب وہ عرب لوگوں کے ساتھ بات کرتے، تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ عجم ہیں یا عرب، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ خادم الحرمین شاہ خالد بن عبدالعزیز کی دعوت پر سعودی تشریف لائے، [جب مدینہ منورہ سے خادم الحرمین کی ملاقات کے لئے جارہے تھے' مجھے فرمانے لگے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ جائیں' حضرت کے ساتھ محترم قاری سعید الرحمٰن صاحب اور تین چار اور حضرات بھی شریک سفر تھے] بادشاہ کے مندوب نے آکر مفتی صاحب سے پوچھا، کہ "کیا ترجمان کی ضرورت ہے؟" حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا، "نہیں میں فصاحت کے ساتھ عربی میں بات کر سکتا ہوں" چنانچہ جب شاہ خالد آئے، اور مفتی صاحب نے مختلف موضوعات پر ان کے ساتھ عربی میں جو بات چیت کی، تو خادم الحرمین شاہ خالد ان سے بہت متاثر ہوئے، اور بار بار ہر بات پر ان کا شکریہ ادا کرتے، جب مفتی صاحب واپس ہوئے تو خادم الحرمین شاہ خالد بن عبدالعزیز باہر تک خود رخصت کرنے کے لئے آئے۔........

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عذاب قبر حق ہے

عذاب قبر حق ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیتوں سے عذاب قبر ثابت ہے ارشاد ربانی ہے

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ' (سورہ المومن : ۴۶)

" وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں ان کو صبح وشام اور جس دن قیامت ہوگی تو حکم ہوگا داخل کرو فرعونیوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔ "

اس آیت میں فرعونیوں کا عالم برزخ میں معذب ہونا ثابت ہے اسی طرح جملہ کفار اور عصاۃ مومنین بھی برزخ میں معذب ہوتے ہیں۔ کما ورد فی الاحادیث الصحیحہ، احادیث عذاب قبر شہرت بلکہ تواتر تک پہنچ گئیں ہیں، اس زمانے میں بھی بعض لوگ انکار کرتے ہیں کہ عذاب قبر نہیں ہے حالانکہ عذاب قبر سے انکار صراحتاً کفر اور جہالت ہے۔

اللہ تعالیٰ بعض اوقات حکمت وموعظت کیلئے دنیا والوں کو بھی دکھاتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ انور صاحب فرماتے تھے، کہ "سندھ میں ایک اندھا بھکاری تھا، وہ لوگوں سے سوال کرتا رہا اور خود قبرستان میں رہتا تھا،

[تمام دن بھیک جمع کرکے رات گزارنے کے لئے مقبرہ میں چلا جاتا' ایک آدمی نے رات کو جا کر وہ قبر معلوم کی جس میں یہ اندھا رات گزارتا تھا۔ صبح کو جب اندھا بھیک مانگنے کیلئے بازار میں اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گیا تو یہ آدمی قبرستان چلا گیا اور اس بوسیدہ قبر میں اس اندھے نے قبر سے مٹی نکالی تھی]

اور اس میں اس نے تین چار گھڑے ایک دوسرے کے اوپر رکھ لئے تھے، پہلے اوپر والے میں مٹی دوسرے میں ریت، تیسرے میں کنکریاں، چوتھے میں مال و دولت، اس بھکاری کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی آ جائے تو پہلے اس مٹی اور ریت والے کو دیکھ کر تیسرے اور چوتھے گھڑے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں آئے گی، وہ آدمی دولت سے بھرے ہوئے گھڑے کو لے گیا، جب بھکاری رات کو گیا اور دولت والے گھڑے کو غائب پایا تو غم سے بالکل پاگل ہو گیا، اس سے پہلے گلی کوچوں میں آواز لگاتا تھا کہ ''خیر خیرات دے دیں'' اور اس کے بعد آواز لگانے لگا، ''ہائے میری دنیا لٹ گئی'' اس آدمی نے پکڑا جو پیسے لے گیا تھا کہ ''بھائی کیا بات ہے؟ آپ تو آج دوسرے طریقے سے بھیک مانگ رہے ہیں۔'' اس اندھے نے اس آدمی کو پکڑا، کہ ''آپ نے میرے پیسے لئے ہیں'' کیونکہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا کہ آپ نے مانگنے کی آواز تبدیل کر دی ہے' آپ ہی نے میری دولت چرائی ہے۔'' اس نے کہا ''پیسے تو میں نے لئے ہیں اور میں نے صرف امتحان کے لئے ہیں، چوری کی غرض سے نہیں لئے'' لیجئے آپ کی دولت' میں نے اس سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ لیکن وہ بھکاری اس صدمے کی وجہ سے فوت ہوا۔

اب لوگ یہ مشورہ کر رہے تھے کہ اس مال پر مسجد بنائی جائے یا صدقہ کریں ،تو اکثریت کی رائے یہ تھی، کہ ''یہ آدمی مال سے محبت کرتا تھا اور اس وجہ سے فوت ہوا، لہٰذا مال کو اس کے ساتھ دفن کیا جائے۔'' چنانچہ لوگوں نے مال کو اس کے ساتھ دفن کیا۔

اس علاقے میں ایک چور تھا اس نے سوچا کہ میں ہر روز گھروں میں جا کر چوری کرتا ہوں، تو اس کے بجائے یہ آسان طریقہ کیوں اختیار نہ کروں کہ اس قبر کو کھول دوں اور یہ پیسے لے آؤں، چنانچہ اس ارادے سے وہ گیا، قبر کو جب کھود لیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ

پیسے اس بھکاری کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں، اس چور نے ان پیسوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور جوں ہی ہاتھ بڑھایا تو ایک کرنٹ لگا اور بے ہوش ہو گیا، لوگ جب آئے اور یہ سارا ماجرا دیکھا تو یہ چور بے ہوش پڑا تھا، اس کو اٹھا کر ہسپتال لے گئے، جب ہوش میں آیا، تو انگلیاں جھلس گئی تھیں اور وہ اس میں جلن محسوس کر لیا تھا، ڈاکٹر نے کہا، کہ "ان انگلیوں کو تازندگی روزانہ دودھ میں ڈبو دیا کریں، اس سے آرام ہو گا ورنہ اس کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں" مولانا عبید اللہ انور صاحب فرماتے تھے کہ "اس چور کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کی جھلسی ہوئی انگلیوں کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے"

مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو بھی دکھاتے ہیں۔ دنیا والوں نے اگر حقیقی معنوں میں عذاب قبر دیکھا تو پھر ان کے لئے دینوی زندگی گزارنا مشکل ہو گا۔ مُردوں کے حالات پر مشتمل علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب "شرح الصدور فی کشف احوال الموتیٰ والقبور" کا جو آدمی مطالعہ کرتا ہے اس کو نیند بھی نہیں آتی، بہر حال عذاب قبر حق ہے۔ اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔

قانون انسداد بداخلاقی

جب آپ کسی کے گھر تشریف لے جائیں، تو آپ تین دفعہ کہیں "السلام علیکم أأدخل " میں آجاؤں؟ اگر اجازت مل جائے تو اندر جائیں، ورنہ واپس ہو جائیں، دیکھیں بخاری شریف، رشتہ داروں کے گھروں میں جانے کا یہی سنت طریقہ ہے۔ قرآن کا بھی یہی فیصلہ ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا

"اے ایمان والو! مت جایا کرو کسی گھر میں اپنے گھروں کے سوا'

جب تک بول چال نہ کرو اور سلام نہ کرو گھر والوں پر"

اپنے گھر میں بھی جب جاتے ہو، تو دروازہ کھٹکھٹائیں، کچھ کلمات پڑھیں تا کہ گھر والیوں کو اندازہ ہو جائے۔[اگر گھر میں اجنبی عورتیں آئی ہوئی ہوں تو وہ فوراً پردے میں ہو جائیں گی] ماشاء اللہ پٹھان جب کسی کے گھر جاتے ہیں اور دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اندر سے کوئی جواب نہیں سنتے تو پھر دروازے سے نہیں ہٹتے، دو دو گھنٹے راستے میں رہتے ہیں، جو لوگ راستے سے گزرتے ہوں گے، وہ دل میں کیا خیال کریں گے کہ یہ کس کام کیلئے کھڑا ہے؟ اور کیوں کھڑا ہے؟ دل میں مختلف شکوک وشبہات پیدا ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّھَمِ" (تہمت کی جگہوں سے بچیں) کسی کے پاس جانے اور ملاقات کے لیے اگر سنت طریقہ اختیار کیا جائے تو بداخلاقی کا انسداد ہوگا ورنہ بداخلاقی اور بے حیائی پھیلے گی۔

بعض طلبہ آدھی رات آتے ہیں اور ہمارا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، میں ان کیلئے دروازہ نہیں کھولتا کیونکہ یہ تو ملاقات کا وقت نہیں ہے استاد دن رات طلبہ کیلئے بیٹھا رہے گا اور ان سے ملاقات کرتا رہے گا؟ نہیں بلکہ ملاقات کا وقت ہے، اس وقت ملاقات کرنی چاہیے، طلبہ کرام جان لیں کہ آرام کے اوقات میں کسی کی ملاقات کے لئے نہیں جانا چاہیے۔

☆☆☆

کہنے کو ایک فرد حقیقت میں انجمن

امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ، مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بارے میں فرماتے تھے، کہ "اس شخص کے بارے میں ہم سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بہت زیادہ کام لے رہے ہیں۔ شخص تو ایک ہے، لیکن کام ایک جماعت اور انجمن کا کر رہا ہے،" واقعی حضرت طلبہ کو کتابیں پڑھاتے، وعظ و نصیحت اور تبلیغ کیلئے دور دراز کے سفر کرتے، خدام الدین کے لئے مضامین لکھتے، صبح نماز کے بعد درس قرآن دیتے، شعبان، رمضان اور شوال میں دورہ تفسیر پڑھاتے تھے۔

حضرت لاہوریؒ جیسی نحیف اور کمزور شخصیت کا اتنے کاموں کو اکیلئے سرانجام دینا حیرت کی بات ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے، چاہے وہ کمزور اور غریب کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ اس سے کام لیتا ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک ہزار سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ اور سینکڑوں علماء و مشائخ سے اللہ تعالیٰ نے اتنا کام لیا ہے کہ وہ جماعت نہیں کر سکتی۔ شاعر اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں.........

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ
أَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

"اللہ تعالیٰ کیلئے یہ مشکل نہیں کہ عالم کی صفات ایک آدمی میں جمع کرلے"

☆☆☆

مسائل سمجھنے کے لئے فقہی مہارت کی ضرورت

مسائل اور احکام شرعیہ سمجھنے کے لئے صرف حدیث جاننا یا یاد کر لینا کافی نہیں ہے، تفقہ فی الدین ضروری ہے، فقہاء قرآنی آیات اور احادیث کے معنی زیادہ جانتے ہیں، علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ فِی الْحَدِیْثِ دَقَائِقَ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا الْعُلَمَاءُ الْفُقَهَاءُ

"جان لو کہ حدیث میں بہت باریکیاں ہوتی ہیں جن کو صرف علمائے فقہاء جانتے ہیں"

امام ترمذی فرماتے ہیں:

وَکَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِی الْحَدِیْثِ

"اس طرح فقہاء نے کہا ہے، اور وہ حدیث کے معنی زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں"

امام اعمشؒ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فرمایا:

"یَا مَعْشَرَ الْفُقَهَا اَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّیَادِلَةُ

"اے فقہاء کے ٹولے! تم طبیب ہو اور ہم دوا فروش ہیں"

جو محدثین فقہ پر گہری نظر نہیں رکھتے ہیں، وہ بعض اوقات خطا ہوتے ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ حضرت امام خطابیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شیخ نے حدیث بیان کی کہ "نَهَی النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامَ عَنِ الْحِلَقِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ" اور اسکا مطلب یہ لیا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز نماز سے پہلے سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے، اور پھر فاتحانہ انداز میں فرمانے لگے کہ ”مذکورہ حدیث پر چالیس سال سے میرا عمل ہے“ امام خطابی نے ان سے فرمایا، کہ ”حضرت! یہ لفظ حَلْق (بفتح الحاء وسکون الام) نہیں بلکہ حِلَق (بکسر الحاء وفتح الام) ہے جو حلقہ کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر نہ بیٹھو اس سے نماز وخطبہ کی تیاری میں خلل پیدا ہوتا ہے“، یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے، ”سو آپ نے میرے لئے بڑی آسانی فرمادی“

ایک محدث استنجا کرنے کے بعد وتر پڑھتے تھے، ان سے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ ”حدیث میں وارد ہے کہ ”مَنِ اسْتَنْجىٰ فَلْيُوتِرْ“ جو استنجا کرے اس کو چاہیے کہ وتر پڑھے، اس حدیث پر میرا عمل ہے۔“ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ڈھیلے طاق (وتر) ہونے چاہئیں یعنی تین، پانچ، سات، یہ محدث سمجھا کہ استنجا کے بعد وتر پڑھنے کا حکم ہے۔

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ بعض محدثین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنا پانی دوسرے کی کھیتی میں سینچے نَهىٰ أَنْ يَسْقِيَ الرَّجُلُ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ“ تو ان کے شاگرد حاضرین وسامعین نے کہا، ”ہم تو اپنے باغات کا بچا پانی پڑوسیوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور اب ہم اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں، آئندہ ایسا نہیں کریں گے، چنانچہ اس حدیث کا مطلب نہ محدث صاحب سمجھے اور نہ شاگرد وسامع حالانکہ معنیٰ یہ ہے، کہ جہاد میں جو عورتیں قید کر لی جاتی ہیں، ان میں جو حاملہ ہوں، ان سے وضع حمل تک جماع نہ کیا جائے، یہ معنی کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

☆☆☆

اسلامی نظام امن کا ضامن

جس ملک، جس صوبے، جس علاقے میں اسلامی نظام اور شرعی قانون نافذ ہو، اس خطے میں امن، عدل وانصاف غیرت، حیاء اور تمام اسلامی امتیازات خود بخود آجاتے ہیں۔

افغانستان میں اسلامی حکومت کے دوران میں کمانڈر عبدالرحمٰن کے ساتھ چارہ سیاب سے سرخ دو طالب علموں کے جنازے کے لئے گیا، جنازے سے واپسی پر ایک طالب نے لوگر میں اشارہ کر کے ہماری گاڑی روکوائی، اور کہنے لگا، کہ ''قندہار سے کلاشنکوفیں آئی ہیں ہم نے دو گاڑیاں بھر لی ہیں، لیکن اب بھی کچھ باقی ہیں، آپ کی گاڑی میں پیچھے جگہ ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو انہیں پیچھے ڈال دیں'' کمانڈر نے اجازت دی، تقریباً ایک سو تیں (۱۳۰) کلاشنکوفیں انہوں نے ہماری گاڑی میں ڈال دیں۔

وہاں سے ہم روانہ ہوئے، راستے میں نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو میں نے کمانڈر سے کہا، کہ نمازِ ظہر کا وقت ہے، وہ ایک چشمے کے پاس رک گئے، وضو کیا، اور دور مسجد جانا تھا، میں نے کمانڈر سے کہا کہ اس گاڑی کے پاس کوئی طالب علم چھوڑ دو، کمانڈر نے کہا، کسی کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم دور مسجد میں گئے، نماز پڑھی، وہاں کے لوگوں نے چائے کے لئے ٹھہرایا، کافی دیر بعد جب ہم واپس آئے تو گاڑی اسی طرح سامان سمیت محفوظ تھی، کمانڈر نے کہا، کہ ''میں یہ یقینی بات آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ راستے پر گزرنے والوں نے گاڑی کی طرف دیکھا بھی نہیں ہوگا گر میں آپ کو اس پر قسم کھاؤں تو حانث نہیں ہونگا۔''

یہ ہے اسلامی نظام اور اس کی برکات، جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں، اگر پاکستان میں یہی نظام نافذ ہوا، تو یہاں بھی امن وامان ہوگا، چوری اور ڈاکے کا کوئی خطرہ نہ ہوگا، تمام فیصلے انصاف پر مبنی ہونگے، بہت کم وقت میں لوگوں کے مقدمات حل ہونگے، بے حیائی کا خاتمہ ہوگا، اور اگر یہی لارڈ میکالے والا نظام اور یہی انگریزی قانون ہو تو ان ہی مشکلات میں جکڑے رہیں گے۔

مولانا جلال الدین حقانی کی دور اندیشی

طالبان کی حکومت میں کابل میں مجھے لوگوں نے شکایت کی، کہ ”جب نماز کا وقت آتا ہے اور جو شخص کچھ تاخیر کرتا ہے تو طالبان اس کو کوڑوں سے مارتے ہیں، ان کو نصیحت کریں کہ لوگوں سے نرمی کریں“ میں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اجتماع میں تقریر کی اور طالبان کو نرمی کرنے کی تجویز دی، اسی اجتماع میں ایک صحافی نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ آپ ایک مضمون اس موضوع پر کچھ لکھ کر مجھے دے دیں، تا کہ میں اس کو اخبارات میں شائع کردوں۔

میں نے مضمون لکھا، اور اس میں طالبان سے نرمی کی تلقین کی، اس میں لکھا کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس علاقے میں صحابہ کرامؓ بھیجتے تو فرماتے ”یسروا ولا تعسروا“ لہذا آپ طالبان بھی آسانی پیدا کریں، سختی نہ کریں۔ رات کو ہم مولانا جلال الدین حقانی کے مہمان تھے، [وزیر اکبر خان میں ان کی رہائش گاہ تھی] یہی صحافی وہاں موجود تھا، مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ سے بھی یہی مطالبہ کیا، میں نے کہا کہ میں نے بھی مضمون دیا ہے، آپ بھی مضمون دیں، مولانا نے فرمایا کہ ”مولانا ناراض نہ ہونا، لیکن مضمون کسی کو نہ دینا، کیونکہ طالبان کسی قسم کی سختی نہیں کرتے، جب اذان ہو جائے تو یہی لوگ نماز کیلئے نہیں جاتے، مجبوراً طالبان سختی کرتے ہیں، ان میں اکثر لوگوں نے طالبان کی وجہ سے داڑھیاں رکھی ہیں، خدانخواستہ اگر طالبان نہ ہوں تو یہ لوگ اسلام چھوڑنے والے ہیں، اور داڑھیاں منڈوانے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سقوطِ طالبان کے بعد ان ہی لوگوں نے داڑھیاں منڈوائیں، امریکہ اور برطانیہ سے کنجریاں لائیں، فحاشی اور عریانی کا ایک طوفان شروع ہوا۔ پشاور سے ٹی وی اور وی سی آر ٹرکوں میں لے جانے لگے۔ جلال الدین حقانی کی بات پتھر پر لکیر تھی، ”قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید“

پیکرِ ایثار و ہمدردی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں دوسرے خلیفہ تھے۔ انتہائی پاک سیرت، نیک دل اور انصاف پرست خلیفہ تھے، رعایا کی خبر گیری کے لئے رات اندھیرے میں چکر لگاتے ۱۸ھ میں جب قحط پڑا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیتون کا تیل استعمال کرنے لگے، پیٹ میں جب زیتون کے مسلسل استعمال سے درد کی شکایت محسوس ہونے لگی تو [اطباء کو بلایا' انہوں نے تشخیص کے بعد بتایا کہ آپ زیتون کا استعمال کرتے ہیں' شدید گرمی ہے' زیتون کا تیل بھی گرم ہے' آپ گائے کا گھی استعمال کریں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے لئے گائے کا گھی جائز نہیں' جب تک میری رعیت گائے کے گھی کے استعمال کی طاقت نہیں رکھتی] آپ نے پیٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا "ملک میں جب تک قحط رہے گا، آپ کو زیتون ہی ملے گا۔"

اسی قحط کے دوران جب آپ نے اپنے بیٹے کو خربوزہ کھاتے ہوئے دیکھا تو سخت رنجیدہ ہوئے اور فرمانے لگے "ہمارے بھائی بھوک سے مر رہے ہیں اور تم خربوزہ کھا رہے ہو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب انتہائی نحیف ہوئے تو بعض صحابہ کرامؓ نے مرغن خوراک کھانے کا مشورہ دیا، فرمایا "میں اپنے اسلاف (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی سنت کیسے چھوڑ دوں"۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ ایک معصوم بچی پر پڑی، فرمایا، یہ کس کی بچی ہے جو نقاہت سے اٹھ نہیں سکتی، بیٹے عبداللہ نے عرض کیا، جناب! میری بچی ہے کہا کیوں کمزور ہے؟ بیٹے نے کہا کہ آپ نے ہمارے وظیفہ میں اضافہ نہیں کیا، اس لئے بچوں کا بھی

عالم ہے، باپ نے کہا، خدا کی قسم بیت المال سے جو ایک عام مسلمان کے لئے وظیفہ مقرر ہے وہ خلیفہ اور خلیفہ کے اقارب کے لئے بھی مقرر ہے، میں اس میں اپنی طرف سے ایک کوڑی کا اضافہ نہیں کرسکتا چاہے آپ کے لئے کافی ہو یا نہ ہو، قانون خداوندی کا یہ فیصلہ میرے اور تیرے درمیان ایک جیسا ہے۔

قربان ان خلفاء پر اور انکے طرزِ حکومت پر، جن کی زندگی سے اسلامی مساوات، اخوت، رحمدلی، غربا پروری کے زرین اسباق ہمیں ملتے ہیں، کاش! کہ ہمارے حکمران سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفاء راشدین کا مطالعہ کریں اور یہی طرزِ زندگی اور یہی طرزِ حکومت اختیار کریں۔

عرس کے نام پر بدعات کا پرچار

زیارتِ قبور مسنون ہے۔ دعا طلب مغفرت، فاتحہ خوانی وتلاوت قرآن وغیرہ کے لئے قبرستان جانا جائز ہے۔ لیکن رسمی عرس جو یوم وفات متعین کر کے اور اس کو شرعی حکم اور ضروری سمجھ کر ہر سال اجتماعی صورت میں کیا جاتا ہے یہ ناجائز ہے۔ قرونِ ثلاثہ میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ عرس کئی منکرات کا مجموعہ ہے۔ مثلاً مزار کے پاس رات گزارنا، مزار پر چراغاں کرنا، مزاروں پر سجدہ کرنا، مزاروں کا طواف کرنا، مردوں اور عورتوں کا اختلاط، گانا بجانا اور ڈانس کرنا اور مزرات پر آبادی کرنا اور تزئین کرنا۔

یہ تو دین کے نام پر گمراہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے،

اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْ قَبْرِیْ عِیداً (مشکوٰۃ)

یا اللہ میری قبر کو عید (تہوار) مت بنائیو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ"

اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود پر جنہوں نے انبیاء (علیہم السلام) کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا دن یا تاریخ متعین نہیں ہے۔ سال کے درمیان کتنے ہی مشتاقان کسی بھی تاریخ کو آتے رہتے ہیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر عرس واجتماع نہیں ہوتا تو دیگر بزرگانِ دین کے مزاروں پر کیونکر جائز ہوسکتا ہے، اس لئے بزرگانِ دین، محدثین اور فقہاء کرام نے صریح الفاظ میں رواجی عروس کو بدعت اور ناجائز قرار دیا ہے۔

امام دار الہجرۃ مالک بن انسؓ فرماتے ہیں

مَنِ ابْتَدَعَ فِى الْاِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ"

"جس نے اسلام میں ایک نئی راہ نکالی اور اس کو بہتر تصور کیا تو اس نے یہ گمان کیا کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کیا، پس جو چیز اس دن دین نہ تھا آج بھی دین نہیں ہے۔"

☆☆☆

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عظیم مقام ومرتبت

جو شخص جس قدر با کمال اور مقبول عند اللہ ہو اسی تناسب سے اس کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ چونکہ "مِنْ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ" اور "مِنْ كِبَارِ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ" میں سے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے امام صاحبؒ پر قسم قسم کے الزامات لگائے تاکہ امام صاحبؒ کے وقار کو مجروح کیا جائے، لیکن حقیقت یہ ہے اس قسم کے اعتراضات اور الزامات سے خود جارح کا وقار مجروح ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بری رائے رکھنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک حاسدین اور دوسرے امام صاحبؒ کے حالات سے بے خبر لوگ، مولانا داؤد غزنویؒ لکھتے ہیں

الناس فی ابی حنیفة إما حاسد أو جاهل

"امام ابوحنیفہؒ کے حق میں بری رائے رکھنے والے کچھ حاسد ہیں اور کچھ لوگ ان کے مقام سے بے خبر ہیں۔"........

کسی کو کیا خبر کیا چیز ہیں وہ
انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے

جن لوگوں کو امام صاحبؒ کے مقام ومرتبت کا علم نہیں تھا اور انکی رائے امام صاحب سے متعلق بدگمانی پر مبنی تھی، حقیقت معلوم ہونے پر وہ اپنے اس فعل پر افسوس کرتے تھے۔

عبد اللہ بن مبارکؒ (جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں) نے بیروت کا سفر کیا تاکہ امام اوزاعیؒ سے فنِ حدیث کی تکمیل کریں۔ پہلی ہی ملاقات میں اوزاعیؒ نے ان سے پوچھا کہ کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کون شخص پیدا ہوا ہے جو دین میں نئی باتیں نکالتا ہے، انہوں نے جواب نہیں دیا اور گھر چلے آئے دو تین دن کے بعد پھر گئے، تو کچھ اجزاء ساتھ لیتے

گئے، اوزاعیؒ نے ان کے ہاتھ سے وہ اجزاء لے لئے، سرنامہ پر لکھا تھا "قال النعمان بن ثابت" کافی دیر تک غور سے دیکھتے رہے، پھر عبداللہ سے پوچھا نعمان کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے کہا عراق کے ایک شخص ہیں، جن کی صحبت میں رہا ہوں، بڑے پایہ کا شخص ہے، عبداللہ نے عرض کیا یہ وہی ابوحنیفہؒ ہیں جن کو آپ مبتدع بتاتے ہیں، اوزاعیؒ کو اپنی غلطی پر افسوس ہوا۔

حج کیلئے جب اوزاعیؒ مکہ گئے تو امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات ہوئی اور ان مسائل کا ذکر آیا، اتفاق سے عبداللہ بن مبارکؒ بھی موجود تھے، ان کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس خوبی سے تقریر کی کہ اوزاعیؒ حیران رہ گئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے جانے کے بعد مجھ سے کہا کہ اس شخص کے کمال نے اس کو لوگوں کا محسود بنادیا ہے۔ بے شبہ میری بدگمانی غلط تھی جس پر میں افسوس کرتا ہوں۔ (تہذیب التہذیب ۲۲۴/۳)

امام باقرؒ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا۔ امام صاحبؒ جب دوسری بار مدینہ گئے تو امام موصوفؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا کہ یہی امام ابوحنیفہؒ ہیں، انہوں نے امام صاحبؒ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہاں تم ہی قیاس کی بنا پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو؟ انہوں نے نہایت ادب سے کہا عیاذاً باللہ حدیث کی کون مخالفت کرسکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو کچھ عرض کروں، وہ بیٹھ گئے تو امام صاحبؒ نے پوچھا کہ مرد ضعیف ہے یا عورت؟ فرمایا کہ عورت، پوچھا کہ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ تو فرمایا کہ مرد کا۔ امام صاحبؒ نے کہا کہ اگر میں قیاس لگاتا تو کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ ضعیف کو ظاہر قیاس کی بنا پر زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔

دوسرا سوال کیا کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ تو فرمایا کہ نماز کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں "اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ" تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر میں رائے پر دین بدلتا تو میں حکم دیتا کہ عورت جب حیض سے پاک ہو جائے تو نماز کی قضاء کرے کیونکہ نماز من اہم العبادات ہے حالانکہ میں روزہ کی قضاء کا فتویٰ دیتا ہوں۔

پھر پوچھا کہ منی نجس ہے یا پیشاب تو امام باقرؒ نے فرمایا کہ پیشاب زیادہ نجس ہے کیونکہ منی میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک پاک اور بعض کے نزدیک نجس ہے اور پیشاب بالاتفاق نجس ہے۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں رائے پر عمل کرتا تو پیشاب پر غسل اور منی پر وضو کا حکم دیتا حالانکہ میں پیشاب پر وضوء اور منی پر غسل کرنے کا قائل ہوں۔ امام باقرؒ اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر امام صاحبؒ کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ لوگوں نے مجھے غلط باتیں پہنچائیں تھیں۔

بچوں سے پیار..... سنت اور فطرت کا تقاضا

چھوٹے بچوں کے ساتھ پیار ومحبت سے پیش آئیں۔ سنت طریقہ یہی ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ بہت پیار ومحبت کرتے تھے چاہے وہ اپنے ہوتے یا پرائے۔ احادیث کی کتابوں میں کئی واقعات مذکور ہیں۔ اس روایت (یَا اَبَا عُمَیْرُ! مَافَعَلَ النُّغَیْرُ؟ والی روایت) میں ابو عمیرؓ کا واقعہ ہے۔ ابو عمیرؓ چھوٹے بچے تھے ان کے پاس ایک بلبل (نغیر) تھی۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے چھوٹی بلبل (نغیر) کہتے تھے۔ حضرت ابو عمیرؓ ان کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر جاتے اور ان سے ملتے تو ضرور پوچھا کرتے تھے یَا اَبَا عُمَیْرُ! مَافَعَلَ النُّغَیْرُ؟ اے ابو عمیر! تمہاری چھوٹی سی بلبل کیا کرتی ہے؟ جب وہ بلبل مر گئی تو حضرت ابو عمیر کو بہت پریشانی ہوئی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور بعد میں بھی آپ مزاح کے طور پر مذکورہ جملہ سے ان کی خیریت دریافت فرماتے رہتے۔

امام ابوحنیفہؒ تنقیدات کی زد میں

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحاح میں امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت بھی نقل نہیں کی۔ اس لئے بعض تنگ نظر افراد نے سمجھا کہ امام ابوحنیفہ علم حدیث میں کمزور ہیں اس وجہ سے شیخین اور دیگر صحاح والے حضرات ان کی روایت کو نقل نہیں کرتے لیکن یہ انتہائی جہالت کی بات اور ایسا بے بنیاد افتراء ہے جس کی کوئی اصل نہیں، حقیقت یہ ہے کہ روایت نقل نہ کرنے سے ان کی محدثانہ شان میں کوئی فرق نہیں آتا، اسی طرح صحاحِ ستہ میں امام شافعیؒ کی بھی کوئی حدیث مروی نہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام شافعیؒ حدیث کے باب میں کمزور تھے؟۔ امام احمدؒ جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں۔ ان سے مروی احادیث بخاری میں صرف تین جگہوں پر آئی ہیں اور امام مالک کی روایات بھی معدودے چند ہیں، امام مسلمؒ جو امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں انہوں نے صحیح مسلم میں امام بخاریؒ کی ایک روایت بھی نقل نہیں کی ہے، تو کیا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام مسلمؒ کے خیال میں امام بخاریؒ حدیث میں کمزور تھے، حاشا وکلا اسی طرح صحاح ستہ میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت نقل نہ ہونے کی وجہ سے علم حدیث میں ان کا کمزور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں (۲۲) ثلاثیات میں سے گیارہ امام مکی بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہیں۔ امام مکی بن ابراہیمؒ امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں، گویا امام بخاریؒ کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا شرف امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کا صدقہ ہے صحاح ستہ میں ان کی روایات نقل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات ائمہ مجتہدین تھے اور ان کے سینکڑوں شاگرد اور متبعین تھے، لہٰذا اصحابِ صحاح نے سمجھا کہ ان

کے علوم ان کے شاگردوں کے ذریعے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اُن محدثین کی روایات نقل کی ہیں جن کے علوم ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ امام ترمذی، ترمذی شریف میں تمام ائمہ کا نام لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا نام نہیں لیتے تو گویا امام ترمذیؒ کے نزدیک امام صاحبؒ کمزور ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام ترمذیؒ کو دوسرے ائمہ کے اقوال سنداً پہنچے اور امام ابوحنیفہؒ کے اقوال وروایات سنداً نہیں پہنچے اور امام ترمذیؒ بہت احتیاط کرتے ہیں، اسی وجہ سے امام صاحبؒ کا نام نہیں لیتے۔ اور بعض مقامات میں لفظ ''اہل کوفہ'' سے امام صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں امام صاحبؒ کو اس درجے کے اشخاص میں شمار کیا ہے کہ وہ دوسرے محدثین اور رواۃ پر نقد کر سکتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذیؒ کے نزدیک امام صاحبؒ تعلیل الحدیث نہیں بلکہ جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ امام صاحبؒ مجتہد اور فقیہ تو بالاتفاق ہیں تو جب فقاہت مان لی تو محدث اور مفسر بطریق اولیٰ مان لیا، کیونکہ جو محدث اور مفسر نہ ہو وہ فقیہ نہیں بن سکتا۔ محدث اور فقیہ میں فقیہ اعلیٰ ہے۔ محدثین کے ہاں الفاظِ حدیث ہی مقصود بالذات ہوتے ہیں اور مجتہد جب الفاظِ حدیث پر بحث کرتا ہے تو اس کے ہاں معنیٰ حدیث کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے ''باب ماجاء فی غسل المیت'' میں لکھا ہے

''وَكَذَالِكَ قَالَ الْفُقَهَا وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيْثِ''

فقہاء نے یوں ہی فرمایا اور وہ حدیث کے معنیٰ زیادہ جانتے ہیں۔

☆☆☆

جھولے سے لحد تک

علماء اور طلباء کے لئے زیادہ سے زیادہ مطالعہ کی ضرورت ہے، جو طالب علم یا عالم دین دینی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اس کی علمی استعداد زیادہ ہوگی اور جو عالم مطالعہ نہیں کرتا اس کی علمی استعداد و صلاحیت آہستہ آہستہ ختم ہوگی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے طلباء کے لئے دورہ حدیث حرف آخر ہوتا ہے، اس کے بعد وہ کتاب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ الا ماشاء اللہ اس لئے طالب علم کو چاہیے کہ وہ صرف شہادۃ العالمیہ پر اکتفا نہ کرے بلکہ جب تک زندگی ہو علم حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اکثر علماء اس غلط فہمی میں پڑے ہوتے ہیں کہ ہم نے دورۂ حدیث کیا ہے اب مطالعہ کی کیا ضرورت ہے؟ اب کسی سے پوچھنے کی کیا حاجت؟ حالانکہ ہمیں علم کو جھولے سے لحد تک حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عالم اس وقت تک عالم کہلانے کا مستحق ہے جب تک علم حاصل کرتا ہے اور کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا ہے اور اس وقت سے جاہل ہے جب علم کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔ اصمعی نے ایک شعر میں خوب کہا ہے...... ؎

وَلَیْسَ الْعَمٰی طُوْلُ السُّؤَالِ وَاِنَّمَا

تَمَامُ الْعَمٰی طُوْلُ السُّکُوْتِ عَلَی الْجَهْلِ

''پوچھتے رہنا جہالت و کم علمی کی علامت نہیں کم علمی تو اپنی جہالت پر خاموش رہنا ہے''

☆☆☆

جوانوں کی زندگی علم اور پرہیز گاری ہے

شاگرد کو استاذ کی تمام شرائط کا لحاظ رکھنا چاہیے جو شاگرد استاذ کی شرائط کا لحاظ نہیں رکھتا اور اس کی ڈانٹ ڈپٹ کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر صبر و تحمل سے کام لیتا ہے وہ طالب علم کچھ وقت کے لئے علم حاصل کرے گا لیکن عمر بھر کے لئے جاہل رہے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

تَصْبِرْ عَلَى مُرِّ الْجَفَا مِنْ مُعَلِّمٍ
فَإِنَّ رُسُوبَ الْعِلْمِ فِي نَفَرَاتِهِ
وَمَنْ لَمْ يَذُقْ ذُلَّ التَّعَلُّمِ سَاعَةً
تَجَرَّعَ ذُلَّ الْجَهْلِ طُوْلَ حَيَاتِهِ
وَمَنْ فَاتَهُ التَّعْلِيْمُ وَقْتَ شَبَابِهِ
فَكَبِّرْ عَلَيْهِ أَرْبَعاً لِوَفَاتِهِ
حَيَاةُ الْفَتىٰ وَاللّٰهِ بِالْعِلْمِ وَالتُّقىٰ
إِذَا لَمْ يَكُوْنَا لَا اعْتِبَارَ لِذَاتِهِ

نمبر ۱: استاذ کے ڈانٹ ڈپٹ پر صبر اختیار کر اس لئے کہ علم کی گہرائی اس کی ناپسند باتوں پر (صبر) کرنے میں ہے۔

نمبر ۲: جو شخص ایک گھڑی کیلئے تعلم کی ذلت کو برداشت نہیں کرے گا وہ تا زیست جہالت کی ذلت کے گھونٹ پیتا رہے گا۔

نمبر ۳: جو شخص جوانی میں تعلیم حاصل نہ کر سکا تو اس پر بس اس کے مرنے کی وجہ سے چار تکبیریں ہی کہہ دو۔

نمبر ۴: بخدا! جوان کی زندگی تو علم اور پرہیز گاری کے ساتھ ہے۔ جب یہ دونوں نہ ہوں تو اس کی ذات کا کوئی اعتبار نہیں۔

☆☆☆

كَمْ سِنُّكَ وَكَمْ حَجَجْتَ ؟

بعض لوگ بہت زیادہ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ ہر سال حج ادا کرتے رہتے ہیں، شیخ عمر صاحب میرے استاد تھے [مدینہ منورہ میں دار الحدیث کے رئیس تھے اور جامعہ اسلامیہ میں امین العام تھے] روضۂ اقدس کے ساتھ موطا امام مالکؒ کا درس دیتے تھے۔ ایک دفعہ میدانِ عرفات میں ایک بڑا پتھر سر کے نیچے رکھ کر سونے لگے، میں نے فوراً اپنا موٹا کمبل چارتہہ کر کے اس کے سر کے نیچے رکھ کر پتھر کو دور کیا' الحمد للہ کافی آرام کے بعد جب اٹھے تو میں نے پوچھا" حضرت! آپ نے کتنے حج کیے ہیں؟ فرمایا میری عمر (۵۰) سال ہے اور میں نے (۴۰) حج کیے ہیں۔ [اس کے بعد بھی پندرہ سال زندہ رہے' غالباً مزید پندرہ حج کیے ہوں گے]

ایک عالم سے کسی نے سوال کیا كَمْ سِنُّكَ وَكَمْ حَجَجْتَ ؟ آپ کی عمر کتنی ہے؟ اور آپ نے کتنے حج کیے ہیں؟ فرمایا سِنِّيْ ستون سنةً وَحَجَجْتُ احدى وستين حجةً ، میری عمر ساٹھ سال ہے اور میں نے اکساٹھ حج کیں۔ سامعین نے حیران ہو کر پوچھا، ساٹھ سال میں اکسٹھ حج کیسے؟ فرمایا جب میں ماں کے پیٹ میں تھا تو میری ماں حج کے لئے آئی تھی، گویا میں ماں کے پیٹ میں تھا لیکن حج کے تمام ارکان تو میری والدہ نے ادا کئے تو ایک حج یہی ہے اور جب میں پیدا ہوا تو میری والدہ ہر سال حج کے لئے آتی رہی، میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا اُس وقت سے لے کر آج تک میں نے بلا ناغہ حج ہر سال ادا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے میری عمر ساٹھ سال ہے لیکن میں نے اکسٹھ حج ادا کئے۔

مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً

کائنات میں کوئی بھی چیز عبث پیدا نہیں ہوئی۔ ہر چیز سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے، ہم یہ سوچیں گے کہ یہ سانپ اور دیگر کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض فضول ہیں ان کا کیا فائدہ ہے؟ ایک انگریز نے اس پر کتاب لکھی ہے کہ فضاء میں جو زہریلے مادے ہوتے ہیں ان زہریلے مادوں کو ختم کرنے میں یہی حشرات الارض سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

جانوروں کے فوائد کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

"وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ"

قرآن نے "منافع" کا لفظ مطلق ہی چھوڑ دیا ہے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جانوروں کے جو فوائد ہیں وہ بے شمار ہیں، مثلاً آج کے دور میں جانوروں سے بہت سی بیماریوں کیلئے ویکسین تیار کئے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جس شخص کو سانپ نے ڈسا اس کے علاج کیلئے سانپ ہی سے ویکسین تیار کئے جاتے ہیں اور اس سے سانپ کے زہر کا علاج کیا جاتا ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام

عدمِ قرأت خلف الامام کے بارے میں ہمارے احناف کے کئی دلائل ہیں۔ مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ عدمِ قرأت خلف الامام پر سورۂ کوثر سے دلیل دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہمارے احناف کی ایک دلیل عدمِ قرأت خلف الامام کی یہ بھی ہے، خواہ غیر مقلد مانیں یا نہ مانیں ہمارے لئے یہ دلیل کافی اطمینان بخش ہے، یعنی جب ہم نے آپ پر احسان عظیم کیا اور آپ کو خیر کثیر "قرآن مجید" کی نعمت بخشی تو اب آپ اس کی

اشاعت کے لئے موثر طریقہ نماز ہی کو اختیار فرماویں اور نماز میں وہ شخص قرآن کو سنائے جس کے سنانے سے دلوں میں اثر ہو، سنانے والا اعلم و اقرا ہو جب سنانے والا عالم اور قاری ہو اور سننے والا ہمہ تن گوش ہو تب اعلم کی قرأت مقتدی کے دل میں اترے گی۔

چشم بند و لب بند و گوش بند
تا نہ بینی سر حق بر من بخند

نماز میں مقتدی صرف قرأت قرآن کے وقت خاموش رہے گا۔ اس طریقے سے قرآنی تعلیمات کی اشاعت ہوگی اور اسی طریقے سے قرآنی تعلیمات دلوں میں اتریں گے۔

شیطانی آوازیں

نماز میں خشوع و خضوع کی ضرورت ہے۔ آج لوگوں کی نمازوں میں ویسے ہی خشوع و خضوع نہیں، اگر آٹے میں نمک کے برابر ہو بھی وہ موبائل گھنٹیوں کی نذر ہو گیا جب شیطانی آوازیں خانہ خدا میں بلند ہوں گی تو خشوع و خضوع کہاں باقی رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے آلات موسیقی توڑنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے "کہ دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے ایک خوشی کے موقع پر باجے تماشے کی آواز، دوسرے مصیبت کے موقع پر آہ و بکاہ اور نوحہ کرنے کی آواز۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آلاتِ موسیقی سے اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ان گھنٹیوں کو نکالنے کا حکم دیا جو جانوروں کے گلوں میں بندھی تھیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔

متعدد روایات میں موسیقی کی کثرت کو قیامت کی علامت بتایا ہے اب اس سے بڑھ کر موسیقی کی کثرت کیا ہوگی کہ ہماری مساجد، مجالس وعظ اور درس گاہیں بھی اس سے گونجنے لگیں اب یہ وباحرمین شریفین میں بھی عام ہو چکی ہے، وہ مقدس ومحترم مقامات جہاں جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ سانس بھی ادب سے لیا کرتے تھے آج وہاں یہ شیطانی گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں جو موسیقی کی دھنوں اور میوزک پر مشتمل ہوتی ہیں۔

جہاد قیامت تک جاری رہے گا

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے بعض مدرسین جب فقہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں اور ان کتابوں میں جہاد، یا غنائم، عبد اور مکاتب سے وابستہ مسائل پر جب پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں "مروا علی هذه المسائل مرور الكرام" بھائی! چلتے جاؤ ان مسائل پر آہستہ چلتے جاؤ، کیونکہ آج کے دور میں غلام اور لونڈیاں نہیں ہیں۔ غنائم اور مال فئی نہیں ہیں۔ بعض حضرات تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اب جہاد بھی نہیں ہے۔

[علماء افغانستان نے جب روسی استعمار کے خلاف جہاد کا اعلان کیا ان دنوں میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھ رہا تھا' ہمارے شیخ ابوبکر جزائری صاحب نے دورانِ درس کہا کہ علماء افغانستان دیوانے ہیں۔ ایک عظیم سپر طاقت جس سے امریکہ اور سب حکومتیں ڈرتی ہیں' علماء کے پاس نہ اسلحہ ہے نہ دولت اور خود افغانستان کے لوگ بھی علماء کے ساتھ نہیں ہیں' جو بیل پہاڑ سے اپنے سینگ ٹکرائے تو وہ اپنے سینگوں کو پاش پاش کردے گا مگر جب رب العالمین جل جلالہ نے

کمزور مجاہدین کو ایک عظیم سپر طاقت پر غالب کر دیا اور وہ پوری ذلت ورسوائی کے ساتھ بھاگ گیا تو ایک دفعہ میں نے حضرت شیخ ابوبکر جزائری سے کہا کہ حضرت آپ تو ایک دن علماء افغانستان کو دیوانے کہہ رہے تھے اس نے کہا کہ واقعی مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اعانت شامل ہوتی ہے۔ جہاد کی بدولت اسلام کے کئی مسائل زندہ ہوگئے' جہاد کے چار حرف ج ہ ا د مگر ان میں اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت رکھی ہے۔ اب تو رب العالمین جل جلالہ کے فضل وکرم سے امریکہ کی سپر طاقت بھی پاش پاش ہونے والی ہے۔ جہاد نے سب مسائل زندہ کئے' اب غلام اور کنیز کے مسائل بھی رونما ہوں گے' یہ مسلمانوں کے خون کے پیاسے' اسلام کے بدترین دشمن ان شاء اللہ غلام وکنیز بنیں گے۔ وماذلك علی الله بعزیز وھو علی کل شی قدیر]

حقیقت یہ ہے کہ جہاد کا بھی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ''الجہاد ماض الی یوم القیامۃ'' جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ جب جہاد جاری رہے گا تو ساتھ ہی غنائم اور غلاموں کا سلسلہ بھی جاری رہے گا لہٰذا مدرسین حضرات اور دیگر اہل علم سے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ ان مسائل کو پس پردہ ڈالنے کے بجائے ان مسائل پر خوب سیر حاصل بحث کریں، عوام الناس کو ان مسائل سے خبردار کریں، ان مسائل سے خبردار ہونے پر ان میں جذبۂ جہاد بیدار ہوگا اور جہاد ہی کے ذریعے دنیا کے خطوں میں اسلامی شعائر زندہ ہوں گے۔

☆ ☆ ☆

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

آج کے دور میں علماء کرام بھی جہادی بیان سے ہچکچاتے ہیں حالانکہ دنیائے کفر پر اس وقت لرزہ طاری ہوگا جب دنیائے اسلام میں جذبۂ جہاد بیدار ہو جائے جن علماء کرام کی زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں، جہاد کے بارے میں وہ زبان سے کلمہ نہیں نکالتے، وہ اہلِ علم نہیں بلکہ وہ جاہل ہیں "لَيْسَ ذَالِكَ عَالِمٌ بَلْ هُوَ أَجْهَلُ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ" حقیقت میں عالم وہ ہے جو جہاد کا پیغام اٹھا کر لوگوں کے دلوں میں جہاد کا جذبہ بیدار کر لے۔ آج ہر جگہ مسلمانوں کی جو پٹائی ہو رہی ہے، عالم اسلام پر کفر کی یلغار ہے، کفری طاقتیں مسلمانوں کو کچلنے کے درپے ہیں، مسلمانوں پر ظلم و بربریت کا جو طویل سلسلہ شروع ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے راہِ ضعیفی اختیار کی ہے اور جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے.....

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

اگر مسلمان میدانِ جہاد میں اٹھ کھڑے ہوئے تو سپر پاور کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ زیر و زبر کر کے صفر بنا دیں گے، اور اسی جہاد ہی کی برکت سے یہی مردہ قوم زندہ ہوگی۔

☆☆☆

جمع بین الصلوتین کی صورتیں

جمع بین صلوتیں کی دو صورتیں ہیں، ایک جمع حقیقی اور دوسری جمع صوری۔ ہمارے احناف کے نزدیک جمع حقیقی صرف عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء میں جائز ہے۔ دیگر کہیں بھی جمع حقیقی جائز نہیں ہے، روایات میں جہاں جہاں جمع حقیقی کا ذکر ہے وہ درحقیقت جمع صوری ہے۔ ترمذی شریف کی یہ روایت ہمارا مستدل ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتٰى بَاباً مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ۔(۱)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بلا کسی عذر کے جمع بین الصلوتین کرے۔ تو اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ارتکاب کیا''

امام محمد نے موطا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نقل کیا ہے۔

اِنَّهٗ كَتَبَ فِي الْاٰفَاقِ يَنْهَاهُمْ أَنْ يَّجْمَعُوْا بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ وَيُخْبِرُهُمْ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ كَبِيْرَةٌ مِنَ الْكَبَائِرِ(۲)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام اطراف میں فرمان بھیج کر جمع بین الصلوتین سے ممانعت کردی تھی۔ اس فرمان میں یہ خبر دیدی تھی کہ

(۱) ترمذی، ج۱/ص/۲۶

(۲) موطا امام محمد: ۱۳۲)

ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ ہے"۔

ہمارے احناف کے نزدیک جمع صوری جائز ہے، جن روایات میں جمع بین الصلوتین کا تذکرہ آیا ہے۔ اس سے یہی جمع صوری مراد ہے، جمع صوری کی شکل یہ ہے کہ مثلاً ظہر کو مؤخر کر کے آخر وقت میں پڑھیں۔ اور فوراً ہی عصر کا وقت ہو جائے، تو عصر کی نماز پڑھ لے۔ ایسے ہی مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھ لے۔

جمع صوری کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز ظہر مؤخر فرماتے اور عصر کو مقدم، نماز مغرب کو مؤخر فرماتے اور عشاء کو مقدم"۔(۱)

اس طرح حضرت نافعؒ اور حضرت عبداللہ بن واحد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے کہا نماز نماز! حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلو چلو! یہاں تک کہ شفق کے غروب سے پہلے کا وقت تھا۔ کہ وہ اترے اور مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر انتظار کیا، یہاں تک کہ شفق غائب ہو گیا، تو عشاء کی نماز ادا کی"۔ پھر فرمایا "بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلدی میں کام پیش آجاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے، جس طرح میں نے کیا" (۲)

سفر میں اس عمل کو اپنائیں۔ تاکہ ان احادیث پر عمل آجائے۔ سفر میں مشکلات ہوتی ہے اس لئے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ سفر جاری رکھیں، اور آخر وقت میں نماز پڑھیں پھر دوسری نماز اول وقت میں پڑھیں۔ میرا (استاذ المحترم شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ دام اقبالہم) ذاتی معمول یہ ہے کہ جب میں سفر پر جاتا ہوں، تو جمع صوری کرتا

(۱) مسند احمد ج/۴/ص/۱۳۵ (۲) ابوداؤد ج/۱/ص/۱۷۱

ہوں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب (نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ) اور ہمارے دیگر احباب جو اکثر اسفار میں میرے ساتھ ہوتے ہیں، وہ دونوں مغرب کی نماز کے لئے آخر وقت میں گاڑی سے اتر کر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر انتظار کرتے ہیں جب عشاء کا وقت داخل ہو جائے، تو عشاء کی نماز پڑھ کر پھر سفر شروع کر دیتے ہیں۔ اس سہولت کی وجہ سے راستے پر وقت ضائع نہیں ہوتا۔

وعلی کل حال حنفی مذہب کے مطابق حج کے موسم میں بعض شرائط کے ساتھ عرفات میں ظہر و مغرب اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء جمع کر کے ایک ساتھ بطور جمع حقیقی پڑھنے کا حکم ہے۔ اس کے علاوہ جمع بین الصلوتین کی جتنی روایات ہیں، وہ جمع صوری پر محمول ہیں چاہے بارش کی وجہ سے یا سفر اور خوف کی وجہ سے۔

اک دیوانے کی چالاکی

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے۔ ایک دفعہ امام صاحب عدالت سے نکلے تو راستے میں ایک دیوانہ ملا، جس نے آپ سے سوال کیا، کہ "قرآن مجید میں یہ آیت "وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" آئی ہے۔ تو کتا بھی ایک امت ہے؟ اس کے ڈرانے کے لئے کس نذیر کو بھیجا گیا ہے"؟۔ امام ابو یوسفؒ نے اس سوال کے جواب کیلئے کافی سوچا لیکن کوئی جواب نہ بن پڑا ۔اس لئے دیوانے سے معذرت چاہی، اور اس سے سوال کیا کہ "اگر تمہیں اس کا جواب معلوم ہو تو بتا دو"۔ دیوانے نے کہا، کہ "میرا جواب اتنا اسان اور مفت نہیں۔ پہلے فالودہ کھلائیں، بعد میں اس کا جواب دوں گا"۔ امام صاحب نے اس دیوانے کو فالودہ کھلایا۔ بعد میں پھر اس سے پوچھا تو اس دیوانے نے زمین سے ایک پتھر اٹھا کر کہا، کہ "یہ ہے کتے کا ڈرانے والا۔

آب زم زم..............غذا اور شفاء

زندہ معجزے دو ہیں، ایک قرآن، دوسرا آب زمزم، جن کا فیضان قیامت تک کیلئے جاری وساری کر دیا گیا۔ زم زم کا پانی صرف پیاس ہی نہیں بجھاتا بلکہ اس میں غذائیت بھی ہے۔ جیسا کہ ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے، کہ

"وہ آغازِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر سن کر مکہ مکرمہ آئے، تو ان کو پورا ایک مہینہ تک بارگاہِ نبوت میں حاضری کا موقع نہ مل سکا، کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ چنانچہ صرف آبِ زمزم پیتے اور اس پر گزارہ کرتے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تمام روئے زمین میں سے بہتر پانی زم زم کا پانی ہے۔ اس میں بھوک کیلئے غذائیت اور بیماری کیلئے شفا ہے۔"

آب زمزم صرف خوراک ہی نہیں بلکہ بیماریوں کے لئے شفا بھی ہے بخاری کی روایت ہے:

"انها طعام طعم وشفاء سقم

یہ کھانے کیلئے غذا ہے اور بیماری کے کیلئے شفا ہے۔

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ

''میں نے ذاتی مشاہدہ کیا کہ زم زم پینے سے پیٹ
کا مریض شفایاب ہوا اور بڑی اذیت ناک بیماریوں کے مریض اللہ
کے فضل سے آب زم زم پی کر صحت یاب ہوئے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آب زم زم اتنا محبوب تھا کہ فتح مکہ کے بعد آب زم زم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے عالم اور خطیب سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ کے نام فوری تعمیل کے لئے ایک مراسلہ صادر فرمایا:

اِنْ جَاءَ كِتَابِیْ فَلَا تُصْبِحَنَّ انهار فَلَا تُمْسِیَنَّ حَتیٰ تُبْحِرَ اِلَیَّ
مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ

''میرا یہ خط تم کو جس وقت بھی ملے، اگر شام کو ملے تو صبح تک کا انتظار
نہ کرنا اور اگر صبح کو ملے تو شام ہونے سے پہلے مجھے زم زم کا پانی روانہ
کر دینا۔''

حجاج کرام جو ہر سال دنیا کے مختلف گوشوں تک آب زمزم پہنچانے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ اس سنت نبوی پر عمل کرنے کی خاطر کرتے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ جب شق صدر کا واقعہ پیش آیا، تو جبرائیل علیہ السلام نے سینہ مبارک چاک کر کے زم زم سے دھویا تھا، اس سے اس کی شرافت اور کرامت معلوم ہوتی ہے۔ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ زم زم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لعاب دہن کی آمیزش ہے۔ اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ دوسرے تمام پانی اس مقام اور مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔

☆☆☆

رِجْلَیْن کا وظیفہ......غَسَلْ یا مسح؟

وضوء میں رجلین کا وظیفہ غسل ہے نہ مسح، امام ترمذیؒ اس باب (بَابُ وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ) سے یہ مقصد ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ایڑیوں کے خشک رہنے پر بندہ ہلاکت میں پڑجاتا ہے، تو مکمل پاؤں خشک رہنے پر وہ عذاب میں مبتلا نہ ہوگا؟ یہاں دلالۃ النص سے یہ بات واضح ہوئی کہ رِجلین کا وظیفہ غسل ہے نہ کہ مسح۔

اس سلسلے میں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رجلین کا غسل ضروری ہے، اور مسح ناجائز ہے۔ دوسرا مذہب روافض کا ہے کہ رجلین کا وظیفہ مسح ہے جس طرح شیعہ حضرات کا معمول ہے۔ تیسرا مذہب امام ابن جریر طبری کی طرف منسوب ہے۔ وہ یہ کہ غسل اور مسح میں اختیار ہے۔

یہاں اکثر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ یہ ابن جریر اہل سنت کے مشہور عالم ابن جریر طبری ہے حالانکہ یہ شیعہ کے امام ابن جریر طبری ہے۔ علامہ ابن القیم کی تحقیق کے مطابق جریر کے نام سے دو شخص معروف ہیں، دونوں کا نام محمد بن جریر ہے دونوں کی نسبت طبری ہے۔ دونوں کی کنیت ابو جعفر ہے۔ دونوں نے تفسیر لکھی ہے لیکن اس میں ایک سنی ہیں دوسرے شیعہ۔ یہاں رجلین کے غسل اور مسح میں تخییر کا مسلک شیعہ ابن جریر طبری کا ہے اور وہ ابن جریر طبری جن کی تفسیر ''جامع البیان'' اور ''تاریخ الامم والملوك'' مشہور ہے وہ اہل سنت میں سے ہیں اور وہ مسئلہ غَسلِ رِجلَین میں جمہور اہل سنت کیساتھ ہیں۔

امراضِ چشم اور علاج نبویؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام طریقوں میں ہمارے دنیوی اور اخروی فوائد ہیں۔ آج کل کے لوگ امراض چشم کی شکایت کرتے ہیں، اس سلسلے میں سنت عمل سرمہ لگانا ہے۔ جو لوگ سرمہ لگاتے ہیں وہ امراض چشم میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ سنی سنائی بات نہیں بلکہ تجربے اور مشاہدے کی بات کر رہا ہوں۔ رات کو سرمہ لگانے کی عادت ڈالیں۔ ایک روایت میں ہے۔

كَانَتْ لَهُ مُكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ فِي هٰذِهِ ثَلَاثَةٌ وَفِي هٰذِهِ (ترمذی ج/۱ ص، ۲۰۸)

آپ کے پاس سرمہ دانی تھی، جس سے آپؐ سوتے وقت ایک آنکھ میں تین بار اور دوسری میں تین بار سرمہ لگاتے۔

مدارس کی کما عروج اور کیفا تنزلی

میں اکثر طلبہ سے کہتا ہوں، ''کہ جب آپ فارغ ہو جائیں، تو لوگ آپ سے مسائل کے بارے میں پوچھتے رہیں گے، پھر کیا جواب دیں گے؟ اگر آج سے آپ محنت نہ کریں تو وہی مرحلہ آپ کیلئے ناکامی کا مرحلہ ہوگا، لوگ آپ کے جواب نہ دینے پر آپ سے یہ نہیں پوچھیں گے، کہ ''فِيْ كَمْ سَنَةٍ فَرَغْتَ'' (کتنے وقت میں آپ فارغ ہوئے) بلکہ پوچھیں گے، کہ ''كَيْفَ فَرَغْتَ'' (تم کیسے فارغ ہوئے ہو)

ہمارے استاد محترم حضرت علامہ عبدالحلیم زروبوی نور اللہ مرقدہ ہمیشہ اس بات پر زور دیا کرتے تھے، کہ ''مدارس میں ذی استعداد طلبہ کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے تا کہ رجال کار پیدا ہو سکیں''، وہ طلبہ کے معاملے میں ''كَيْفَ'' کے دلدادہ تھے۔ ''كَمْ'' کے قائل نہیں تھے۔ علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ بھی اہل مدارس سے شکوہ کرتے تھے، کہ ''مدارس کَماً عروج پر ہیں۔ لیکن کَیفاً تنزلی کا شکار ہیں''۔

منطق وفلسفہ میں اعتدال کی ضرورت

منطق وفلسفہ علوم آلیہ ہیں۔ آلے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مقصودی علوم قرآن وحدیث ہیں۔ منطق وفلسفہ کے علوم مفید ہیں لیکن اس میں عمریں کھپانا دانشمندی کا تقاضا نہیں ہے۔ بعض لوگ ان علوم میں اس انہماک تک جاتے ہیں کہ ان کو پھر تو فرض نماز کا خیال بھی نہیں رہتا۔ یہاں دارالعلوم حقانیہ میں ایک طالب علم تھا، منطق پڑھنے کیلئے قندہار سے آیا تھا، قدیم دارالحدیث کے اوپر چھت پر قاضی اور حمد اللہ یاد کرتا تھا۔ فرض نماز بھی نہیں پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ کسی استاذ نے کہا، کہ ''نماز پڑھو''، تو کہا، کہ ''نماز تو میں قندہار میں بھی پڑھ سکتا ہوں نماز کے لئے نہیں آیا۔ قاضی اور حمد اللہ پڑھنے کیلئے آیا ہوں''۔

منطق پڑھنی چاہیے لیکن منطق میں غلو وتشدد نہیں کرنا چاہیے ہمارے بزرگوں نے نہ صرف یہ کہ منطق کی کتابوں کو پڑھا ہے، بلکہ ان کتابوں کو ازبر یاد کیا ہے، لیکن اس کے باوجود انھوں نے اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے تھے ، کہ ''الحمد للہ میں نے قاضی اور حمد اللہ پڑھی ہیں۔ اور میں سلم کا حافظ ہوں۔ جب میں سلم یاد کرتا تھا، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ گزرتے اور میری سلم کی عبارت سنتے تھے''۔

خود تو حضرت لاہوریؒ کی یہ حالت تھی، کہ وہ منطق کے ماہر تھے، سلم جیسی مشکل کتاب کے حافظ تھے، لیکن اس کے باوجود فرمایا کرتے تھے، کہ ''منطق وفلسفہ میں اپنی تمام زندگی صرف نہ کریں۔ اہم مقصد اشاعت قرآن وحدیث ہے۔ اس لئے قرآن حدیث کے مطالب ومقاصد سمجھ کر اوروں کو پڑھا دیں''۔

علامہ درخواستیؒ طلبہ سے گلہ کرتے ہوئے فرماتے تھے، کہ ''آج کل طلبہ قرآن

وحدیث کی طرف کم توجہ دیتے ہیں۔ منطق، فلسفہ اور ریاضی وغیرہ کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلاف نے ان فنون کی کتب کو نصاب میں اس لئے شامل فرمایا تھا کہ یہ آلہ ہیں قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے۔ لیکن آج مقصود کے بجائے غیر مقصودی پر ساری زندگی صرف کردی جاتی ہے۔ بعض ایسے فارغ التحصیل فضلا ملتے ہیں، جن کو ایک آیت کا صحیح ترجمہ نہیں آتا۔ اس لئے قرآن مجید کے مطالب ومفاہیم یاد کرنے کی طرف دھیان دینا میرے نزدیک جہاد اکبر ہے"۔

تہذیب یورپ کی رضامند ہوا تو

مسلمان آہستہ آہستہ دینی علوم سے بیگانہ ہوتے جارہے ہیں۔ مغربی تہذیب کی رنگ میں رنگے جارہے ہیں، مسلمانوں پر مغربیت کا بھوت سوار ہے، عجم کیا عرب بھی اس رو میں بہہ گئے ہیں، دینی علوم سے اجنبیت کا یہ حال ہے، کہ ان عرب ممالک کے اکثر نوجوان، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کا رخ کرتے ہیں، اور وہاں پر ان کی حیاء سوز یونیورسٹیوں میں علوم حاصل کرتے ہیں، جب یہی حضرات وطن واپس جاتے ہیں، تو ان کی صورت وسیرت، نشست وبرخاست، وضع وقطع غیروں کی ہوتی ہے۔ مادری زبان کے لحاظ سے ہوتے ہیں وہ عرب، لیکن مرعوب انگریزی سے ہوتے ہیں۔

مسجد اقصیٰ کے ساتھ سکول کے ایک طالب علم نے مجھ سے پوچھا کیا، "آپ انگریزی بول سکتے ہیں"؟ میں نے کہا، "ہاں"، "مگر عربی کو پسند کرتا ہوں"۔ اس نے کہا، "مجھے تو انگریزی پسند ہے"، میں نے اس کی بات سن کر حیرانگی کا اظہار کیا، کہ آپ قرآن وسنت کی زبان اور اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر غیروں کی زبان کو پسند کرتے ہیں، ایک ایسی زبان جس کی

پسندیدگی کی ترغیب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ فرماتے ہیں۔

أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ :لِأَنِّيْ عَرَبِيٌّ ،وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ ،وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ"

"عربی سے تین باتوں کی وجہ سے محبت رکھیں کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن عربی میں ہے اور جنتیوں کی زبان عربی ہوگی"۔

بہر حال آج ہم ہر لحاظ سے یورپ کی تقلید کر رہے ہیں اس اندھی تقلید کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، کھڑے ہو کر کھانا، عورتوں کو سیر گاہوں اور بازاروں میں لے جانا ہمارا شعار بن گیا ہے۔ یہ ہماری ذہنی اور فکری غلامی کا نتیجہ ہے کہ ہم ان کی ہر ہاں میں ہاں ملانے پر رضامند ہوئے ہیں۔ یہ گلہ یورپ سے نہیں بلکہ خود مسلمانوں سے ہے کہ انہوں نے اپنی تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر ان کی تہذیبی غلامی میں جکڑ گئے۔ شاعر نے خوب کہا ہے......

تہذیب پہ یورپ کی رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے

حرمین میں موبائل کے استعمال کا بڑھتا ہوا رجحان

موبائل ایک فیشن بن گیا ہے، حالانکہ موبائل انتہائی نقصان دہ چیز ہے۔ ایک عالم نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے، اور اس کے نقصانات کی نشاندہی کی ہے۔ موبائل وقت کے ضیاع کا آلہ ہے۔ طالب علم کا وقت ضائع کرتا ہے مدرس اور معلم کے امور میں خلل واقع ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جو لوگ حرمین میں اللہ کی عبادت کے لئے جاتے ہیں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، وقت لگاتے ہیں، تکلیف اور مشقت برداشت کرتے ہیں، وہ بھی وہاں

موبائل پر باتوں میں اکثر وقت ضائع کرتے ہیں۔ گانے بجانے اس پر مستزاد۔ حالانکہ اسلام میں گانے بجانے، آلات موسیقی، ساز اور ڈھول وغیرہ سب واضح طور پر حرام ہے۔

حرمین عبادت کی جگہ ہے، وہاں عبادت کرنی چاہیے۔ قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے۔ جن حضرات کو قرآن یاد نہ ہو وہ قرآن کا کچھ حصہ یاد کریں۔ ہمارے دوست شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب نے مدینہ کی اسلامی یونیورسٹی میں چار سال گزارے۔ مسجد نبوی کے جوار میں تھوڑا تھوڑا حصہ قرآن سے حفظ کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے مسجد نبوی کی نورانی فضاؤں میں قرآن کا ختم کیا۔ کئی علماء ومشائخ نے حرمین میں قرآن کا حفظ مکمل کیا، اور کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح فضول وقت ضائع کرنے کے بجائے احادیث یاد کرنی چاہیے۔ اطراف عالم سے علماء ومشائخ حرمین آتے رہتے ہیں، وہ یہاں بخاری شریف کا ختم کرتے ہیں اور احادیث کو ازبر یاد کرتے رہتے ہیں۔

قرآن حدیث میں اگر کسی کو اشکال ہو، تو وہ یہاں حل ہوسکتا ہے۔ علامہ درخواستیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب قرآن مجید میں اشکال ہوتا ہے اور خانہ کعبہ پر نظر ڈالوں تو اشکال ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جب احادیث میں اشکال ہوتا ہے اور روضہ اطہر پر نظر ڈالتا ہوں تو اشکال دفع ہوجاتا ہے۔

وعلی کل حال موبائل نقصان دہ ہے۔ چاہے طالب علم کے لئے ہو یا استاد کے لئے، عبادت گزاروں کے لئے ہو یا حجاج اور معتمرین کیلئے۔ اس لئے اس کا استعمال بقدر ضرورت کریں۔ اور زیادہ استعمال سے بچتے رہیں۔

☆☆☆

مسلمانوں کی ذلت اور پستی کیوں؟

آج دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں بے گناہ عوام بھارتی فوج کا نشانہ ستم بن رہی ہے۔ قبلہ اول صیہونی گرفت میں ہے فلسطین کے گلی کوچے اور بازار نوجوانوں کے لہو سے رنگین ہو رہے ہیں۔ چیچنیا میں مسلم خون کی ندیاں بہائیں جارہی ہیں۔ افغانستان کی اسلامی ریاست کفری طاقتوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھتی ہے۔ افغانستان پر حملہ کر کے وہاں کے عوام، بچوں، بوڑھوں حتیٰ کے عورتوں کے خونوں سے کھیل رہے ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ آج مسلمان اتنے کمزور کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے قتال فی سبیل اللہ کے سبق کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کوتاہی کی وجہ سے کافر قومیں اور ان کی اتحادی فوجیں (نیٹو) مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں ہیں۔ عالم اسلام کے ان چھپن یا ستاون ملکوں میں کوئی جرنیل ایسا نہیں، جو صلاح الدین ایوبیؒ محمد بن قاسمؒ اور موسیٰ بن نصیرؒ جیسے جرنیلوں کا کردار ادا کر کے ان کی یاد تازہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اس پستی اور ذلت اور اس کے اسباب کی نشاندہی کی ہے، فرماتے ہیں، کہ

> ”عنقریب کافر قومیں ہر طرف سے متحد ہو کر یوں ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے کھانے کے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں“، ایک صحابی نے عرض کیا، ”یا رسول اللہ کافروں کو جرأت کیا اس وجہ سے ہوگی کہ ہم اس وقت تعداد میں کم

ہوں گے''؟ ارشاد فرمایا کہ، ''نہیں تمہاری تعداد تو بہت زیادہ ہو گی لیکن تم اس وقت جھاگ اور تنکوں کی مانند ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے قلوب سے تمہارا رعب نکال دیں گے۔ اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دیں گے۔'' صحابی نے عرض کیا، ''اے اللہ کے رسول! بزدلی کا سبب کیا ہو گا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت'' ایک روایت میں یوں ہے، کہ ''تمہیں دنیا سے محبت اور قتال فی سبیل اللہ سے نفرت ہو جائے گی۔''

قتال فی سبیل اللہ سے نفرت کی وجہ سے آج مسلمانوں کی ساری دنیا میں پٹائی ہو رہی ہے، اگر مسلمان جہاد میں اتر گئے تو عالم کفر کی پھر کیا مجال ہے، کہ وہ مسلمانوں پر ظلم وتشدد کریں۔ اس ذلت اور پستی سے نکلنے کیلئے میدان جہاد میں کمر باندھ کر دنیوی لذتوں کو ترک کرنا ہو گا، ورنہ ذلت و رسوائی کی یہ اذیت ناک تصویر تو ہمیں دیکھنی پڑے گی۔ کیونکہ مسلمان کی اصل متاع زندگی تو جذبہ جہاد اور شوق شہادت ہے شاعر نے خوب کہا ہے۔

جذبہ شوق شہادت ہے متاع زندگی
اس کا چرچا کارواں در کارواں کرتے چلو

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں نے مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو عبرت انگیز شکست سے دوچار کیا۔ تمام عرب کو فتح کر کے اس پر اپنا جھنڈا لہرایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ جذبۂ جہاد سے سرشار تھے۔ اور جہاد کو انہوں نے زندگی کا مقصد بنایا۔ غزوۂ خندق میں خندق کھودتے وقت تمام صحابہ جوش محبت میں یک آواز ہو کر کہتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا

"ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر تاحیات بیعت علی الجہاد کر رکھی ہے"

آج اگر ہم بیعت علی الجہاد کریں، اور اعلاء کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے جہاد کو زندگی کا مقصد بنائیں، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تاحیات جہاد کرنے پر بیعت کی، اور اس کو زندگی کا مقصد بنایا۔ تو تمام دنیا پر ہماری حکومت ہوگی اور دنیا کے کسی خطے میں مسلمانوں پر ظلم وزیادتی نہیں ہوگی۔

مسئلہ خلافت اور شیعہ سنی نزاع

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بہت ظلم کیا ہے کہ اس نے متعہ حرام کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں آپ ﷺ کے لیے کاغذ دوات نہیں لائے۔ جب آپ نے فرمایا کہ دوات کاغذ لاؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں۔ یہ روایت صحیح بخاری میں مختلف ابواب میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔

اس روایت کی بناء پر شیعہ اور سنی کا بڑا معرکہ آرا میدان بن گیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔ سنی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف تھی، اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا۔ خود قرآن مجید میں اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ نازل ہو چکی ہے۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔

سنی مسلک کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد لوگوں کو تین وصیتیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ کوئی مشرک عرب میں رہنے

نہ پائے۔ دوسری یہ کہ سفراء کا احترام کیا جائے ،جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دستور تھا، تیسری وصیت راوی کو یاد نہ رہی۔

جو ضروری باتیں آپ کاغذ پر لکھوانا چاہتے تھے، ممکن ہے کہ وہ یہی ہوں۔ اگر اس کے علاوہ بھی ہوں ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ان تمام وصیتوں کے ساتھ زبانی بھی فرما سکتے تھے۔ لیکن آپ نے نہیں فرمایا۔ یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ وہ خلافت کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شیعہ حضرات کا یہ الزام انتہائی ظلم بلکہ ظلم عظیم ہے۔

خلافت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم واضح طور پر کچھ کہہ نہ سکے۔ البتہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بارے میں بعض ارشادات فرمائے ہیں۔ مثلاً مرض الموت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ چنانچہ تین دن تک انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھائی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان تین دنوں میں نمازیں پڑھائیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی دلیل کے لئے یہی ایک روایت کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو امامت صغریٰ کے لئے منتخب کیا، وہی امامت کبریٰ (خلافت) کا زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ دونوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے تھے۔

ایران میں شیعہ حضرات کی اکثریت ہے۔ ہم جب جامعہ اسلامیہ کو ایران کے راستے جاتے تھے تو ان حضرات کے ساتھ ہمارا واسطہ پڑتا تھا۔ کئی دفعہ ان سے واسطہ پڑا ہے۔ ان مسائل پر بحث ومباحثے کے کئی موقع آئے ہیں۔ لیکن الحمد اللہ ہر بار جواب دینے سے قاصر رہے۔

پہلوان کون؟ طاقتور یا بردبار؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ ''پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں پچھاڑ دے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے''۔ (صحیح بخاری) ہمارے معاشرے میں پہلوان کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اس حدیث کی رو سے پہلوان وہ ہے جو اپنے غصہ پر قابو رکھے۔

حلم اور بردباری سعادت کی علامت ہے۔ وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جن کو بہت کم غصہ آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا، کہ ''مجھے وصیت کیجیے''، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا، ''غصہ نہ کیا کرو، غضب ناک نہ ہوا کرو، غضب ناک نہ ہوا کرو'' (بخاری) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ کہنا کافی تھا، لیکن بار بار کہنے سے حلم اور بردباری کی اہمیت واضح کرنا چاہتے تھے۔

ایک مرتبہ شدید سردی کے موسم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت زین العابدین رحمہ اللہ وضو کرنے کے لئے اٹھے، لونڈی گرم پانی کا لوٹا لئے حاضر ہوئی، اچانک اس کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ گیا، گرم پانی کا کچھ حصہ حضرت زین العابدین کے جسم پر پڑ گیا، جسم کا کچھ حصہ بھی جل گیا، جس سے آپ کو سخت تکلیف ہوئی، سر اٹھا کر دیکھا، تو لونڈی ندامت بھرے انداز میں کھڑی عرض کرنے لگی۔ (وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ) ''مومن غصے کو پی جاتے ہیں''۔ ارشاد فرمایا، ''میں نے اپنے غصے پر قابو پالیا، اس دور میں لونڈیاں بھی صاحب علم ہوا کرتی تھیں۔ اس نے آیت کریمہ کا اگلا حصہ پڑھ دیا۔ (وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ) ''وہ لوگوں کو معاف کر دینے والے ہوتے

ہیں"۔ ارشاد فرمایا، "جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا"۔ اب اس نے مومنوں کی تیسری صفت بیان کی (وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ) "اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں"۔ ارشاد فرمایا، "ہم نے تمہیں اللہ کی خوشنودی کے لئے آزاد کر دیا"۔

عربوں میں یہ ایک اچھی عادت ہے کہ جب انہیں غصہ آتا ہے، یا آپس میں بحث وتکرار کرتے ہیں، ان میں جو سمجھدار ہوتا ہے وہ دوسرے سے کہتا ہے، صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ! اللہ کے رسول پر درود پڑھو۔ دوسرا غصے کے باوجود ایمانی جذبے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بنا پر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ...... پڑھتا ہے۔ بس اتنا کہنے کی دیر ہوتی ہے، کہ اس کا غصہ ختم ہو جاتا ہے۔ روایات میں ہے جب کسی کو غصہ آجائے، تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھیں۔ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر بیٹھا ہو تو کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح وضوء کرنے کی ترغیب بھی آئی ہے۔

امام ابو یوسف کا فہم وفراست

ابو منصور نے اپنی بیوی سے غصہ میں کہا، کہ "اگر تو میری سلطنت وحکومت سے نہ نکلی تو تمہیں طلاق ہے"۔ بعد میں منصور اس پر کافی پریشان ہوا۔ اس لئے کہ منصور کی سلطنت سے نکلنے کے لئے ہر طرف ایک ایک ماہ کی مسافت تھی۔ اور بیوی کو کسی حال میں دوسروں کی سپردگی میں دے کر سلطنت سے نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ معمہ جب امام ابو یوسفؒ کے سامنے پیش کیا گیا، تو انہوں نے اس کا حل یوں نکالا کہ "بیوی کو کہو کہ مسجد چلی جائے۔ مسجد وہ قطعہ ہے جس پر منصور کا تسلط اور حکومت نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ کا گھر ہے اور اللہ کے گھر پر کسی کا تسلط نہیں ہوتا"۔ اس طرح اسے اس گھمبیر اور سخت مسئلے سے نجات ملی۔

مسلم ریاستیں فحاشی کی لپیٹ میں

فحاشی کا ایک طوفان برپا ہے عورتیں گھر کے بجائے بازاروں اور دفتروں کی زینت بنتی جارہی ہیں، سرکاری دفاتر میں مخلوط نظام ہے۔ اب تو یہود وہنود اسی بات کے درپے ہیں کہ عورتوں کو چار دیواریوں سے نکالا جائے۔ اس مقصد کیلئے وہ اربوں روپے خرچ کررہے ہیں اور عورتوں کے حقوق کا واویلا مچا کر عورتوں کے حقوق کا استحصال کررہے ہیں۔

فحاشی کے اس طوفان بلا خیز نے مسلمانوں کے مقدس مقامات کو بھی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ مثلاً بیت المقدس کے بازار میں آپ جس طرف بھی جاتے ہیں، عورت ہی عورت نظر آئے گی، بازار سے سودا سلف عورتیں لے جاتی ہیں۔ کالج اور یونیورسٹی کی لڑکیاں اس قدر عیاش اور فحاش ہوتی ہیں کہ وہ مرد حجام سے سر کے بال بنواتی ہیں، اور لباس و پوشاک بالکل تنگ اور نیم عریاں ہوتی ہے۔ ہر لحاظ سے انھوں نے فرنگیوں کا رنگ ڈھنگ اختیار کیا ہے، اور مغرب کی اندھی تقلید ان کا مقدر بن گیا ہے۔ یہ جو کچھ میں آپ کے سامنے بیان کررہا ہوں یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ آنکھوں دیکھا حال بیان کررہا ہوں۔

فحاشی اور عریانی کے حوالے سے ہمارے ملک کی حالت دیکھیں۔ یہ ملک اسلام اور لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے نام پر قائم ہوا لیکن آج معاملہ بالکل مختلف ہے، پشاور، اسلام آباد، لاہور، اور کراچی میں عورتوں کی آزادی، فحاشی اور عریانی کو دیکھ کر یہ تصور نہیں کیا جاسکتا، کہ یہ وہی ملک ہے جس کی آزادی کے وقت مسلمانان ہند یہ نعرے لگاتے۔ ''پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ''

ہماری خواہش ہے کہ تمام عالم اسلام میں اسلامی نظام نافذ ہو۔ جس کی بدولت پردے کا اہتمام ہو جائے، اور یہ فحاشی و عریانی ختم ہو جائے۔ جس طرح امارت اسلامیہ افغانستان نے مثال قائم کی۔ سوال پیدا نہیں ہوسکتا کہ کوئی عورت طالبان کی حکومت میں بغیر پردے کے گھر سے نکل جاتی۔ جب عورت کے لئے پردہ ضروری قرار دیا جائے۔ تو فحاشی کہاں سے پھیلے گی۔

صحابہ کی شادیاں اور ہمارا طرز عمل

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کی خوشبو کے آثار دیکھے، تو پوچھا کہ "یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، کہ "یا رسول اللہ! میں نے ایک انصاری خاتون سے شادی کر لی ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کتنا مہر مقرر کیا ہے"؟ وہ کہنے لگے، "عَلٰی وَزْنِ نَوَاۃٍ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، ولیمہ کر لو اگرچہ ایک بکری ہی ہو"۔ (صحیح بخاری ۲۹۲۷)

بخاری کی اس روایت سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اور ہماری شادیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آج کی شادیوں میں جو رسمیں مروج ہیں کیا ایسی رسمیں ہمیں عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شادی میں ملتی ہیں؟ دین تو آسان ہے لیکن یہ مشکلات ہم نے اپنے لئے پیدا کی ہیں۔ شادیوں میں ان رسموں پر لاکھوں روپے خرچ کرنے سے ہمیں کیا فائدہ؟ اگر اس کے بجائے ہم سنت کے مطابق شادی کریں، تو ثواب بھی اور بچت بھی۔ یعنی ہم خرما ہم ثواب۔

☆☆☆

شخصی آزادی اور فکری غلامی

آزادی ایک بڑی نعمت ہے، جو قومیں آزاد ہوتی ہیں، ان کی فکری صلاحیتیں بھی آزاد ہوتی ہیں۔ اہل پاکستان نے آزادی حاصل کی لیکن افسوس کہ ابتداء سے آج تک ہم فکری غلام ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت یعنی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو اس قوم کے بعض لوگوں نے جو کردار ادا کیا وہ غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتا تھا۔

تقسیم ہند کے وقت ہم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے کافیہ پڑھ رہے تھے۔ اکوڑہ خٹک کے ہندو اور سکھ باشندوں کو ہندوستان پہنچانے کے لیے سرکاری طور پر بندوبست کیا گیا۔ یہاں ان کے گھروں پر لوگوں نے ہلہ بول دیا۔ اور ان کے گھروں اور دکانوں سے سامان لوٹ کر اپنے گھروں کو لے جا رہے تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر رونے لگے اور فرمایا کہ یہ لوگ انتہائی ظلم کر رہے ہیں"۔ حضرت تو ایک دور اندیش انسان تھے۔ ان کی نگاہیں مسلمانان ہند کی طرف متوجہ تھیں کہ یہاں پاکستان میں لوگ ان ہندو اور سکھوں پر ظلم وستم کرتے ہیں، تو وہاں ہندوستان میں وہ لوگ اس کے بدلے میں مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کریں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہاں ہندوستان میں مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنے۔ مسلمانوں کی عورتوں پر سکھوں نے قبضہ کیا۔ بہت سی عورتیں آج بھی اس ملک کی آزادی کی خاطر سکھوں اور ہندوؤں کی ملکیت میں ہیں۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی کے

اللہ سے مانگنا چاہیے۔ جو لوگ اللہ سے مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں تو صریح ارشاد ہے (أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ) یعنی ''مانگنے والا جب مجھ سے مانگتا ہے، تو میں قبول کرتا ہوں''۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ''اللہ تعالیٰ ایسا جواد ہے کہ دعا گو بندے کے ہاتھ خالی پھیرنے سے اسے شرم آتی ہے''۔ بالخصوص سحری کے وقت ضرور اٹھنا چاہیے، اس وقت کی فضیلت روایات سے ثابت ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں ''کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے۔ کہ اس کی بخشش کروں؟ کوئی رزق طلب کرنے والا ہے کہ اس کو رزق دوں؟ کوئی سوال کرنے والا ہے کہ اس کا سوال قبول کروں؟'' گویا اس وقت اگر انسان اللہ سے مانگے تو اس کی بخشش ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے غلطی کے بعد جب باپ کے سامنے معذرت کی۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا، (سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي) ''قریب ہے کہ میں اپنے رب سے آپ کے لئے بخشش طلب کروں''۔ مفسرین نے یہاں یہ نکتہ لکھا ہے کہ ''حضرت یعقوب علیہ السلام سحری کا وقت بتا رہے تھے، کہ میں سحری کے وقت آپ کی بخشش کے لئے دعا کروں گا''۔

ہمارے اکابر و اسلاف کا یہی طریقہ کار تھا کہ وہ سحری کے وقت اٹھتے اور تہجد پڑھ لیتے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے ساتھ میں نے کئی اسفار کیے ہیں، جس سفر میں حضرت کے ساتھ گیا ہوں، تو میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے، کہ حضرت آدھی رات کے بعد مصلے پر بیٹھ کر تہجد پڑھتے اور وظائف کرتے رہتے تھے۔ دعا کی حالت میں زار و قطار روتے تھے۔

علم کے ساتھ عمل کی ضرورت

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق ہیں۔ جس میں چھینک کا جواب دینا بھی شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے۔ ان کے جواب میں کہا جاتا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ فرماتے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔

مذکورہ طریقہ سنت عمل ہے۔ عجمی لوگ چھینکتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے اور نہ ہی یَرْحَمُکَ اللّٰہُ بلکہ خاموش رہتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے، جو چھینکتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں اور سامعین یَرْحَمُکَ اللّٰہ سے جواب دیں۔

چھینک کا جواب نہ دینے پر عرب زیادہ غصہ ہوتے ہیں۔ وہ اکثر ہمیں کہا کرتے تھے کہ آپ کے لوگ صُمٌّ بُکْمٌ ہیں۔ ہم چھینکتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے ہیں اور وہ کچھ جواب نہیں دیتے۔

صرف عوام نہیں بلکہ بعض اہل علم حضرات بھی چھینک کا جواب نہیں دیتے۔ لہٰذا یہ بات خوب ذہن نشین کرلیں، کہ اس علم کو صرف سیکھنے کی حد تک نہ پڑھیں بلکہ اس پر عمل کریں، اور یہ عادت بنائیں کہ جب خود چھینکیں ہو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہیں۔ اور جب دوسرا ساتھی چھینکے تو اس کا جواب یَرْحَمُکَ اللّٰہ سے دے دیں۔ عمل کرنے کی بات صرف یہی ایک روایت کی حد تک نہیں۔ بلکہ جو روایات اور جو علوم آپ پڑھتے ہیں اس پر عمل کریں۔ علم کے لئے عمل بہت ضروری ہے۔ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں ”قول وعمل سے پہلے علم“ کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔ اس سے امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ علم شرط ہے

قول وعمل کی درستگی کیلئے۔ علم کے بغیر نہ قول کا اعتبار کیا جا سکتا ہے نہ عمل کا۔ اور عمل کے بغیر علم کو علم ہی نہیں تصور کیا جا سکتا۔ جیسا کہ یہود کے علماء کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ،لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ''کاش کہ وہ جانتے''۔ ان کے جاننے کو نہ جاننے سے کیوں تعبیر کیا گیا۔ اس وجہ سے کہ وہ عمل نہیں کرتے تھے۔ اس لیے آپ جو کچھ پڑھتے ہیں اس کو عملی زندگی میں لائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ایک اعرابی کی التجاء

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں شامل کتاب سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ عتبی کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ایک اعرابی آئے' روضہ مبارکہ پر درود وسلام پیش کیا "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" اس کے بعد فرمایا :سَمِعْتُ اللّٰہَ یَقُوْلُ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً رَّحِیْماً .وَقَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِراً (میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' آپ کے پاس آجائیں اپنے لئے بخشش مانگیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ان کے لیے بخشش مانگے' تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں اور تحقیق میں آپ کے پاس آیا ہوں' بخشش طلب کرنے والا)

اس اعرابی نے اس درخواست اور التجا کے بعد یہ اشعار سنائے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِھِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

نفسی الفداءُ لقبرٍ أنتَ ساکنُہُ
فیہِ العفافُ وفیہِ الجودُ والکرمُ

(ابن کثیر جزء ا ص/ ۶۲۹، مکتبہ حقانیہ)

نمبرا: اے زمین میں مدفون ہونے والوں میں سے سب سے بہتر جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے عمدہ ہو گئے۔

نمبر ۲: میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ آرام فرما ہیں۔ اس میں پاکیزگی، سخاوت اور کرم ہے۔

عتبی کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہ اعرابی روانہ ہوئے، رات کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو فرمایا کہ جا کر اس اعرابی کو خبر دو کہ اس کے گناہ معاف ہوئے۔

اہل علم کی قدر دانی

میں جس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھ رہا تھا تو ایک دن میں بیمار تھا اور درسگاہ کو نہیں جا سکا۔ بعض طلباء درس کے بعد میرے پاس آئے اور مجھے کہا کہ آج آپ نہیں آئے تھے اور کسی نے بورڈ پر یہ عبارت لکھی ہے

الحمّادُ بنُ ابیْ سُلَیْمانَ بلّغَ اَبَا حنیفۃَ المُشرکَ اَنَا بَرِیٌٔ مِنْہُ

میری طبیعت ویسی خراب تھی اور اس واقعہ کے بعد مزید خراب ہو گئی۔ صبح میں نے رئیس الجامعہ کے نام درخواست لکھی۔ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعاً اس وقت جامعہ کے رئیس تھے، بہت بڑے عالم اور سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے۔ میں نے درخواست میں لکھا کہ کل کسی نے بورڈ پر امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اس طرح کے نازیبا الفاظ لکھے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ چونکہ عالمی جامعہ ہے۔ دنیا کے اطراف واکناف سے طلباء یہاں آتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان باتوں پر سختی سے پابندی لگانی چاہیے۔ بہرحال ایک

طویل درخواست لکھ کر رئیس الجامعہ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کی خدمت اقدس میں پیش کی۔

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نابینا تھے۔ ان کے دو سیکرٹری تھے۔ جب وہ حضرت کو درخواست سناتے تو حضرت شیخؒ روتے اور استغفر اللہ، لاحول ولا قوۃ پڑھتے تھے۔ بہت پریشان ہوئے پھر ان نائبین سے کہا کہ اس درخواست پر مدیر کلیہ شرعیہ کو لکھیں کہ وہ اس واقعہ کی تحقیق کر لیں۔ میں نے کہا کہ یہ خط مجھے دے دیں۔ میں پہنچا دوں گا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ''أَنَا أُرْسِلَهٗ'' میں بھیج دوں گا۔ بعد میں اس خط کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ میں پھر مدیر کے پاس گیا لیکن خط کا کوئی سراغ معلوم نہ ہو سکا۔ میں دوبارہ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کے پاس گیا۔ اِس دن مجلس استشاری کا اجتماع تھا۔ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے باقاعدہ حکم جاری کیا کہ جامعہ کے تمام کلاسوں میں امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بیان کئے جائیں۔ چنانچہ اس دن جامعہ کی تمام کلاسوں میں تمام مشائخ نے امام صاحبؒ کے مناقب بیان کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کے دل میں امام ابوحنیفہؒ کی قدر تھی۔ وہ جانتے تھے کہ امام صاحبؒ بلند مرتبے کے مالک ہیں۔ ان کے عظیم مرتبے کا وہ دل سے احترام کرتے تھے۔ آج لوگ امام صاحبؒ پر لعن طعن کرتے ہیں یہ لوگ درحقیقت امام صاحبؒ کے مقام و مرتبت سے بے خبر ہیں۔ شاعر نے خوب کہا ہے:

قدر زر زرگر شناسد، قدر جوہر جوہری
قدر گل بلبل شناسد، قدر دلدل شاہ علی

حدی خوانی ایک قدیم روایت

دوران سفر بیت بازی اور رجزیہ اشعار پڑھنے کی بڑی قدیم روایت ہے۔ احادیث میں بعض اسفار و غزوات میں اشعار سنانے کی شہادتیں ملتی ہیں۔ غزوہ خیبر کے دوران حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوعؓ کے اشعار سنانے کا ذکر موجود ہے۔ کسی شخص نے سفر کے دوران ان سے فرمائش کی کہ اشعار سنائیں، چنانچہ وہ حدی خواں ہوئے اور اشعار گا کر سنانے لگے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَکَ مَا اَبْقَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا
وَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا اِنَّا اِذَا صِیْحَ بِنَا اَبَیْنَا
وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا (بخاری جلد۲ص ۶۰۳ قدیمی)

نمبر۱: اے اللہ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ تو ہم ہدایت پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔
نمبر۲: میری جان آپ پر فدا ہو جو ہم نے گناہ کیے ہے ان پر ہماری مغفرت فرما اور اگر دشمنوں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔
نمبر۳: ہم پر سکینہ نازل فرما جب ہمیں کسی ناحق بات کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کرتے ہیں اور انہوں نے چیخ کر ہم پر حملہ کیا اور ہمارے خلاف مدد طلب کی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حدی خوانی کے بارے میں دریافت کیا اور ان کا نام معلوم ہونے پر ان کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت انجشہؓ ایک مستقل حدی خواں تھے وہ اتنے سحر انگیز آواز کے مالک تھے کہ اونٹ اونٹنیاں اپنے قدموں پر قابو نہیں رکھ پاتی تھیں اور حدی خوانی تیز ہونے کیساتھ ان کی رفتار بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے آپ کو نصیحت کی کہ تیز آواز میں حدی خوانی نہ کرو۔ اور اپنے آبگینوں کا خیال رکھو۔[ویحك یا نجشة ! سوقك بالقواریر (بخاری)]
دوران سفر اشعار سنانے سے سفر کی سختیاں آسان ہو جاتی ہیں اور طویل فاصلہ بہت جلد طے ہو جاتا ہے۔ سفر کے دوران میرا [شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ] ذاتی معمول یہی رہا۔

شہداء کی حرکات وسکنات

جو لوگ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنی جانوں کی قربانیاں دیتے ہیں یہی لوگ اللہ کے نزدیک بہت زیادہ پسندیدہ ہیں۔ ان کی حرکات وسکنات اللہ کو بہت پسند ہیں۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ شہداء کی ان حرکات وسکنات کو فضاء میں قائم دائم رکھتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں

آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

افغانستان پر امریکہ نے جب حملہ کیا تو خوست میں مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ کا مدرسہ تھا۔ رمضان المبارک میں طلبہ قرآن پڑھنے کیلئے جمع ہوئے تھے۔ جس دن انہوں نے قرآن ختم کیا تو امریکہ کے فوجیوں نے ان پر بمباری کی اور ان کو شہید کر دیا گیا۔ میں اس علاقے میں گیا' وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا' ہم رات کے وقت ان شہید طلباء کی تلاوت کی آوازوں کو سنتے ہیں۔ جس وقت میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھتا تھا تو ہمارے ساتھی بدر جانے کا پروگرام بناتے اور مجھے کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ آپ جائیں گے اور ہمیں بدر کے میدان میں جنگ بدر کا تفصیلی واقعہ بیان کرینگے۔ بہت مزہ آتا ہے جب بندہ وہاں اسی میدان پر وہی تاریخی واقعہ بیان کرتا ہے۔ ع قصہ زمین بر سر زمین

میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس اتنے پیسے ہوں جس سے ان طلباء کو وہاں لے جاؤں اور ان مقامات پر یہ تاریخی واقعات بیان کروں' بدر کا واقعہ میدان بدر میں' احد کی غزاء احد کی پہاڑی پر' طائف کا واقعہ طائف میں اور حنین کا حنین میں بیان کروں۔ وہاں ان واقعات کا بیان کرنا نہایت موثر ہوتا ہے۔

بدر میں جب ہم ان تاریخی واقعات کو بیان کرتے' تو وہاں کے لوگ ہمیں کہتے تھے کہ غزوہ بدر کے وقت تلواروں اور تیروں کی ان آوازوں کو ہم رات کے وقت کبھی کبھار سنتے ہیں' تو مطلب یہ ہے کہ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا کے مصداق اللہ تعالیٰ ان شہداء کی حرکات وسکنات کو فضاء میں قائم ودائم رکھتے ہیں۔

کشف ایک فراست اور نورانی بصیرت

کشف ایک فراست اور نورانی بصیرت ہے' جن بزرگان دین کے سینے زیادہ سے زیادہ عبادت وریاضت کی وجہ سے پاک ہوجائیں' ان کو معنوی چیزیں نظر آتی ہیں' جو چیزیں آپ

سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے ہیں، وہ یہی عارفین دل کی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔
شاعر کہتا ہے:

قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ لَهَا عُيُوْنٌ
يَرٰى مَالَا يَرَاهُ النَّاظِرُوْنَ
وَأَجْنِحَةٌ تَطِيْرُ بِلَا رِيَاشٍ
اِلٰى مَلَكُوْتِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نمبرا: اولیاء اللہ کے دلوں کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں جس کے ذریعے وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جس کو (ظاہری آنکھ سے) دیکھنے والے نہیں دیکھ سکتے۔

نمبر۲: وہ رب العالمین کی بادشاہت کی طرف ایسے بازوؤں کے ذریعے سے اڑتے ہیں جس کے "پر" نہیں ہوتے۔

پشتو کے معروف اور مشہور شاعر رحمان بابا فرماتے ہیں:

پہ یو قدم چی تر عرشہ پوری رسی
مالیدلے دے رفتار د درویشانو

جو لوگ علم تصوف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور طہارت وتزکیہ کے درجات عالیہ پر پہنچ جاتے ہیں، تو پھر یہی لوگ صاحب کشف وکرامت بنتے ہیں۔ ابراہیم ابن ادھم ایک بہت بڑے بادشاہ تھے۔ ایک دن ایک مجذوب ان کے پاس آیا اور آ کر سیدھا ان کے تخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیسے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مسافر ہوں۔ رات گزارنے کے لئے آیا ہوں۔ ابراہیم ابن ادھم نے کہا کہ یہ مسافر خانہ نہیں ہے۔ یہ تو شاہی تخت ہے، آپ دیکھتے نہیں۔ یہ تمام وزراء اور درباری کھڑے ہیں۔ آپ تو مجھے پاگل نظر آ رہے ہیں۔ مجذوب نے کہا، پاگل تو نہیں ہوں، البتہ ایک سوال پوچھتا ہوں، بادشاہ نے کہا پوچھ لیں، مجذوب نے کہا کہ آپ سے پہلے اس تخت پر کون تھے۔ اس نے کہا کہ میرے باپ دادا۔ مجذوب نے پوچھا۔ آپ کے بعد کون ہوں گے؟ اس نے کہا کہ میرے بیٹے اور پوتے۔ مجذوب نے کہا کہ بس یہی مسافر خانہ ہے۔

ابراہیم بن ادھم کے دل پر اس بات کا اثر ہوا۔ وہ علم تصوف اور تزکیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صاحب کشف و کرامت بن گئے۔ ان کی کشف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ طالب علم کے عظیم المرتبت ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ طالب علم جس راستے سے گزرتا ہے اس پر میں رحمتوں کی بارش دیکھتا ہوں۔

مکہ مکرمہ میں ایک عالم کو میں نے خود دیکھا جو صاحب کشف تھے۔ میرے ایک دوست مولانا سعد الدین صاحب' مردان کے رہنے والے تھے' میرے ساتھ اس عالم دین کی ملاقات کیلئے اکثر جاتے تھے۔ یہ عالم ہزارہ کے رہنے والے تھے' وہاں حج کے لئے آئے تھے' ہم روزانہ ان کے ساتھ بیٹھتے۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ آج میں نے ملتزم میں خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے اللہ اس غربت و افلاس میں ایک ایک روپیہ جمع کر کے یہاں حج کیلئے آیا ہوں' پھر کیا پتہ یہاں آنے کا موقع ملے یا نہیں؟ اے اللہ! مجھے کوئی نشانی دکھا دیں کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا حج قبول ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نشانی دکھا دی۔ میں نے مجبور کیا کہ مجھے بتائیں کہ وہ کون سی نشانی ہے؟ بہت زیادہ رو رہے تھے' اور کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم کہ وہ ذات رب البیت العتیق ہے اور وہ نشانی یہ ہے کہ مجھے خانہ کعبہ پر رحمتوں کی بارش نظر آرہی ہے۔ وہ عالم جس وقت یہ بیان کر رہے تھے تو ہم خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں بیٹھے تھے' ہمیں معلوم ہوا کہ یہ عالم صاحب کشف و کرامت ہیں۔

قرآن فہمی کے لئے عربی اشعار کا ذوق اور ضرورت

طلبہ کو چاہیے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ اشعار زبانی یاد ہوں۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے اور انکی معانی میں بطور استشہاد پیش کرنے کیلئے اشعار کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔

عَلَيْكُمْ بِدَوَاوِيْنِ الْعَرَبِ شِعْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ فِيْهِ تَفْسِيْرَ كِتَابِكُمْ وَمَعَانِي كَلَامِكُمْ

" اشعار جاہلیت سے تعلق قائم رکھو اس لئے کہ اس میں تمہاری کتاب

کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معنی ملتے ہیں“

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

إِذَا أَعْيَاكُمْ تَفْسِيرُ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَاطْلُبُوْهُ فِي الشِّعْرِ فَإِنَّهُ دِيْوَانُ الْعَرَبِ“

”جب قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں تمہیں اشکال پیش آئے تو اسکا معنی شعر میں تلاش کرو کیونکہ وہ عرب کا دیوان اور معیار ہے۔“

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا ”کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعر پڑھا کرتے تھے“ فرمایا جب گھر میں داخل ہوتے تو کبھی یہ شعر پڑھتے“

سَتُبْدِيْ لَكَ الْأَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلاً
وَيَأْتِيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

”جس چیز سے تم جاہل ہو زمانہ تمہارے لئے وہ ظاہر کرے گا“ اور جس کو زادِ راہ دے کہ تم نے نہیں بھیجا وہ خبریں لے کر آئیگا۔

حضرت عائشہ الصدیقہ فرماتی ہے: رَوُّوا أَوْلَادَكُمْ الشِّعْرَ تَعْذُبْ أَلْسِنَتُهُمْ

”اپنے بچوں کو اشعار سکھاؤ تا کہ ان کا کلام شیریں ہو جائے“

وعلی کل حال مذکورہ مصروفیات کے پیش نظر طلبہ کو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اشعار ازبر ہونے چاہیے تا کہ وہ قرآن وحدیث کی معانی میں بطور استشہاد پیش کر سکیں۔ لیکن افسوس کہ آج کے طالبعلموں کو ہزاروں تو درکنار سینکڑوں اشعار بھی یاد نہیں ہیں۔ اگر کسی طالبعلم سے پوچھا جائے کہ حماسہ یا سبع المعلقہ کا ایک شعر سنا دو تو وہ گونگے کی طرح جواب بھی نہیں دے سکے گا۔

علماء کیلئے اہل ثروت سے استغنا

علماء کو دنیا واروں سے استغنا کرنا چاہیے۔ استغنا ایک اہم وصف ہے جو اہل علم مالداروں اور حکمرانوں کی چاپلوسی کرتے ہیں' پھر یہی حکمران ان ہی علماء کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرتے ہیں' تاریخ دیکھ لیں' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دین کو ان ہی پیٹ پرست مولویوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ دین میں بگاڑ پیدا کرنے والے ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں......

وَمَا أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ

وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

''دین کو نہیں بگاڑا مگر بادشاہوں نے اور علماء سوء نے''

جو علماء حق ہیں' وہ غیر اللہ سے استغناء کرتے ہیں' وہ اہل ثروت کی چاپلوسی نہیں کرتے' اور نہ ہی ان کے تحفے تحائف قبول کرتے ہیں' قرات کے مشہور امام علامہ شاطبیؒ کو بادشاہ وقت نے اپنے پاس بلوانے کے لئے پیغام بھیجا' انہوں نے اپنے ایک شاگرد کے ذریعے جواب دیا کہ جب کوئی فقیہ تمہارے دروازے پر جانے لگے تو اسمیں کوئی بھلائی باقی نہیں رہتی۔ امام ابو حنیفہؒ سے گورنر عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا کہ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں' آپ کیوں تشریف نہیں لاتے؟ فرمایا اس لئے کہ اگر تو مجھے قریب کرے گا تو مجھے فتنے میں مبتلا کرے گا۔ اور میں کیوں آپ کے پاس آؤں؟ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے غنی کیا

ہے جس نے تجھے غنی کیا ہے۔؟

امام ابوحازمؒ بڑے عالم اور قاضی تھے' مدینہ کے امیرالمومنین سلیمان بن عبدالملک نے ان کے لئے دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی ان کے خرچ کیلئے بھیجی' لیکن ابوحازم نے یہ تھیلی واپس بھیج دی اور ساتھ ہی یہ تحریر لکھ کر بھیجی کہ "جس چیز کو میں آپ کے لئے پسند نہیں کرتا اپنے لئے کیسے پسند کروں؟"

مولانا احمد علی لاہوریؒ کو پنجاب کے گورنر نے دعوت دی کہ "میرے بیٹے کا نکاح آپ پڑھائیں" مولانا صاحب نے فرمایا کہ "میں یہ دعوت قبول کروں گا لیکن چند شرائط کے ساتھ" گورنر نے پوچھا "کونسی شرائط؟" فرمایا "میں تانگے میں آؤں گا کوئی گاڑی وغیرہ نہیں بھجوانا۔ کوئی تحفے تحائف قبول نہیں کروں گا۔ فیس نہیں لوں گا۔" گورنر پھر کیا کر سکتا تھا۔ مجبوراً مولانا صاحب کی بات کو تسلیم کرنا پڑا۔ لاہور میں اور بھی بہت سے علماء تھے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کو گورنر کیوں بلواتے؟ اپنے بیٹے کا نکاح اس سے کیوں کرواتے؟ کیونکہ وہ ایک ایسے عالم تھے جنہوں نے دنیا اور دنیاداروں کو لات ماری اور وہی دنیا اور دنیاداری خود آ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

شیخ عبدالمحسن العباد ہمارے (مولانا شیر علی شاہ مدظلہ) فقہ کے استاد تھے' جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھاتے تھے۔ جامعہ کے نائب رئیس بھی تھے' بہت ذہین اور قابل عالم دین تھے' دنیا سے ان کو معمولی رغبت بھی نہ تھی۔ ایک دفعہ ملک فہد نے ان کو سات لاکھ ریال بطور انعام بھیج دیئے۔ انہوں نے وہ واپس کئے اور کہا کہ میرا گزارا تنخواہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

سوتے وقت چراغ بند کرنے کا فلسفہ

احادیث میں جو کچھ ہے وہ صحیح اور برحق ہیں اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ تجربات کرنے کی ضرورت نہیں جن لوگوں نے احادیث کی وعیدات پر تجربات کیے ہیں۔انہوں نے اس کی سزا بھگتی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ رات کو سوتے وقت چراغ بجھا دیں' جو لوگ اس کو حقیقت تسلیم نہیں کرتے اور چراغ نہیں بجھاتے' انہوں نے کئی نقصانات دیکھیں' ہمارے استاد حضرت مولانا عبدالغفورؒ جو دارالعلوم حقانیہ کے صدر مدرس اور مفتی کفایت اللہ صاحب کے مایہ ناز شاگرد تھے' فرماتے تھے کہ دہلی میں ایک گھر میں شادی تھی' گھر کے مالک کو ہم نے کہا کہ رات سونے سے پہلے بلب بند کریں' انہوں نے استہزا کیا اور کہا کہ یہ تو چراغ نہیں کہ بجھا دوں' بلب ہے لگا رہے گا۔ چنانچہ رات کو بجلی زیادہ ہوئی اور بلب پھٹ گیا۔ بلب کے نیچے قالین تھا' بلب کا ٹکڑا قالین پر پڑا اور وہ جل کر راکھ ہو گئی۔

میرے ساتھ خود مدینہ منورہ میں ایسا واقعہ پیش آیا' میں رات کے وقت خط لکھ رہا تھا کہ اچانک بلب پھٹ گیا' اس کے ٹکڑے نیچے قالین اور چادروں پر پڑے۔ اور آگ لگ گئی میں نے اٹھ کر آگ بجھائی۔ اور معاملہ خیر ہوا۔

بہرحال رات کو سوتے وقت بلب' چراغ اور گیس کے آلات بند کرنے چاہیے کیونکہ اس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

حسن خاتمہ کی علامت

بعض خوش قسمت لوگ مرض الموت اور حالت نزع میں منہ سے ایسی بات نکالتے ہیں، جس سے ان کے حسن خاتمہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حسن بصریؒ پر جب نزع کی حالت طاری ہوئی تو شاگردوں نے ان کو آواز دی، جب وہ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ آپ نے مجھے باغات اور چشموں سے بیدار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حالت نزع میں باغات اور چشموں کو دیکھنا سعادت، خوش نصیبی اور حسن خاتمہ کی دلیل ہے۔

میرے ایک دوست تھے، جن کا نام تھا مصطفیٰ حسن۔ وہ چار سال میرے ساتھ مدینہ منورہ میں رہے۔ علاقہ چھچھ میں حمید گاؤں کے رہنے والے تھے۔ جب وہاں سے فارغ ہوئے تو میں نے دارالعلوم حقانیہ میں ان کی بات کی وہ یہاں آئے، لیکن بعد میں وہ بیمار ہوئے اور واپس چلے گئے۔ مرض الموت میں بیوی سے کہا کہ مجھے مدینہ منورہ کا ویزا لگ گیا ہے، میرا پاسپورٹ لے آئیں۔ بیوی پاسپورٹ ڈھونڈ کر لائی تو انہوں نے کہا کہ دیکھیں پاسپورٹ پر مدینہ منورہ کا ویزا لگ گیا ہے۔ اس کے بعد کہا آپ مدینہ کی کھجوریں کیوں نہیں کھاتی اور اسی حالت میں ان کی روح جسد عنصری سے پرواز کرگئی۔

حافظ الحدیث علامہ درخواستیؒ کو حالت نزع میں ڈاکٹر نے کہا کہ اس کے دل نے کام چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے ڈاکٹر کو جواب دیتے ہوئے فرمایا دیوانے! میں تو ابھی بھی دو حدیثیں سنا سکتا ہوں، پھر دو احادیث سنادی اور اس کے بعد فوت ہوئے، نزع کی حالت میں زبان پر ایسے مبارک کلمات کا جاری ہونا حسن خاتمہ کی علامت ہے۔

دستار بندی کے نام پر فضول خرچی

دورہ حدیث کے طالب علموں کو جب آخری دو مہینے رہ جاتے ہیں تو ان دو مہینوں میں چاہیے تو یہ کہ طلبہ زیادہ سے زیادہ محنت کریں' کیونکہ اس کے بعد ان کا امتحان ہوگا۔ لیکن افسوس کہ آج کل طلبہ آخری دو مہینوں کو دستار بندی کی تیاری میں صرف کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ کارڈ بنواتے ہیں' مختلف قسم کے بڑے بڑے بینرز بنوا کر آویزاں کرواتے ہیں۔ ان چیزوں میں ہر طالب علم دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ دستار بندی کیلئے دور دراز سے لوگوں کو بلواتے ہیں' خاندان کے تمام افراد کے لئے بندوبست کرواتے ہیں' گویا اس کے دو مہینے دستار بندی کی نذر ہو جاتے ہیں۔

میں ذاتی طور پر ان چیزوں کا سخت مخالف ہوں۔ امتحان کے اس قیمتی وقت کو دستار بندی کی تیاری میں ضائع کرنا دانشمندی کی بات نہیں۔ جو وقت آپ اس بندوبست میں ضائع کرواتے ہیں' اس وقت کو مطالعہ میں صرف کریں اور جو رقم آپ اس دستار بندی پر خرچ کرتے ہیں اس پر اپنے لئے کتابیں خریدیں کیونکہ عالم کا اسلحہ کتاب ہے' اور بغیر اسلحہ کے کسی بھی میدان میں لڑنا ناکامی کا باعث بنتا ہے۔

☆☆☆

مکتوب بغداد از روضہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

(مولانا سید شیر علی شاہ صاحب کا ایک علمی مکتوب بنام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ جس سے اُن کے علمی ذوق کا اندازہ اور کتاب میں شامل کئی عنوانات کی تفصیلی وضاحت ہوسکتی ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدینۃ السلام بغداد ۲۵ ر رمضان المکرم ۱۳۸۶ھ

برادر محترم رفیق المکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زادکم اللہ تعالیٰ مجداوشرفاً،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کافی دن گزرنے کے بعد آج آپ سے تحریری ملاقات ومخاطبت کا شرف لطف حاصل کررہا ہوں۔ روزانہ کوئی موقعہ تلاش کرتا رہتا ہوں کہ آپکو وائف نامہ ارسال کروں مگر فرصت نہیں ملتی۔ بسوں میں دن رات سفر کرنے سے مسافر کو فرض نماز پڑھنے کا بمشکل موقع ملتا ہے اور اگر دو تین دن کے بعد کسی منزل میں رکنا بھی پڑتا ہے تو وہاں چند گھنٹے آرام اور پھر وہاں کے مشاہد اور قابل دید مقامات دیکھنے میں وقت صرف ہوجاتا ہے۔ آپ کسی بھی وقت میرے دل سے غائب نہیں اور

ع دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکالی دیکھ لی

کا معاملہ ہے، کسی نے خوب کہا ہے:

اذا وصف الناس اشواقھم فشوقی لوجھک لایوصف

واحسن من ھذا ماقال قائل وکانہ قال فی حقی

الشوق فوق الذی اشکوالیک وصل

تخفی علیک صباباتی واشواقی

یہ خط قطب العصر امام الاولیاء حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً کے روضہ سے لکھ رہا ہوں۔ بغداد کو میں ۲۱ ر رمضان المبارک کو بخیریت پہنچ گیا ہوں۔

امام ابویوسف اور امام کاظم کے مزارات:

دو دن کاظمین (جو بغداد کا ایک محلہ ہے اور یہاں سے تین چار میل دور ہے) کے ایک ہوٹل میں قیام رہا۔ وہاں شیعہ آباد ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کا ایک بہت بڑا مزار ہے جسکے مینار اور دروازے قبر کی جھالی تمام سونے کی ہیں۔ شیعہ مردوں وعورتوں کا وہاں ہر وقت ہجوم رہتا ہے اور قبر کے اردگرد طواف کرتے ہیں اس مزار کے قریب حضرت امام ابویوسفؒ کا مزار ہے جہاں احناف کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر میں اب تک ان کے روضہ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوسکا۔

امام ابوحنیفہ کا مزار اور فقہی قدر ومنزلت:

اپنے روحانی شیخ اور امام جنکی فقہ بچپن سے لیکر اب تک پڑھتے رہے اور انکی تقویٰ وفتویٰ، پختہ دلائل اور متعارضہ روایات میں عمدہ تطبیق اور دیگر علمی وعملی کارہائے نمایاں سے دل میں انکی عزت واحترام اور ان سے جو محبت تھی وہ ان کے مرقد مبارک کو جا کر اور زیادہ اور پختہ ہوئی۔ میں عشاء کی نماز کیلئے وہاں گیا۔ مگر جب پہنچا تو نماز ہوگئی تھی خادم کو کہا، تو اس نے مزار کا دروازہ کھولا۔ مسنون سلام اور دعا کی۔ فاتحہ و درود اور قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں

شیخ الحدیث کی شاگردی نے حنفیت پختہ کردی:

حضرت الاستاد شیخ الحدیث دامت برکاتہم کیلئے دل سے بے اختیار دعائیں نکلیں کہ انکی آغوش تربیت میں رہ کر اس صاحب روضہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قوی مسلک اور ٹھوس براہین کا علم ہوگیا ہے۔

روضۂ مبارکہ کی تفصیلات:

بحمد للہ امام الفقہاء کا روضہ بدعات ورسوم سے پاک ہے یہاں دیگر مزارات کے طرح مردوزن کا اختلاط نہیں اور نہ طواف کا ناجائز رسم اور نہ موم بتی جلانے کا رواج۔ قبرمبارک کے جال پر اللہ تعالیٰ کے ۹۹ اسماء حسنیٰ پیتل پر لکھے گئے ہیں ان کے نیچے یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم انمایخشی اللّٰه من عباده العلماء وقال رسول اللّٰهﷺ علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل وقال لوکان العلم بالثریالتناله رجالٌ من فارس .هذا مرقدالامام الاعظم والمجتهد الاقدم ابی حنیفة النعمان بن الثابت الکوفی کانت ولادته سنة ثمانین وفات رحمه اللّٰه ورضی عنه سنة خمسین ومأة وممافیه قیل۔

اذامـاالنـاس فقهـا قـايسونا	**بـآبـدةٍ من الفُتيـا ظـريفـه**
اتينـــام هـم بـمقيـاس عتيـد	**يصيـب من طـرازابـي حنيفهؒ**
يـذل لـه الـمتـائيـس حين يفتي	**ويـدهـش عنـده الحجج الضعيفه**
ولـم يقـس الامور علـى هـواه	**ولـكـن قـاسهـا بـتقـي وخيـفـه**
فـاوضـح لـلـخلائق مشكلاتٍ	**نـوازل كُنّ قـدتركت وقيـفـه**
روى الأثــارعـن نُبلٍ ثـقـاتٍ	**غــزارالعـلـم مشيـخـه حصيفه**
وانّ ابـاحـنيـفـه كـان بـحـراً	**بـعـيـدالـغـورفـرضـنة نـظيـفـه**

وقدجدّدالعمل بعداندراسه ومحوآثاره فی ظل جلالة ملیک البلاد العراقیة الملک العربی الهاشمی المعظم صاحب الجلالة سیدنا فیصل

بن الحسين ادام الله بالعز و السعادة ايامه و خلد الملک فيه و في عقبه الى يوم القيامة و كان ذالک في سنة سبع و اربعين و ثلثمائه و الف من الهجرة من له العز و الشرف من هجرة النبي العربي الهاشمي الكريم صلى الله عليه و على اله و صحبه و سلم.

یہ مبارک مرقد ایک کمرہ کے اندر ہے جسکی لمبائی چوڑائی بیس فٹ ہے یہ کمرہ ایک عظیم جامع مسجد کی جانب جنوب میں واقع ہے یہاں کا خطیب شیخ عبدالقادر ہے۔ دجلہ دریائے لنڈا سے چوڑائی میں کم ہے، دجلہ کے کنارے تفریح گاہیں، ہوٹل، باغات موجود ہیں۔

ابن حنبل امام محمد شبلی، کرخی سلمان فارسی کے قبور:

سنا ہے کہ بطل اسلام شیدائے کتاب وسنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور مجتہد اعظم حضرت امام محمدؒ کی قبور بھی دجلہ کے کنارے پر ہیں۔ قطب دوران شیخ شبلیؒ اور ابراھیم بن ادھم، امام کرخیؒ، حضرت سلمان فارسیؒ کے مزارات بھی یہاں سے کچھ فاصلے پر ہیں۔ مگر اب تک وہاں جانیکا موقع نہیں ملا۔ کاظمین میں دو دن تک قیام کے بعد یہاں محلہ باب الشیخ میں کرایہ کا ایک مکان مل گیا ہے ماہوار ایک دینار کرایہ ہے یہاں کا ایک دینار پاکستان کے بیس روپے بنتے ہیں۔ صاحب مکان ایک بلند اخلاق انسان ہے تراویح کے بعد جب میں اپنے مکان میں چلا گیا

ٹی وی پر مشائخ کی تقریریں:

جس کمرہ میں میرا قیام ہے وہاں الماری میں ٹیلی وژن پڑا ہوا ہے اس نے ٹیلیویژن لگایا اور کہا کہ آپ کو یہاں کے مشائخ کی تقریر سناتا ہوں چند سیکنڈ میں یہاں کے ایک مشہور عالم نے رمضان کے فضائل و برکات کا بیان شروع کیا جو سامنے ایسا نظر آتا تھا

گویا ہمارے ساتھ مخاطبہ کر رہا ہے، اس نے دوران تقریر میں شراب کی مذمت بیان کی اور شرعی نقطہ نگاہ سے اسکی قباحت بیان کی۔ پھر اس نے ایک ڈاکٹر سے جو اسکے ساتھ بیٹھا تھا جسمانی، اقتصادی خرابیاں جو شراب سے پیدا ہوتی ہیں دریافت کیں، اس نے مدلل طور پر اور انگریز ڈاکٹروں کے حوالے سے شراب نوشی کے مضرات بیان کئے۔ ٹیلیویژن کا یہ منظر اگرچہ تہران میں بھی دیکھا تھا مگر یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اسکے ذریعہ قرآن وحدیث کی کچھ اشاعت ہو رہی ہے۔ کاش ہمارے پاکستان میں بھی اسے دین کی اشاعت کیلئے استعمال کیا جائے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا مزار اور جالی پر تحریر:

کل یہاں عصر کی نماز کے بعد ایک مصری عالم نے غزوۂ بدر فتح مکہ کے حالات کو موثر انداز سے بیان کیا۔ حضرت الشیخ جیلانیؒ کی مسجد میں ہر وقت بہترین قاری اور جید مشائخ تبلیغ کرتے رہتے ہیں جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی رہتی ہے۔ یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ البتہ صبح کے وقت شوافع غلس میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور احناف اسفار میں حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار صبح اور عشاء کی نماز کے بعد کھلتا ہے ہزاروں لوگ زیارت کیلئے آتے رہتے ہیں مزار کے جالی پر اسماء حسنیٰ کے نیچے یہ عبارت درج ہے۔

انا من رجال لایخاف جلیسھم ریب الزمان ولایری مایُرھب
افلت شموس الاولین شمسنا ابداً علی افق العلی لاتغرب
علی بابنا اقف عند ضیق المناھج تفز بعلیّ القدر من ذی المعارج
این خوابگہ حضرت غوث الثقلین است نقد کمر حیدر و نسل حسنین است
مادرش حسینی نسب است و پدر او زاولاد حسین یعنی کریم الابوین است

یہاں کا ماحول علمی استفادہ کے لحاظ سے بہت اچھا ہے مصر کے مبلغین یہاں موجود ہیں۔ اور مختلف موضوعات پر بعد از نماز عصر و مغرب تقریریں کرتے ہیں یہاں باب الشیخ میں طلبہ علوم دینیہ کی بھی تربیت گاہ موجود ہے۔ شوق ہے کہ کسی وقت ان کے اسباق سن لوں۔ بغداد کے سنی حضرات بہت خوش خلق، نیک اور دیانت دار ہیں۔ شیعہ لوگ قدرتی طور پر بدخو اور سنگدل ہیں ایران میں دل ہر وقت تنگ رہتا تھا

کچھ ایران کے حالات:

وہاں تو ماسوائے زاہدان کسی بھی شہر میں حنفیوں کی مسجد تک موجود نہیں۔ زاہدان میں ایک بڑی جامع مسجد موجود ہے جسکے خطیب مولانا عبدالعزیز صاحب ہیں۔ تبلیغی جماعت کے دورہ پر پشاور بھی آتے ہیں اور ہمارے دارالعلوم حقانیہ سے آگاہ ہیں۔ بڑے عالم اور مبلغ ہیں۔ ایران کے ساحلی علاقہ پر بلوچ آباد ہیں۔ اور تمام حنفی ہیں جسطرح پاکستان میں بلوچستان ایک وسیع علاقہ ہے اسی طرح ایران میں بھی بلوچستان کا ایک بہت بڑا صوبہ ہے۔ ایران میں کھانے کی چیزیں بہت مہنگی ہیں یہاں عراق میں بہت سستی ہیں۔ وہاں صرف ظاہری صفائی، مکانات کی چمک دمک ہے

شیعہ غلو و افراط:

جہاں بھی جائیں "یاعلی" کی آوازیں سنیں گے۔ بس میں سفر کریں گے تو "یاعلی" کے نعرے، ریڈیو سے "یاعلی" بعض ہوٹلوں میں میں نے خود دیکھا ہے کہ علی کو اوپر لکھا گیا ہے اور اللہ کو نیچے۔ ہم جس بس پر تہران سے آئے اس میں ڈرائیور ہر وقت یہ ریکارڈ لگاتا تھا جس میں یہ شعر بھی تھا۔

علی اول علی آخر ھو الباطن ھو الظاھر   امامت راعلی والی نبوت راعلی والی

شیعہ باجماعت نماز نہیں پڑھتے ان کے نزدیک امامت حضرت زین العابدینؒ کے بعد ختم ہوگئی ہے اگر کسی شیعہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ کسی بچے کو کرسی پر بٹھا کر اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ بچہ معصوم ہے اور معصوم کے پیچھے انکی اقتداء صحیح ہے۔ ایران کی آبادی دو کروڑ پچاس لاکھ ہے جس میں صرف ۳۰ لاکھ سنی ہیں اور بیس لاکھ میں سے کچھ پادری، یہودی، آرین، بھائی، سکھ، گبرو ترسا وغیرہ موجود ہیں۔ باقی دو کروڑ شیعہ ہیں۔ یہاں تصویر پرستی، بت پرستی کا منظر ہر جگہ نمایاں ہے ہر چوک میں کسی نہ کسی بادشاہ یا وزیر کے مجسمے موجود ہیں حضرت آدمؑ اور حواؑ کے فوٹو ہر جگہ بکتے ہیں حضرت محمد ﷺ جب طائف میں تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے پتھر برسائے تو اس حالت کے فوٹو بھی ایران کے ہوٹلوں میں آویزاں ہیں ایک فوٹو ایسا بھی دیکھا کہ حضور ﷺ بیٹھے ہیں ان کے ایک طرف فاطمہؓ اور دوسری طرف حضرت حسنؓ اور حسینؓ بیٹھے ہیں۔ اور پیچھے حضرت جبرائیلؑ کھڑے ہیں یہاں دین کی بڑی بے ادبی ہو رہی ہے کتب فروش جو فٹ پاتھ پر ہوتے ہیں قرآن مجید کے نسخے زمین پر رکھتے ہیں یہاں معتبر ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ یہاں ایک شیعہ کی آخری حالت تھی اور اس کے احباب واقارب اسکی چارپائی کے اردگرد بیٹھے تھے ہر ایک اس قریب الموت کو کہتا آغا علی بگو، آغا علی بگو، تا جان بآسانی برآید، ان کی آذان بھی انوکھی قسم کی ہے اذان دیتے وقت ایک ہاتھ کان پر اور ایک ہاتھ میں سگریٹ، جب ایک کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو سگریٹ کا کش لگاتے ہیں اور اگر کوئی دوست آجائے تو موذن کو دوران اذان میں کہتا ہے آغا حال شما خوب است، موذن جواب دیتا ہے خیلے ممنون میرسی، میرسی غالباً فرانسیسی لفظ ہے جو ایران میں بہت رائج ہے

مشہد میں امام رضا کا مزار:

مشہد میں مشہور مزار حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ پر اگر کوئی آئے تو وہاں کئی مزدور کھڑے ہوئے ہیں اور ہر ایک زائر کو کہتے ہیں کہ میں آپکو سلام پڑھاؤں گا۔ خاص کلمات ہیں جو انہوں نے یاد کئے ہوئے ہیں ہم کو بھی کہا مگر ہم نے انکار کیا وہ کہنے لگا کہ تمہارا اسلام درست نہیں صرف چند ٹکوں کی خاطر وہ بہت غصہ ہوا۔

سنیوں کے ساتھ سلوک:

ایک سنی مشہد کے مزار میں گیا تو ایک شیعہ سلام خواں نے اس سے نام دریافت کیا اس نے کہا میرا نام محمد اشرف ہے وہ دلال بہت غصہ ہوا اور کہا کہ جو نام میں بتاؤں وہ رکھنا کہا غلام علی نام رکھدو۔ محمد اشرف نے کہا نہیں پھر کہا غلام حسین، غلام حسن، غلام رضا، محمد اشرف نے کہا کہ محمد اشرف نام پر مجھے فخر ہے۔ عام لوگ ایران کی بہت تعریفیں کرتے ہیں وہ بے چارے یہاں کی ظاہری دلفریبیوں کے شکار ہو جاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہاں پاکستان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے مگر جب کوئی پاکستانی وضو کرے یا نماز پڑھے تو پھر ہنستے ہیں۔ میر جادہ جو ایران کی سرحد ہے وہاں روزہ داروں کا جبراً روزہ تڑوایا جاتا ہے مجھے بھی وہاں کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ گولیاں کھاؤ میں نے کہا روزہ ہے کہنے لگا آپکو یہ دوائی کھانی ہوگی۔ ورنہ شام تک یہاں بیٹھے رہو گے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ زاہدان آکر معلوم ہوا کہ بہت سے حاجیوں کے روزے وہاں تڑوائے گئے ہیں۔

سبزوار کے ایک ہوٹل میں ایک شیعہ نے ہم سے پوچھا کہ شما مسلمان ہستید یا شیعہ، میں نے جواب دیا کہ شیعہ نزد شما مسلمان نیست؟ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر اس آدمی نے کچھ دیر بعد پوچھا کہ شما لعنت بر عمرؓ مے فرستید (العیاذ باللہ) ہم نے کہا اگر عمرؓ (خاکم

بدهن) مستحق لعنت بودے حضرت علی کرم اللہ وجہ دختر خود ام کلثومؓ را در عقد او چرا دادے۔ یعنی اگر حضرت عمرؓ لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علی کرم اللہ وجھہ اپنی بیٹی ام کلثوم کو ان کے عقد میں کیوں دیتے؟

مشہد، شیراز، کرمان، اھواز، آبادان، تبریز، تہران، قم، زاہداں، کرمان شاہ، اصفہان جسکو نصف جہاں کہتے ہیں دیکھنے کے قابل شہر ہیں ہم نے تو صرف سرسری نگاہ سے بعض شہر دیکھے پورے طور پر دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔

تہران بعض قابل تقلید باتیں:

سب سے زیادہ خوبصورت شہر تہران ہے۔ صاف ستھری سڑکیں، کشادہ راستے، ہوٹلوں میں مکمل صفائی، آرام دہ بسیں، سستے کرایہ پر چلنے والی بہترین کاریں، قابل تعریف ہیں۔ یہاں کا یہ امر بھی قابل تقلید ہے کہ ایرانیوں کے حقوق بہت محفوظ ہیں حالانکہ یہاں شہنشاہیت ہے مگر ایک چپڑاسی کو بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ پولیس کا بڑا سے بڑا افسر کسی ٹیکسی والے کو جبراً اپنی بیگار میں نہیں رکھ سکتا۔ ٹریفک کا انتظام بہت شاندار ہے یہاں ''بدست راست برو'' کا معاملہ ہے، دائیں طرف سے ٹریفک ہے۔ اور عراق میں بھی دائیں طرف کی ٹریفک ہے۔

مدرسہ قادریہ میں حقانیہ کے شاگرد سے ملاقات:

آج اتفاقاً یہاں کے مدرسہ القادریہ باب الشیخ کے دیکھنے کیلئے گیا عربی طلبہ سے بات چیت ہوئی ان سے معلوم ہوا کہ یہاں دو پاکستانی طلبہ ہیں وہاں جا کر ان سے ملاقات کی اس کمرے میں جامعہ ازھر کا ایک فاضل بھی بیٹھا تھا اس فاضل نے مجھ سے اردو میں پوچھا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں۔ میں نے کہا کہ پشاور کے ضلع میں اکوڑہ خٹک ایک

گاؤں ہے۔ وہاں کا رہنے والا ہوں اور وہاں ایک مذہبی ادارہ ہے اس کا ادنی مدرس ہوں اس نے کہا آپ کا نام شیر علی شاہ تو نہیں؟ میں نے کہا آپکو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ سے کافیہ پڑھا ہے اور دارالعلوم حقانیہ میں ایک سال استفادہ کر چکا ہوں۔ خوشی اس بات پر ہوئی کہ وہ جامعہ ازھر سے فارغ ہوا ہے اور بحمداللہ مسنون ڈاڑھی سے اس کا چہرہ مزین ہے یہ فاضل محمد لقمان ہزارہ کا باشندہ ہے اور وہاں اسکا نام کچھ اور تھا بعد میں تبدیل کیا ہے۔ اب یہاں عراق یونیورسٹی میں اسکو داخلہ کی اجازت دیدی گئی ہے۔

شیخ عبدالکریم الکردی:

پاکستانی طلبہ نے کہا کہ آؤ ہم آپکو اپنے ایک بزرگ سے ملاقات کرائیں، چنانچہ اسکے ساتھ ایک کمرہ میں داخل ہوئے دیکھا ایک معمر عالم ایک طالب العلم کو سیرۃ کی کتاب پڑھا رہا ہے۔ اس نے درس بند کیا۔ ہم نے کہا نہیں اپنا سبق پورا فرمائیں۔ وہ ان کو حضورﷺ کی تشریف آوری کا واقعہ بیان کر رہے تھے اور ناقہ کے اٹھنے بیٹھنے کا۔ اور مدینہ منورہ کی بچیوں اور بچوں کے استقبال کے اشعار تفصیل سے بیان کئے، درس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارا استاد ہے آپ سے ملنے کیلئے آیا ہے۔ کہا میں خود علماء کی زیارت کا مشتاق ہوں اور پھر فرمایا کہ زیارات اموات سے غرض موت کو یاد کرنا ہے۔ اور زیارت صلحاء وفقہاء سے اپنے آپکو روحانیت میں رنگنا ہے میں نے ان سے کہا کہ مدت سے بغداد دیکھنے کی تمنا تھی وہ خداوند قدوس نے پوری فرمائی۔

انسان کی تمناؤں میں ردوبدل:

فرمایا ہاں انسان کے مختلف اوقات میں مختلف تمنائیں ہوتی ہیں اور تبدل اطوار سے متمنیات بدلتے رہتے ہیں پہلے کسی عالم کی زیارت کی تمنا ہوتی ہے پھر آہستہ

آہستہ کسی عالم ربانی کی دید کی تمنا ہوتی ہے اور آخر جا کر یہ تمنا حضور اقدس ﷺ کی دید اور اللہ تعالیٰ کے دیدار حاصل ہونے سے ختم ہوگی۔ ازھر کے اس فاضل نے پوچھا کہ قبروں سے مرادیں مانگنا۔ ولی کو حاضر ناظر سمجھنا کیسا ہے اس نے فرمایا غلط ہے کفر ہے لا خالق الا اللہ، اور فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کو جو افضل خلق اللہ ہیں، قاضی الحاجات اور حاضر ناظر نہیں مانتے اوروں کو کیسے مانیں۔

تصوف اور عقیدوں میں اعتدال:

اور پھر فرمایا بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں مگر ہم تو وسط طریق پر ہیں ہم بزرگوں کی کرامات مانتے ہیں اور اس پر قرآن اور احادیث سے استشھادات بیان کیئے پھر طریقت کے فوائد بیان کئے میں نے کہا:

شریعت وطریقت کا باہمی نسبت:

دارالعلوم دیوبند کے ایک بہت بڑے عالم ربانی اور قطب دوراں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کسی نے پوچھا ما الفرق بین الشریعة والطریقة، توانہوں نے جواب دیا بینهما نسبة المخدومية والخادمية، یہ سن کر بہت خوش ہوئے

ذکر حقانیہ اور ربانی حقانیہ:

پھر مجھ سے پوچھا کہ مشغلہ کیا ہے میں نے کہا کہ علم دین کا ایک خادم اور دارالعلوم حقانیہ میں معمولی مدرس ہوں پھر دارالعلوم حقانیہ کے احوال وکوائف طلبہ کی تعداد، طرز تعلیم، مسلک، تاریخ تاسیس اور سالانہ مصارف کا پوچھا اور کہا کہ آمدنی کہاں سے ہے میں نے کہا کہ پاکستان کے مسلمان حسب استطاعت اعانت کرتے ہیں بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عوام کی خوش قسمتی ہے کہ انکی کمائی صحیح مصرف میں خرچ ہورہی ہے میں نے پھر ان سے کہا

کہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی اور مدیر خود ایک عالم ربانی ہیں اور علماء ربانیین سے بڑی محبت رکھتے ہیں آپ دارالعلوم حقانیہ اور اسکے بانی مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ وارا کین واساتذہ وطلبہ ومعاونین کیلئے دعائیں فرمائیں۔ چنانچہ اسی وقت درود اور فاتحہ پڑھ کر جامع ومانع دعا فرمائی اور حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب کا اسم گرامی لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ انکی حیاتِ طیبہ کو اشاعت دین میں صرف فرمادے اور دینی عزائم میں کامیابی بخشے۔ فرمانے لگے کہ اس دور میں علماء حقانی کا وجود مغتنمات میں سے ہے۔

امام احمد بن حنبل کا روضہ:

پھر میں نے ان سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں پر ہے تو شیخ عبدالکریم الکردی مدظلہ نے المناک لہجہ میں جواب دیا کہ ۱۳۵۰ھ میں اپنے استاد کے ہمراہ انکی زیارت کرنے کیلئے گیا تو ان کا روضہ دریائے دجلہ کے کنارے پر بہت بوسیدہ اور شکستہ حالت میں تھا انہوں نے وہاں کے باشندہ حضرات سے کہا کہ یا تو اسکے نیچے مضبوط دیوار اٹھائیں یا حکومت موجودہ آلات کے ذریعے اس روضہ کو کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کردیں۔ مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور افسوس وحسرت ہے کہ دجلہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے انکا روضہ دریا میں بہہ گیا۔ اور پھر فرمایا کہ یہ وہ شیخ تھے جن کے بارہ میں امام شافعیؒ جب یہاں سے جارہے تھے تو فرمایا تھا ماترکت فی بغداد افقه من احمد بن حنبل.

حذیفہ بن یمان کے روضہ کی نقل مکانی:

مزید انہوں نے بتایا کہ حذیفہ بن یمان صاحب اسرار رسول اللہ ﷺ کا روضہ بھی ان کے قریب تھا مگر جب حکومت کو امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بہہ جانے کا علم ہوا تو

حضرت حذیفہؓ کا مزار وہاں سے اٹھا کر حضرت سلمان فارسیؓ کے روضہ کے قریب انکو لایا گیا۔ جو یہاں سے تقریبا ایک گھنٹہ کے سفر پر دور ہے۔ یہاں بغداد میں مؤلف قدوری صاحب روح المعانی، شیخ شبلیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، معروف کرخیؒ، امام زین العابدین کے چار صاحبزادوں کے مزارات ہیں ابراہیم بن ادھم کا روضہ بھی یہاں ہے یہاں سے کربلا، نجف کو بس میں ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کوفہ بھی قریب ہے، بصرہ تک موٹر میں چھ گھنٹے کا راستہ ہے علماء کرام اور مشائخ بغداد سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔ شیخ کردی مدظلہ ایک بہت بڑے بزرگ اور علوم ظاہریہ، باطنیہ کے عالم ہیں۔ منطق و فلسفہ میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ رخصت ہوتے وقت انہوں نے فرمایا کہ آپ سے کسی وقت تفصیلی باتیں کروں گا میں نے کہا یہ تو میری سعادت ہوگی اور اس راستہ سے سفر کرنے کا ثمرہ ہوگا۔

اب عشاء کی اذان ہو رہی ہے ستائیسواں روزہ ہے یہاں روزہ منگل کا تھا، سندھی لوگوں کے ہجوم در ہجوم آرہے ہیں، ہر سندھی کے ساتھ دو عورتیں اور پانچ پانچ چھ چھ بچے ہوتے ہیں یہاں آکر بھیک مانگتے ہیں اس طرح شیعہ لوگ گلگت وغیرہ سے آکر یہاں بھیک مانگتے ہیں، جو پاکستان کیلئے بدنامی کا باعث ہے انکی وجہ سے دیگر حاجیوں کو سخت پریشانیاں درپیش ہیں سفارت خانے چلے جائیں تو سندھیوں کی لائنیں لگی ہوتی ہیں۔

فقط والسلام

شیر علی شاہ عفی عنہ

معرفت صوفی غلام حسین غوث اعظم دربار باب الشیخ بغداد

”مولانا شیر علی شاہ صاحب کی درسگاہ میں“

رسائل و جرائد اور اخبارات کی نظر میں

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن پر مختلف رسائل و جرائد اور اخبارات میں کافی تبصرے شائع ہوئے اُن تبصروں میں چیدہ چیدہ تبصرے ذیل میں دیئے جاتے ہیں تاکہ ایک یادداشت رہے اور کتاب کی ثقاہت کے لئے ایک سند رہے۔

ایک بہترین کتاب

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے مسندِ حقانیہ پر رونق افروز ہیں۔ جید عالم دین، لائق استاذ، قابل صدر شک مدرس، دیانت وامانت اور تقویٰ کی صفات سے مزین ہیں۔ جامعہ حقانیہ اور مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں، معروف عربی تفسیر ”تفسیر الحسن البصری“ اور کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں۔

جامعہ حقانیہ میں تشنگانِ علم حدیث کی پیاس بجھا رہے ہیں، درس کے دوران بعض باتیں ایسی ہو جاتی ہیں اور استاد ایسے لطائف و واقعات بیان کر جاتے ہیں۔ جن کا بظاہر تو درس و سبق سے تعلق ہوتا ہے مگر ان باتوں اور واقعات میں عامۃ المسلمین کے لئے بڑا سبق ہوتا ہے۔ جناب مولانا سعید الحق جدون صاحب نے انہی جواہر کو یکجا کر کے ایک لائق مطالعہ کتاب بنا دیا ہے۔ کتاب کی افادیت، عظمت، ثقاہت اور نافعیت کے لئے خود مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہم کا نام ہی کافی ہے تاہم مولانا سعید الحق صاحب کو دادِ تحسین نہ دینا بخل ہوگی۔ انہوں نے واقعی بہت محنت کی ہے۔ کتاب بہت دلچسپ اور اسلوب تحریر بہت اچھا ہے۔ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔　　(ماہنامہ ”القاسم“ نوشہرہ)

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؒ
استاد حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ایک علمی، تاریخی وادبی تحفہ

محترم مولانا سعید الحق جدونؔ ہمارے ان دوستوں میں سے ہیں جو کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ جب سے وہ دارالعلوم حقانیہ میں پڑھتے اس وقت سے وہ راقم الحروف سے مختلف امور پر مشورہ لیتے تھے۔ اور اپنی تحریروں اور کتابوں کو تصحیح کے لئے بندہ کے حوالہ کرتے۔ وہ اب تک تین کتابیں لکھ چکے ہیں۔ اب کی ایک کتاب "ہماری تعلیمی زبوں حالی۔۔۔ اسباب اور تدارک" پر پیش لفظ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ نے، دوسری کتاب "کشکول حکایات" پر پیش لفظ مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے، اور تیسری کتاب "زبان کی شرارتیں" پر پیش لفظ راقم الحروف نے قلمبند کی ہے۔ آج کی نشست میں ان کی چوتھی کتاب "حضرت مولانا شیر علی شاہ مدظلہ کی درسگاہ میں" پر اپنے تاثرات پیش خدمت ہیں۔

کتاب کے نام سے واضح ہے کہ یہ کتاب شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی دامت برکاتہم العالیہ کے ارشادات وملفوظات کا مجموعہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب کا نام گرامی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ دارالعلوم حقانیہ کے عظیم محدث ہونے کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی علمی قدآوری اور روحانی عظمت کا چرچا چار دانگ عالم میں ہے۔ وہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، والد مکرم صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم زرویؒ، حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ، امام الاولیاء مفتی محمد حسنؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، اور علامہ عبدالعزیز بن بازؒ جیسے اساطین علم کے شاگرد رہے۔ مفکر اسلام مفتی محمودؒ، شیر سرحد علامہ غلام غوث ہزارویؒ، شیخ الحدیث علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے جبال علم ومعرفت کی آغوش شفقت اور صحبت میں رہ چکے ہیں۔ ان عظیم علمی اور روحانی ہستیوں کی صحبت ورفاقت کی وجہ سے بہت سی

تاریخی چیزیں حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب کے ہاں محفوظ ہیں۔ یہی علمی اور تاریخی یادداشت امت کا بہترین اثاثہ ہے۔

اس کتاب میں جا بجا یہی علمی اور تاریخی یادداشتیں ہیں، تجربات و مشاہدات ہیں۔ اکابر کی تاریخ اور تذکرے ہیں، سبق آموز داستانیں اور مؤثر نصیحتیں ہیں۔ علمی توجیہات اور روح پرور مناقشات ہیں۔ ایک اچھی تصنیف کی طرح اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ قاری جب ایک دفعہ مطالعہ شروع کر لیتا ہے تو کتاب میں محو ہو جاتا ہے اور ختم ہونے سے پہلے قاری کو نہیں چھوڑتا۔ کتاب کے مطالعہ کے دوران بعض ایسی نادر چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں جس سے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ شیخ الحدیث دامت برکاتہم فرماتے ہیں

''بعض ایسی مچھلیاں ہوتی ہیں جو بالکل انسانی شکل میں ہوتی ہیں اور ان کی مادہ بالکل عورت جیسی ہوتی ہے، ہمارا ایک ساتھی جو بحرین کا رہنے والا تھا اور ہمارے ساتھ مدینہ میں تھا اس نے قسم کھا کر کہا، کہ ''میں نے ایسی مچھلی دیکھی ہے جو بالکل انسانی شکل میں تھی اور مچھلی پکڑنے والے بعض بے دین فاسق مچھیرے جب ان مچھلیوں کی مادہ پکڑتے تو ان کے ساتھ جماع کرتے۔ العیاذ باللہ''

ایک اور جگہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بیتے لمحات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب میں جامعہ اسلامیہ میں پڑھتا تھا اس وقت لبنان میں جنگ چھڑ گئی، مجاہدین بہت سخت حالات میں تھے، کھانے کیلئے ان کے پاس کچھ نہ تھا، انہوں نے جامعہ اسلامیہ کو استفتاء بھیجا، ''کہ ہمارے لئے شہدا کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں کیونکہ یہاں مجاہدین کے کھانے کیلئے شہدا کے گوشت کے علاوہ کچھ نہیں ہے،'' سعودی عرب کے مفتیان کرام اور مشائخ نے یہ فتویٰ دیا کہ ''اس حالت میں شہدا کا گوشت بقدر ضرورت کھانا جائز ہے۔''

اسی طرح اور بھی بہت سے عجیب و غریب واقعات کا اس کتاب میں تذکرہ ہے۔ مثلاً ایک جگہ حضرت شیخ صاحب شام کے سفر کا روداد سناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حلب شام کا آخری شہر ہے، اس سے آگے کچھ مسافت پر ترک کا علاقہ شروع ہوتا ہے، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ہم سولہ ۱۶/ طلبہ پر

مشتمل ایک وفد حلب گیا تھا وہاں پر ایک پرانا مکتبہ ہے جس کا نام مکتبہ احمدیہ ہے، بتاتا رہیوں نے ۱۰۰ھ میں اس کتب خانے کے مالک کو قتل کیا تھا، اسی مکتبے کے ساتھ ایک عظیم الشان مدرسہ تھا، مکتبے کیلئے دنیا بھر میں جہاں بھی کوئی نئی کتاب ہوتی اور جتنی قیمت پر ہوتی وہ خرید کر مکتبے میں رکھتے تھے۔

اس کتب خانے کے ناظم نے بتایا کہ ایک دفعہ اس مدرسے کے طلبہ نے مہتمم کو درخواست لکھی کہ آپ اتنی مہنگی کتابیں خرید کر مکتبے میں رکھتے ہیں اور طلبہ کیلئے شادیوں کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ چنانچہ مہتمم صاحب نے درخواست منظور کر کے اپنے مدرسے کے تمام طلبہ [جن کی تعداد ۶۰۰ تھی] کیلئے ایک دن میں شادیوں کا اہتمام کیا اور تمام شہر والوں کو ولیمہ کا کھانا کھلایا۔ میں نے ناظم کتب خانہ کو کہا کہ ہم تو سولہ سو نہیں ہم تو صرف سولہ طلبہ ہیں' آج کوئی متمول مکتبہ احمدیہ کے مالک کی سنت کو تازہ کرنے والا نہیں ہے' سب طلبہ اور حاضرین ہنس پڑے"

خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کتاب میں شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اپنے قلم سے مناسب اضافے کیئے ہیں۔ جو نہایت دلچسپ ہیں۔ مثلاً ایک جگہ کتاب کے مرتب مولانا سعید الحق جدون نے افغانستان کی اسلامی حکومت کی زمہ داریوں کے بارے میں ان کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ صاحب نے اس ضمن میں ایم ایم اے گورنمنٹ کو جو تجاویز دی تھی اس عنوان کے آخر میں ان تجاویز کا اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"سرحد (صوبہ خیبر پختونخوا) میں بھی اب علماء کی حکومت ہے، ان لوگوں سے جب میری ملاقات ہوتی ہے تو ان کو بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اقامت صلوٰۃ کا سلسلہ جاری رکھیں [میں نے محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور قاضی حسین احمد صاحب کو چار باتوں کے بارے میں کہا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صوبہ سرحد میں علماء اسلام کی حکومت ہے' اب سب سے پہلے آپ نمازوں کے بارے میں آرڈر جاری کریں۔ سکولوں' کالجوں کو دریاں مصلے' لوٹے حکومت مہیا کرے' تمام نمازوں میں اگر نہ ہو سکے تو کم از کم نماز ظہر میں یہ پابندی ہو سکتی ہے' کہ کارخانوں میں' سکولوں' کالجوں' بازاروں میں سب لوگ نماز ظہر میں حاضر ہوں۔ جو نماز میں شریک نہ ہو اس کو جرمانہ یا ایک دن جیل

میں بند کریں' جیسا کہ سعودی عرب میں ہے۔ دوسری بات' صوبہ سرحد میں تمام بسوں میں ٹی وی اور فحش گانے بجانے بند کیے جائیں۔ حکومت ڈرائیوروں کو تلاوت' حمد باری تعالیٰ نعمت مصطفیٰ کی کیسٹیں دے دیا کریں۔ تاکہ تمام سرحد میں تلاوت کی مقدس آوازوں سے برکتیں نازل ہوں گی۔ اس سے دوسرے صوبہ والے بھی سبق حاصل کریں گے اپنی اپنی جگہ بسوں میں گانے بجانے بند کریں گے۔ تیسری بات جمعیۃ اور جماعت اسلامی کے علماء کرام جمعہ کے دن مختلف جامع مسجدوں میں وعظ و نصیحت کیا کریں۔ فقیہ العصر حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جب وزیر اعلیٰ تھے وہ ہر جمعہ کسی بڑی مسجد میں تقریر فرماتے اور جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھاتے' اکثر اپنے مواعظ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کے عدل و انصاف کے واقعات بیان کرتے' لوگ جمعہ کی نماز کے بعد اپنی درخواستیں بھی حضرت مفتی صاحب کو دے دیا کرتے تھے' اور کہتے تھے ہمیں ایسے وزراء چاہئیں جو ہمیں قرآن و حدیث کی تعلیم ہمیں بھی دیا کریں۔ اور مسجد میں ہماری درخواستیں بھی لے لیتے ہیں۔ چوتھی بات' مہینہ بیس دن کے بعد ایک اجلاس منعقد کریں' جس میں اسلامی اقدار و روایات' عدل و انصاف کے تذکرے ہوں' اس سے لوگوں میں مذہب اسلام کے ساتھ کمال رغبت پیدا ہوگی۔ "]

آخر میں اس کتاب کے مرتب مولانا سعید الحق جدون کو داد دیتا ہوں کہ انھوں نے یہ بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ اور قارئین سے دو گزارشات کر کے کالم ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ مولانا موصوف کی طرح دیگر طلبہ بھی یہ کوشش کریں کہ حضرت کی تقریر اور تدریس کے دوران ان کے ملفوظات محفوظ کریں۔ کلام الملوک ملوک الکلام کے مصداق ان اکابر اور مشائخ کے ارشادات ہمارے لیے نہایت کارآمد ہیں۔ دوسری یہ کہ حضرت شیخ کے ارشادات و ملفوظات پر مشتمل زیر تبصرہ کتاب سے علماء کرام، طلبہ عظام، دانشور، اور اہل قلم حضرات خوب استفادہ کریں۔ یہ کتاب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شعبہ تصنیف و تالیف موتمر المصنفین کی طرف سے شائع کی گئی ہے، اور دارالعلوم کے مکتبہ ایوان شریعت سے مل سکتی ہے۔

(تبصرہ روزنامہ "اسلام" کراچی)

امتیاز جتوئی

روزنامہ ''اوصاف'' کی زینت بننے والی کتاب

ایک ایسی کتاب جو کسی مرحلے میں اپنے قاری کو بور نہیں ہونے دیتی

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا کم از کم مجھ ایسے کم علم شخص کے لئے ممکن نہیں۔ ان کی ساری زندگی تعلیم و تعلم میں گزری اور انہوں نے اپنے سینے میں موجود علم سے دین کے طالب علموں کو بے حساب فیض پہنچایا۔

ڈاکٹر شیر علی شاہ نے متعدد سفر بھی کئے اور اپنے ان سفرناموں کو اس خوبصورتی سے بیان کیا کہ سننے والا محسوس کرتا ہے جیسے وہ بھی ان اسفار میں ڈاکٹر صاحب کا شریک سفر ہو۔ مشاہدہ بلا کا ہے اور بہت گہرا بھی۔ تاریخ اسلام کے ورق ورق سے آگاہ ڈاکٹر صاحب گاہے اپنی بات کو سمجھانے کے لئے ایسی خوبصورت مثالیں سامنے لاتے ہیں کہ علم کا طالب ان میں کھو سا جاتا ہے۔

استاد کے ارشادات کو توجہ سے سننا، انہیں یاد رکھنا اور غلطی سے بچنے کے لئے انہیں نوٹ کرتے جانا ایک طالب علم کے ذوق علمی کی سب سے بڑی دلیل ہے اور میرے بھائی سعید الحق جدون ''مولانا شیر علی شاہ المدنی کی درسگاہ میں'' نامی کتاب مرتب کر کے ایک ہونہار، لائق اور باذوق طالب علم ہونے کا ثبوت دیا ہے انہوں نے اپنے استاد محترم سے جو سنا اسے نوٹ کرتے گئے۔ چنانچہ کتاب میں زبان کی چاشنی موجود ہے اور پڑھنے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ خود ڈاکٹر شیر علی شاہ کی مجلس میں موجود ہو اور اپنے کانوں سے ان کے ارشادات سن رہا ہو۔

کتاب کی تحریر میں ایک بے ساختہ پن بھی موجود ہے اور یہ کسی بھی مرحلے پر اپنے قاری کو بور نہیں ہونے دیتی۔ کتاب کے اس حسن نے اسے روزنامہ ''اوصاف'' کے دانش کدہ کی زینت بنایا جہاں پر قسط وار شائع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ سعید الحق جدون کی اس محبت بھری کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں اس کاوش کا اجر دے۔

امتیاز جتوئی ...... ایڈیٹر روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد

مفتی ذاکر حسن نعمانی

تاریخی دستاویز

محترم جناب شیخ التفسیر والحدیث حضرت العلامہ مولانا سید شیر علی شاہ المدنی صاحب دامت برکاتہم میرے محبوب اور انتہائی بے تکلف استاذ ہیں۔ آپ کو عربی ادب پر بڑا عبور حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں آپ کو تقریر و تحریر میں بے نظیر ملکہ عطا کیا ہے۔ بیشک وشبہ آپ پاکستان کے ابوالحسن علی ندویؒ (علی میاں) ہیں۔ آپ ایک بے بدل مفسر اور محدث ہیں۔ میں نے ترجمہ اور تفسیر میں آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ درس وتدریس یا تقریر میں آپ جیسی فصاحت و بلاغت آپ کے خاندان کا امتیازی وصف ہے۔ آپ کے درس کا تفہیمی انداز بڑا اعلیٰ ہے۔ ہر ذہنی سطح والا آپ کے درس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ تدریس کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ سبق سے متعلق مالھا وما علیھا کے علاوہ بہت سی مفید باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ جس کی وجہ سے طالب علم سبق سن سن کر نہ تھکتا ہے اور نہ بوریت کا شکار ہوتا ہے بلکہ سبق میں تازگی محسوس کرتا ہے۔ کمال علمی کے ساتھ آپ کا مطالعہ بڑا وسیع ہے۔ ایک تجربہ کار جہان دیدہ بھی ہیں' اس لئے آپ کے درس میں سبق کے علاوہ علمی لطائف' واقعات' حکایات' علمی چٹکلے' عربی اشعار اور دیگر مفید اور تجرباتی باتیں ہوتی ہیں۔ محترم جناب مولانا سعید الحق صاحب نے آپ کے حدیث کے دروس کے دوران وہ مفید اور کارآمد بکھرے موتیوں کو جمع کر کے ایک دلچسپ علمی کشکول' علماء وطلباء کے لئے پیش کر دیئے۔

کتاب میں کیا ہے؟ اس کا تعلق پڑھنے کے ساتھ ہے۔ یہ واقعات ومشاہدات پر مبنی ایک تاریخی اور سبق آموز دستاویز ہے۔ اکابر کے اقوال وحالات کا نچوڑ ہے۔ ایک جہان دیدہ کے شخص کے تجربات کا مجموعہ ہے اور علمی لحاظ سے علماء وطلباء کیلئے بہترین مشعل راہ ہے۔ اس کتاب میں بعض اکابر کے بعض ایسے واقعات واقوال بھی ہیں جو شاید ابھی تک قیدِ تحریر میں نہیں آئے۔ افغانستان کے بارے میں طالبان حکومت کے حوالے سے بعض مفید اور ایسی تاریخی معلومات جو ابھی تک ضبطِ تحریر میں نہیں آئیں تھیں۔ مدینہ منورہ کے بارے میں کافی معلومات ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ ایک انوکھی' نئی معلومات پر مبنی دلچسپ مفید اور معلوماتی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے علمی طبقہ کیلئے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت نصیب فرمائے اور حضرت شیخ کا تادیر زندہ سلامت رکھے۔ ...... مفتی ذاکر حسن نعمانی (نائب مدیر العصر پشاور)

مولانا عبدالمعبود مدظلہ

لازوال علمی تحفہ

مولانا سعید الحق جدون مدظلہ اپنے استاذ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ دامت برکاتہم سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ موصوف کی یہ سوچ اور فکر لائق تحسین ہے کہ وہ اپنے استاذ گرامی کے علمی فیوضات ہر مسلمان تک پہنچانے کی نیک خواہش رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس نیک مقصد کی تکمیل کی خاطر انہوں نے اپنے شیخ کے علمی جواہرات کو بڑی محنت اور کوشش سے محفوظ کیا اور انہیں افادہ عام کی خاطر سے زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ کر کے کتابی شکل میں ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کی۔

محدث یگانہ، مفسر فرزانہ، جامع المعقول والمنقول، شیخ المشائخ حضرت العلامہ ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ مدنی حفظہ اللہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ عرب و عجم کے علمی حلقوں میں بدر منیر کی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے "گلشن علم وادب" سے خوشہ چینی کر کے مولانا سعید الحق جدون نے گلہائے رنگارنگ سے گلدستہ سجایا ہے جو علمی، ادبی، حدیثی اور فقہی جواہرات کا حسین مرقع، نصیحت آموز واقعات و حالات کا عبرت انگیز مجموعہ، ایمان افروز اور روح پرور پند و نصائح کا گراں قدر خزینہ، لطائف و ظرائف کی حیرت افزاء دستاویز، انبیاء، صلحاء اور اتقیاء و اصفیاء کے زریں اقوال کا لازوال تحفہ ہے۔

کتاب شستہ اور شگفتہ انداز نگارش بے حد مفید اور موثر ہے جو ہر دلعزیز اور دل پذیر ادبی نکھوں سے مزین ہے۔ مولانا سعید الحق جدون کی یہ علمی کاوش لائق صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے۔ اور مزید علمی و دینی خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(تبصرہ: دوماہی "الداعی" صوابی)

جدون پبلیکیشنز کی پیشکش

ہماری تعلیمی زبوں حالی

اسباب؟......اور......تدارک؟

ایک ایسی تحقیقی اور تجزیاتی کتاب جس میں
دینی وعصری نظامہائے تعلیم و نصاب
کی زبوں حالی کے اسباب اور تدارک سے
تسلی بخش آگہی ہوسکتی ہے۔

تالیف :

سعید الحق جدون
فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ناشر: جدون پبلی کیشنز صوابی

أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَنَا إِنَّ ذِكْرَهُ ۔۔۔ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ

افادات:

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ

ضبط و ترتیب:

مولانا سعید الحق جدون

فاضل جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد، نوشہرہ

مولانا سمیع الحق صاحب کی بزم میں

افادات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتحشیہ

مولانا سعید الحق جدون

فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ناشر

موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

محترم و مکرم مولانا سعید الحق جدون صاحب فاضل دار العلوم حقانیہ نے دوران درس راقم الحروف کی بعض باتیں قلمبند کر لی تھیں اب ان کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ موصوف نے نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ بندہ کے بہت سی یادداشتیں اور اسباق کی تقریر سے متعلقہ باتیں یکجا کر کے انہیں ایک مربوط کتابی شکل دے دی۔

اب انہوں نے مجھے یہ اوراق تقریظی کلمات لکھنے کیلئے دیدیئے۔ میں حیران ہوں کہ اپنے رطب و یابس باتوں کے بارے میں کیا لکھوں؟ تدریس کے دوران بسا اوقات اساتذہ طلبہ کی تشحیذ اذھان اور تفریحی قلوب کے لئے ظرائف و فکاھات اور کبھی کبھار الغاز و معمیات بیان کر دیتے ہیں۔ تصنیف اور تدریس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تصنیف کا دائرہ محدود ہوتا ہے جس میں پورے تدبر و تفکر سے کام لیا جاتا ہے، اطناب و ایجاز دونوں سے احتراز کیا جاتا ہے، تدریس کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، اس میں بعض باتیں ایسی نکل جاتی ہیں جو قابل اشاعت نہیں ہوتیں۔ اس لئے قارئین یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ بندہ کے درسی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ مولانا موصوف نے یہ درسی تقاریر لفظ بہ لفظ مرتب نہیں کئے بلکہ ان تقاریر سے بعض چیدہ چیدہ باتیں ضبط کر کے مرتب کیا ہے۔

محترم مولانا سعید الحق صاحب نے حسن ظن کی بناء پر پوری محنت سے یہ تصنیفی کام سرانجام دیا ہے، میں نے اس تالیف کو من البدایہ الی النھایہ بالاستیعاب مطالعہ کر لیا ہے۔ اور دوران مطالعہ بہت سی ترامیم و اضافے کئے۔ ماشاء اللہ مولانا موصوف نے پوری امانت و دیانت سے کام لیا ہے۔ اور نہایت محنت و لگن سے یہ کام کیا ہے۔ اس کے پیش نظر مجھے یہ اطمینان ہے کہ یہ کتاب قابل اشاعت ہے۔

کتبہ شیر علی شاہ عفا اللہ عنہ

خادم الحدیث جامعہ دار العلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک